تفسیرِ فاضلی

منزل ششم

الشعراء تا یٰس

حضرت فضل شاہؒ

محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۷ھ

فاضلی فاؤنڈیشن، لاہور

تفسیرِ فاضلی

منزل پنجم

الشُعَرَآءِ — یٰسٓ

بیان :

امام العارفین ، سراج السالکین ، راحت العاشقین

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

تحریر :

ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۷ھ

فاضلی فاؤنڈیشن ، لاہور

Marfat.co

(280 - 321)

DATA ENTERED

52212
جلد مکرر

جملہ حقوق بحق فاضلی فاؤنڈیشن لاہور محفوظ

بار اول : ۱۹۹۶ء
ناشر : محمد اشرف فاضلی
فاضلی فاؤنڈیشن۔ پیکو روڈ کوٹ لکھپت۔ لاہور
فون : 854312
کمپوزنگ : مکتبہ جدید پریس
پرنٹر : رشید احمد چودھری
مکتبہ جدید پریس، ۹ - ریلوے روڈ، لاہور
فون : 7657151
بہ اہتمام : ارشد محمود، ۵ - ندیم شہید روڈ، سمن آباد، لاہور
فون : 411954

Marfa

DATA ENTERED

فہرست

ابتدائی کلمات

ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی

۱)	سورۃ الشعرآء	۷
۲)	سورۃ النمل	۸۷
۳)	سورۃ القصص	۱۳۰
۴)	سورۃ العنکبوت	۱۷۷
۵)	سورۃ الروم	۲۱۵
۶)	سورۃ لقمٰن	۲۴۶
۷)	سورۃ السجدۃ	۲۶۵
۸)	سورۃ الاحزاب	۲۸۰
۹)	سورۃ سبا	۳۲۲
۱۰)	سورۃ فاطر	۳۵۱
۱۱)	سورۃ یٰسٓ	۳۷۶

t.com

ابتدائی کلمات

منزل پنجم میں گیارہ سورتیں ہیں۔ اس منزل میں 856 آیات ہیں۔

(1) سورۃ شعرا 26 میں 227 آیات ہیں۔	(7) سورۃ السجدہ 32 میں 30 آیات ہیں۔
(2) سورۃ النمل 27 میں 93 آیات ہیں۔	(8) سورۃ الاحزاب 33 میں 73 آیات ہیں۔
(3) سورۃ القصص 28 میں 88 آیات ہیں۔	(9) سورۃ سبا 34 میں 54 آیات ہیں۔
(4) سورۃ العنکبوت 29 میں 69 آیات ہیں۔	(10) سورۃ فاطر 35 میں 45 آیات ہیں۔
(5) سورۃ الروم 30 میں 60 آیات ہیں۔	(11) سورۃ یٰس 36 میں 83 آیات ہیں۔
(6) سورۃ لقمٰن 31 میں 34 آیات ہیں۔	

یہ منزل انیسویں (19) پارے میں سورۃ شعراء سے شروع ہوتی ہے۔ اور تئیسویں (23) پارے [illegible] سورۃ یٰسین کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔

حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ [illegible] خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ۔ اس معیار ہدایت سے [illegible]

انفرادی زندگی کے ہر شعبے میں ہمارے ہاں ایسی مثالیں موجود ہیں [illegible] دیتے ہو عمر کے اعتبار سے بڑے ہوں اور مشکل مقامات پر [illegible] سے ناپتے ہیں، دولت و ثروت، مال اور یہ قطعی خلاف حق ہے۔ [illegible]

اقوام عالم میں ہم ایک بڑی مقروض اور دست نگر قوم [illegible] میں بڑی سنجیدہ کوشش ہونی چاہئے۔ [illegible]

[illegible] تقاضا ہے۔ [illegible] شامل حال ہو۔ تو حالات بدلتے دیر نہیں لگتی ہے۔ [illegible] اٹھانے میں ہی ہماری بھلائی ہے۔

بندی کا حق [illegible] ان سب حضرات کے لئے [illegible]

اشرف حافظی

[illegible]

t.com

آیاتها ۲۲۷ — سُوْرَةُ الشُّعَرَاۗءِ — رکوعاتها ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ۱ — یہ حروف مقطعات ہیں۔

حروف مقطعات پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی ہے اس لئے [illegible]
مقام ہے۔

حاصل : بات کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ہماری بات حق سے [illegible]

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۲ — یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔

• یہ کتاب قرآن مجید ہے۔ اس کو قرآن مبین بھی فرمایا گیا ہے۔ [illegible]
سے نور کی طرف آنے میں مدد دیتی ہیں۔ ان کی مثل بھی پیش نہیں کی جا سکتی [illegible]
آیات کا معلم ہونا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ آپ نے اپنے [illegible]
طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ کتاب مبین کی آیات کی تعلیم اسی طریقے سے دی جائے [illegible]

حاصل : کتاب مبین کی آیات کو اندازے قیافے سے جاننے کی [illegible]
کتاب مبین۔ اس عطا کا قائم ہوتا ہے جو اس پر [illegible] ہوتی ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۳ — شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے [illegible] جان دے دینے والے ہیں۔

• حق ماننے یا نہ ماننے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ [illegible]
ہر ایک کو اس کے اختیار [illegible] کے مطابق [illegible]
اور لوگوں کے قرآن کی طرف نہ آنے سے انہیں انتہائی دکھ ہوتا ہے۔ [illegible]
جی آپ پرواہ [illegible] اس میں کوئی [illegible] نہیں ہے۔

حاصل : جس کی بھلائی میں خوشی ہو۔ اس کو خسارے کی طرف جاتے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④

اگر ہم چاہیں، تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی نازل فرمائیں پھر ان کی گردنیں جھک جائیں گی۔

لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دینا اللہ کی سنت نہیں ہے۔ اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ لوگوں کو ایسے مقام پر کھڑا کر دے کہ ایمان لائے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو۔ خطرات میں گھر جانے کا احساس لوگوں کی زبان سے وہ باتیں نکلوا دیتا ہے۔ جو ایمان والوں کی زبان سے سنی جاتی ہیں۔ وہ خضوع جو مجبوری کے تحت ہو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ عمل کرنے والے کو یہ پتہ ہونا چاہئے۔ کہ اس نے اپنے شعور کے ساتھ اپنے لئے راستے کا انتخاب کیا ہے۔ جو حیاتِ دنیا کی زینت کو مقصدِ حیات بنالے اس کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ اشیاء تو سب بنائی ہی اس کے لئے گئی ہیں۔ وہ تو اشیاء کے لئے نہیں بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کو حق کے مطابق تصرف میں لانے والا حسن عمل کے ساتھ اپنے ایمان کا ثبوت دے رہا ہوتا ہے۔ یوں گردن جھک جائے تو بڑی قابلِ قدر ہوتی ہے۔

حاصل : حق کو سن کر ماننا فلاح پانے والوں کی نشانی ہے۔ اللہ کی رضا کے لئے خوشی سے گردن کو جھکانا، خضوع کو اختیار کرنا ہے۔ مجبوری کے تحت ایمان لانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤

اور انہیں الرحمٰن سے کوئی نصیحت نہیں پہنچتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کرتے ہیں۔

منکرین حق کی صفت بتائی گئی ہے کہ انہیں الرحمٰن کی طرف سے جب بھی نصیحت پہنچتی ہے یہ اس سے منہ پھیرنے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ اپنی رحمت سے لوگوں کی بھلائی کے لئے نصیحت بھیجتا ہے۔ منکرین حق کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ نتائج پر ان کو قدرت حاصل نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی خواہشات کی پیروی سے رک جانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ جو قوم اللہ کی آیات کو جھٹلائے وہ یقیناً اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے کیے ہوئے ظلم کی جزا سے بچ نہیں سکتی۔

حاصل : الرحمٰن کی نصیحت قطعاً بندوں کی بھلائی کے لئے ہوتی ہے۔ نصیحت پہنچانے والا، لوگوں کی بھلائی میں راحت پاتا ہے۔ اور لوگوں کو خسارے کی طرف بڑھتے دیکھ کر دکھ محسوس کرتا ہے۔ منکرین حق، الرحمٰن کی نصیحت سے اعراض کو معمول بنالیتے ہیں۔

Marfa

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۞ ٦

تو یہ تو تکذیب کر چکے پھر جلد ہی انہیں خبریں آئیں گی جس کے ساتھ یہ استہزاء کرتے تھے۔

حق کو سن کر منہ پھیر لینے والے یہ یاد نہیں رکھتے کہ ان سے پہلے بھی ظالموں کا انجام [illegible] نصیحت کرنے والے پاک لوگوں کی زبان سے سن چکے تھے۔ جو اللہ پاک کے [illegible] قدرت کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ حق کے بعد بے یا گمراہی۔ [illegible] صفت ہے کہ وہ نصیحت اور ناصح دونوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور [illegible]

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والے ناصح کا مذاق اڑاتے ہیں۔ [illegible] کر چکا ہوتا ہے۔ وہ انجام ظالموں کو گھیرے میں لے لیتا ہے اور [illegible] مذاق اڑاتے تھے وہ ناقابل تردید صورت میں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۞ ٧

کیا وہ زمین کو نہیں دیکھتے [illegible] میں کتنی ہی مفید چیزیں [illegible]

زمین میں جو چیز بھی اگاتی ہے۔ [illegible]

حاصل : اللہ نے زمین میں وہ چیز پیدا کیا ہے جو انسانی [illegible] جس شے کی افادیت تجربے میں آئے اس شے سے [illegible] اس کے لئے یہ صورت [illegible]

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۞ ٨

بے شک اس میں [illegible] ایمان لانے والے نہیں۔

انسان سے [illegible]

دانائی انسانی صفت ہے۔ جس کی نظر معبود کی طرف اٹھے گی وہ یہ بھی دیکھے گا کہ اس کی قدرت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر بہت سے لوگ ماضی سے بھی کچھ نہیں سیکھتے۔ اپنے تجربے اور مشاہدے سے بھی کچھ نہیں سیکھتے۔ وہ اپنی خواہشات کے دائرے سے باہر نہیں تو ماننے کا مقام آئے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نشانیاں رکھی گئی ہیں۔ وہ ہر ہر مقام پر پوری ہیں۔ طالب ہدایت ہی ہدایت پا سکتا ہے۔ جو اپنی خواہشات کے دائرے سے باہر نہ نکلے اس پر ماننے کا مقام کب آئے گا۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾ اور بے شک تمہارا رب عزیز ہے۔ رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔ انہیں اصلاح حال کے لئے مہلت دیتا ہے۔ تضاد سے پاک ہونے کے لئے جو کچھ درکار ہوتا ہے وہ بھی عطا کر دیتا ہے۔ اپنی قدرت کی نشانیاں بھی دکھا دیتا ہے۔ بندہ یہ دیکھ سکتا ہے کہ اللہ کے مقابل کبھی کسی قوت کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ ہوا نہیں ہے۔ مشکل مقامات سے پاک لوگوں کو سلامتی سے گزار دینے والا الرحیم بھی ہے۔

حاصل: ہمارے رب کی قدرت کے سامنے کسی کی کوئی مجال نہیں۔ مشکل مقامات سے سلامتی کے ساتھ وہی گزرتے ہیں۔ جن پر اللہ رحم فرماتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس (10) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

اے لوگو! تمہاری بغاوت تمہاری ہی جانوں کے لئے وبال ہے۔ متاعِ حیات دنیا برت لو۔ پھر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے۔ تو ہم تمہیں بتا دیں گے جو عمل تم کرتے تھے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ اور جب تمہارے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ندا دی کہ قوم ظالمین کے پاس جائیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن نشانیاں عطا فرمانے کے بعد یہ حکم دیا گیا۔ کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیے۔ ان لوگوں نے سرکشی کی ہے۔ خلاف حق کرنے والے لوگ ظالم ہوتے ہیں اور ظلم جب کسی قوم کے تعارف کا حصہ بن جائے تو پھر اس قوم کو فوراً مٹا نہیں دیا جاتا۔ ان پر حق کو واضح کیا جاتا ہے۔ ان کو ان کے انجام سے آگاہ کیا جاتا ہے اور حجت پوری کی جاتی ہے۔ اللہ اپنے مقبول بندوں کے ذریعے ظالم لوگوں کو پیغام حق پہنچاتا ہے۔

t.com

حاصل : خلافِ حق کرنے والوں کے پاس اس کو بھیجنا چاہئے جس کی بات کی سند کا درجہ رکھتی ہو، جس کا علم سند کا درجہ رکھتا ہو۔

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ⑪ — قوم فرعون۔ تو کیا وہ ڈرتے نہیں۔

علم الٰہی رکھنے والے ہی اللہ سے ڈرانے کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ قوم فرعون کے پاس بھی وہ سب کچھ تھا جو دنیوی شان و شوکت کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے، مگر وہ قوم تباہی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ڈرانے سے پہلے اس کو ڈرانے کی ضرورت تھی۔ غفلت کے دائرے سے نکلنے کی طلب ہو اور عمل کے لئے دین کی معلومات موجود ہوں تو فلاح نصیب ہوتی ہے۔

حاصل : ظالم لوگوں کو ان کے انجام سے ڈرانا پاک لوگوں کی صفت ہے اور یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ⑫ — عرض کی، اے رب میرے، مجھے خوف ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمان الٰہی کو سن کر یہ گزارش پیش کی کہ قوم فرعون کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے، جب میں انہیں ان کے انجام سے ڈراؤں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ ہدایت سے غافل لوگ حق بات سے بھاگتے ہیں، غفلت میں پڑے ہوئے لوگ حق کو سن کر مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

حاصل : اپنے احساس کو علیم مطلق کے سامنے بیان کرنا تعلیم نبوی ہے اور یہ اصلاح کا سبب ہوتا ہے۔

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ⑬ — اور مجھے صدری تنگی ہوتی ہے اور میری زبان نطق نہیں کرتی تو ہارون (علیہ السلام) کو بھی بھیجئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی سال بسر کئے تھے، جب قوم فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے شرح صدر کے لئے دعا کی اور زبان کی گرہ کھل جانے کے لئے دعا کی۔ زبان کے ہکلاپن سے حل ہو جانے کی دعا کر بات سمجھانے کی مزید سہولت کے لئے درخواست کی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھی بنا دیا جائے۔

حاصل : جہاں حق کی تکذیب کرنے والوں سے سابقہ نظر آ رہا ہو وہاں اپنی کیفیات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ آسانیاں عطا فرمائے۔ مدد فرمائے اور ہر مقام پر پورا رکھے۔

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۱۴﴾

اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایک مرد کی مدد کرتے ہوئے اس کے دشمن کو مکا مارا۔ تو اس کا کام تمام ہو گیا۔ غرض مظلوم کی مدد کرنا تھا اور ظالم کو جان سے مار دینا بھی مقصود نہ تھا۔ مگر وہ مر گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو یہ سب یاد تھا اور انتقام کا اندیشہ بھی آپ کے سامنے تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے خدشے کو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا۔

حاصل : ہر شے کا علم رکھنے والا اللہ ہے۔ اس سے کچھ مخفی نہیں ہوتا۔ حصولِ اطمینان کے لئے اپنے خدشے کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کے لئے ہوتا ہے۔

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ﴿۱۵﴾

فرمایا کبھی نہیں۔ آپ دونوں ہماری آیات کے ساتھ جائیں۔ بے شک ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ سب کچھ سنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا کہ فرعون اور اس کی قوم کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب نہ کر سکے گی۔ آپ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی گئی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو کارِ رسالت میں آپ کا ساتھی بنا دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ یہ حکم ہوا کہ آپ دونوں حضرات ان ظالم لوگوں کے پاس جائیں۔ ہماری روشن نشانیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور جو کچھ بھی آپ کے ساتھ پیش آئے گا اس کو سنیں گے بھی۔ دیکھیں گے بھی۔ اور خیر الناصرین کے ساتھ سے بڑا کوئی ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر خدشات کا مقام ہی کہاں رہ جاتا ہے۔

حاصل : جو حق کے ساتھ ہو۔ وہ اللہ کے ساتھ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اللہ جو مدد کر سکتا ہے۔ وہ کسی دوسرے کے بس میں نہیں ہوتی۔ اللہ کی مدد شامل حال ہو تو مقابلے پر آنے والی ہر قوت مغلوب ہی ہو گی۔

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾

تو فرعون کے پاس جایئے۔ پھر اسے بتایئے ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔

t.com

دونوں حضرات کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا اور اپنے تعارف میں یہ کہنے کا حکم ہوا کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔ فرعون کو رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ تھا۔ اور ان حضرات نے اپنے تعارف میں رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہونے کا ذکر کرنا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرعون سے یہ کہا کہ ہم دونوں آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس طرح اس کو اپنا مقام پہچاننے میں مدد دی گئی۔

حاصل : تائید ایزدی کے یقین سے جو کچھ کہا جا سکتا ہے اس کی شان دیکھئے کہ جس کو رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ ہے، اس کو عرفان ذات کی طرف آنے میں مدد دی جا رہی ہے۔

أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿١٧﴾ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

/ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی رسالت کے ذکر کے بعد فرعون سے یہ کہا کہ بنی اسرائیل کو دکھ دینے کا سلسلہ بند کیا جائے اور ان لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیا جائے۔ اس کی آزادی کا مطالبہ کرنے کا حق ہمیں کس طرح ہے۔ اس کی روشن نشانی آپ کے پاس پہنچ چکی ہے۔ /

حاصل : ظالم کو یہ ترغیب دینا کہ وہ مظلوم کو چھوڑ دے۔ اشفاق ذات کا تقاضہ ہے۔ ظالم اپنے لئے کلمہ خیر سن لے تو ظلم کو روک دینے کے لئے کمر بستہ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿١٨﴾ کہنے لگا کیا ہم نے تمہیں بچپن میں نہ پالا اور تم اپنی عمر کے کئی برس ہم میں رہے۔

/ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرعون نے یہ کہا کہ کیا تم وہی نہیں ہو کہ جن کو بچپن میں ہم نے پالا ہے اور تم وہی نہیں ہو جس نے کئی برس ہماری میزبانی سے لطف حاصل کیا ہے۔ تم ہمارے احسان فراموش ہو۔ وہ کلمہ حق کہنے والے سے اعراض، تحقیر اور تضاد ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ احسان جتانے کا مقصد یہ تھا کہ اس لئے ان کو ان کا ماضی یاد دلانا فرعون کی کمزوری کا ثبوت تھا۔ /

حاصل : کسی پر اپنی مہربانی اور شفقت کا ذکر کر کے اسے شکوہ کی بنا پر دبانے کی کوشش کرنا فرعونی صفت ہے۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ اور تم نے وہ فعل کیا جو کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ واقعہ یاد دلایا جس میں قبطی آپ کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور وہ اس کو بہت اچھالتا

rfat.com

جس کو بھلایا جا سکتا تھا۔ مگر تم ہمارے ہاں پرورش پاتے رہے تھے۔ ہم نے تمہیں سزا نہیں دی۔ ہمارا عمل دیکھو اور اپنا عمل دیکھو کہ تم ہم سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کر رہے ہو۔ ناشکرے لوگ ہی ایسے کرتے ہیں جیسے تم کر رہے ہو۔

حاصل : ظالم اپنے خلاف آنے والے انقلاب کو دیکھ کر اس کے قائد پر اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے اور شکر گزاری کی توقع کرتا ہے۔ اور یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی ہر بات سے اس کا رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو رہا ہے۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

فرمایا وہ فعل تو مجھ سے سرزد ہوا تھا۔ اور تب میں تھا انجان۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے مارے جانے والے واقعہ میں اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہا۔ کہ وہ فعل تو مجھ سے سرزد ہوا تھا مگر یہ اس وقت کی بات ہے جب میں انجان تھا۔ ظالم کو ظلم سے روکنے کی نیت کے ساتھ مظلوم کی مدد کر رہا تھا مگر ظالم کی قوت برداشت کو ملحوظ رکھنے میں مجھ سے کوتاہی ہو گئی تھی۔ یوں ارادہ تو اس کو جان سے مار دینے کا نہیں تھا۔ مگر وہ ہو گیا جو ہو گیا۔

حاصل : قصور ہوا ہو تو اس کا اقرار کرنا چاہئے۔ اور نیتاً وہ نہ کیا ہو جو ہو گیا ہو تو ماضی کے حوالے سے اپنے انجان پن کا اعتراف کرنا چاہئے۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾

تو میں تمہارے ہاں سے خائف ہو کر فرار ہوا۔ پھر میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے مرسلین سے ٹھہرایا۔

/ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ماضی پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہا : کہ ایک ناصح نے مجھے نصیحت کی کہ میں یہاں سے چلا جاؤں کہ دربار والے میرے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔ تو میں یہاں سے چلا گیا۔ خوف کی کیفیت مجھ پر تھی۔ پھر میرے رب نے مجھے اس کیفیت سے نکالا۔ اس نے مجھے حکم عطا فرمایا اور حق کو پہنچانے کا مرتبہ عطا فرمایا۔ اور اب میں اس کے رسول کی حیثیت سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ /

حاصل : ماضی اور حال کے اس فرق کو واضح کرنا جو اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہو۔ اظہار حق میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ فرعون سے اپنے رب کا تعارف کراتے ہوئے تین صفات کا ذکر کیا گیا : خوف کو دور کرنے والا۔ حکم عطا فرمانے والا اور رسول بنا کر بھیجنے والا۔ یہ تینوں مقامات حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال تھے۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ ﴿٢٢﴾

اور یہ کیا نعمت ہے جس کا آپ احسان جتا رہے ہیں، کہ آپ نے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے احسانات کی حقیقت کو کھولتے ہوئے یہ فرمایا کہ وہ حالات جن میں آپ نے مجھے بچپن میں پالا اور مجھے آپ کے ہاں کئی برس رہنا نصیب ہوا آپ کے علم میں ہیں۔ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنا، عورتوں کو زندہ رکھنا اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھنا یہ آپ کا طریق زندگی تھا۔ انہی حالات میں اللہ نے مجھے آپ کے ہاں رکھا، یہ اس کی مشیت تھی۔ آپ جو احسانات جتا رہے ہیں ان کی حقیقت دیکھئے۔

حاصل : ظالم کے بیان کردہ احسان کی حقیقت اس پر واضح کرنی چاہئے۔ ظالم کا ظاہر و باطن یکساں نہیں ہوتا۔ جو کچھ ظاہر کیا جاتا ہے حقیقت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾

فرعون نے کہا رب العالمین کون ہے۔

/ فرعون جابر حاکم ہونے کی وجہ سے بات بڑی احتیاط سے کرتا تھا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات کرتے ہوئے [illegible] نہیں رہی تھی۔ اب اس نے کہا کہ آپ نے رب العالمین کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے [illegible] رب العالمین کا بھی پتہ چلے وہ کون ہے۔ فرعون نے اس بات سے اپنے رب اعلیٰ ہونے کے [illegible] وہ سب کچھ روشن کر دیا جس کو وہ چھپانا چاہتا تھا۔ /

حاصل : جس کا دعویٰ خلاف حق ہو، اس کے اپنے قول سے ہی اس کے دعوے کی [illegible] ہے۔ وہ بیان سے سننے والا جلد ہی اس کے تضاد کو اپنے سامنے پاتا ہے۔

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾

فرمایا وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اگر آپ کو یقین ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھیجنے والے کا تعارف کراتے ہوئے یہ فرمایا کہ رب العالمین وہ ہے جس کی ربوبیت آسمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ [illegible] وہی زمین کا رب ہے۔ [illegible] پرورش کا کل علم اللہ ہی کو ہے [illegible] پرورش اللہ کے علم سے ہو رہی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان [illegible]

Marfat.c

کے ایک ہونے کا ثبوت ہے۔ اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔ ہر شے کا مقصد تخلیق اس نے متعین کیا ہے۔ ہر تخلیق کو اس کے منشاء کے مطابق لوازمات اسی نے عطا کئے ہیں۔ اشیاء کے مابین ربط اسی نے قائم کیا ہے۔ جو اپنی حیثیت پر نظر رکھتا ہو. وہ پالنے کے عمل کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب پرورش ہو رہی ہے تو پرورش کرنے والے کا یقین کرنا بھی ضروری ہے۔ کائنات میں ربوبیت ایک ہی علم سے ہو رہی ہے۔ یہ یقین ہو تو پھر رب العالمین کا پتہ لگتا ہے۔

حاصل : آسمانوں میں، زمین میں اور ان کے مابین ہر مقام پر ربوبیت اللہ کے علم سے ہو رہی ہے۔ ہماری جسمانی ضروریات کس حد تک ہمارے علم میں ہوتی ہیں اور ہم انہیں پورا کرنے کی کتنی قدرت رکھتے ہیں۔ پیدائش کی ابتدا سے لے کر موت تک جن مدارج کا انسان کو علم ہے لوازمات ربوبیت کا اہتمام ہر ہر درجے میں اللہ کے علم سے ہی ہوتا ہے۔ ربِ العالمین کی بندگی کی جائے تو شکریئے کا حق ادا ہوتا ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿٢٥﴾

اپنے ارد گرد لوگوں سے کہنے لگا. کیا تم سن نہیں رہے۔

فرعون کو اپنے درباریوں سے یہ توقع تھی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس بیان پر جو وہ رب العالمین کے بارے میں دے رہے تھے، اعتراض کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارا رب اعلیٰ تو فرعون ہے۔ ان کی طرف سے خاموشی کو دیکھ کر فرعون نے یہ کہا کہ کیا تم لوگ سن نہیں رہے ہو۔

حاصل : فرعون یہی چاہتا ہے کہ اس کے ساتھی حق کے مقابل اس کی پڑھائی ہوئی بات کرتے چلے جائیں۔

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٦﴾

فرمایا جو رب ہے تمہارا اور رب ہے تمہارے اولین آباء کا۔

رب العالمین کے تعارف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: تمہارا رب بھی وہی رب العالمین ہے۔ تمہاری پرورش تمہارے علم سے نہیں ہو رہی ہے۔ اور جن کی تم اولاد ہو ان کا رب بھی یہی رب العالمین ہے۔ پرورش کے لوازمات کو اس کے سوا کوئی جاننے والا ہی نہیں۔ وہی ہر ایک کو پالتا ہے. اور علم سے پالتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل میں پالنے والا. رب العالمین ہی ہے۔ دوسرا کوئی یہ دعویٰ کرے تو اس کی بات قطعاً خلاف حق ہوگی۔

حاصل : فرعون اور اس کے درباریوں کو یہ کہنا کہ تمہارا رب بھی رب العالمین ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب بھی وہی رب العالمین ہے. بہت بڑی جرأت تھی۔ اللہ کے ساتھ سے ہی

اس مقام پر کھڑے رہنا ممکن ہوتا ہے۔

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

کہنے لگا: تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، یقیناً مجنون ہیں۔

فرعون نے اپنے درباریوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ان درباریوں سے کہا کہ یہ صاحب جو تمہاری طرف رب العالمین کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یقیناً ان کی عقل درست نہیں ہے۔ … شان و شوکت کو ہماری جاہ و حشمت کو کوئی وقعت ہی نہیں دے رہے۔ اور رب العالمین سے … جارہے ہیں۔ فرعون کے نزدیک تقاضاء عقل یہ تھا کہ اس کے سامنے کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جاتا … دعویٰ بے معنی ہو جاتا۔

حاصل : جرأت کے ساتھ اظہارِ حق کرنے والوں کو فرعون صفت لوگ مجنون کہا کرتے ہیں۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

فرمایا جو رب ہے مشرق و مغرب کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، اگر تمہیں عقل ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کے تعارف میں یہ فرمایا: مجھے بھیجنے والا ہی مشرق کا رب ہے … مغرب کا رب ہے۔ اور مجھے بھیجنے والا ہی مشرق و مغرب کے مابین تمام مقامات کا رب ہے۔ … بغیر حیات کا تسلسل قائم نہیں رہ سکتا۔ نظام کائنات کی شان رب العالمین کی قدرت کا پتہ دے رہی ہے … ثبوت اسی طرح ملتا ہے کہ رب العالمین کے سامنے اپنی حیثیت دیکھی جائے … نہیں ہے۔

حاصل : سامعین کو عقل کرنے کی ترغیب دینا۔ استدلال سے … ہے کہ اپنے رب کو پہچانا جائے۔ ہمارا رب ہی تو رب العالمین ہے۔

قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾

کہنے لگا اگر آپ نے میرے سوا کوئی معبود ٹھہرایا تو ضرور آپ کو قید کر دوں گا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب العالمین کے بارے میں جو کچھ سنا … مان لینا بھی اسے پسند نہ تھا۔ اب اس نے اپنے اختیار کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا … تمہاری سزا یہ ہوگی کہ تمہیں قید کر دیا جائے گا۔

حاصل : حق کے مقابل اپنے عجز کو تسلیم کر لیا جائے تو فلاح کا رخ مل جاتا ہے۔ ورنہ حق بیان کرنے والے کو خوف میں مبتلا کرنے کی کوشش شروع کر دی جاتی ہے۔ یہیں سے خسارے کی ابتدا ہو جاتی ہے۔

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فرمایا۔ اگرچہ میں آپ کے پاس روشن سند لے کر آیا ہوں۔

فرعون کا یہ اعلان سن کر کہ اگر میرے علاوہ کسی کو معبود ٹھہراؤ گے تو قید کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں آپ کو رب العالمین کا رسول ہونے کی روشن سند دکھا دوں۔ کیا پھر بھی آپ کا فیصلہ یہی رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ آپ کو اللہ کا ساتھ حاصل ہے اس لئے آپ نہایت باوقار بات کر رہے تھے۔ فرعون کا جاہ و جلال آپ کو مرعوب نہیں کر سکتا تھا۔ آپ اس کی قدرت کو بھی جانتے تھے۔ اس کے علم کو بھی جانتے تھے۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والا اگر اپنے اختیار کی بات کرنے لگے۔ تو اسے اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنے کی ترغیب دینی چاہئے۔

قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ کہنے لگا۔ تو اسے پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔

فرعون اس سے قبل یہ کہہ چکا تھا کہ میرے علاوہ آپ نے کسی کو معبود ٹھہرایا تو قید کی سزا دی جائے گی۔ اب یہی فرعون اسی زبان سے یہ کہہ رہا ہے۔ کہ آپ کے پاس رب العالمین کا رسول ہونے کی کوئی سند ہے تو لائیے۔ فرعون کا یہ کہنا بھی اس کے دعوے کی نفی کرتا ہے۔ اگر فرعون کا دعویٰ حق کے مطابق تھا۔ تو وہ اس دعوے کو جھٹلانے والے کے پاس صداقت کی سند کیوں دیکھنا چاہتا تھا۔

حاصل : جس کی بات خلاف حق ہو۔ اس کے اندر تضاد موجود ہوتا ہے۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ تو آپ نے اپنا عصا ڈال دیا۔ جبھی وہ صریح اژدہا بن گیا۔

رب العالمین کا رسول ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اس وقت بڑا اژدہا بن گیا۔ یہ سب کچھ فرعون کے سامنے ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت دیکھ لینے کے بعد فرعون کے اندر وہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ جو ہدایت کے طالب میں واقع ہوتی ہے۔

t.com

حاصل : معجزہ طلب کرنے والا، اللہ کی قدرت کو دیکھتا بہت قریب سے ہے۔ طلب ہدایت نہ ہو تو رخ درست نہیں ہوتا۔

ع وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ ناظرین کے لئے جگمگانے لگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کا رسول ہونے کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بغل سے دبا کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے جگمگانے لگا۔ فرعون یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور وہ ان کی نشانات سے مان گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کا رسول ہونے کی ایسی اسناد پیش کی تھیں کہ اب فرعون رب ہونے کا دعویٰ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔

حاصل : جس ہاتھ کو اللہ کی تائید حاصل ہو، وہ پاک ہوتا ہے۔ امین ہوتا ہے اور معاملہ کرنے والوں کو باعث سلامتی نظر آتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (۳۵) میں ارشاد فرمایا ہے۔
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ
وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفے ٹھہرایا۔ تو جو کفر کرے تو اس کا کفر اسی پر ہے۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

اپنے ماحول کے سرداروں سے کہنے لگا کہ بے شک یہ علم والا ساحر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صداقت کی نشانی طلب کرنے والوں کو اپنے مقصد سے انکار کی بات نہ چاہئے تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات کرنی چاہئے تھی کہ ہم آپ کی صداقت مان گئے ہیں یا ہم آپ کی صداقت نہیں مانتے۔ مگر فرعون نے اپنے ارد گرد سرداروں سے یہ کہا کہ وہ چونکہ نے دیکھ لیا کہ یہ کوئی بڑا ہی صاحب جادوگر ہیں اور جادو کا بڑا علم رکھتے ہیں۔

حاصل : حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی صداقت کی نشانی طلب کرتے وقت فرعون ذہن کے اس مقام پر نہیں تھا کہ اسے صحیح نتیجے پر پہنچنے کی طلب ہو۔ اس لئے آپ کی صداقت کی اسناد دیکھ کر اس نے آپ کو علم والا جادوگر کہہ کر درباری سرداروں میں اپنا بھرم قائم رکھا۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ

اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنے سحر کے زور

فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

سے تمہیں تمہارے دیس سے نکال دے. تو اس سلسلے میں تمہارا امر کیا ہے۔

اب فرعون پر خوف کی ایسی کیفیت ہے. کہ اس کو اپنے رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ بھی یاد نہیں. اور وہ اپنے درباریوں سے یہ کہتا ہے: یہ صاحب جو رب العالمین کے رسول ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں. بڑے علم والے جادوگر ہیں۔ ارادہ ان کا یہی ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک پر قبضہ کر لیں اور تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں۔ تو اب تم بتاؤ کہ اس سلسلے میں تمہارا حکم کیا ہے۔

حاصل : فرعون صفت لوگ اپنے ساتھیوں کو یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مفادات کا تحفظ چاہتے ہو تو اسی مقام پر رہو. اب تمہارا مشورہ ہمارے لئے امر کا درجہ رکھتا ہے۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾

کہنے لگے. انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرا لیجئے اور شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیجئے۔

سرداران قوم نے فرعون سے یہ کہا. کہ اس سلسلے میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ ان صاحب کو اور ان کے بھائی کو ٹھہرا لیا جائے اور شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیا جائے۔ اس جادو کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کچھ ہمارے بس میں ہے وہ ضرور کیا جائے۔ اس سلسلے میں شہروں میں بکھری ہوئی مہارت کو یک جا کرنا ضروری ہے. اور اس کے لئے ہمارے پاس ذرائع موجود ہیں۔

حاصل : سردار کو راضی رکھنے کا رخ ہو تو اس کو دیا گیا مشورہ اس کی پسند کے حوالے سے ہی ہوتا ہے۔

یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾

کہ وہ ہر بڑے علم والے جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔

درباریوں نے فرعون کی سوچ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے یہ مشورہ دیا کہ ان جادوگروں کا مقابلہ اس علم کے ماہرین سے ہونا چاہئے۔ آپ جادو کے ماہر لوگوں کو اکٹھا کر لیں گے تو مقابلے کی جگہ. وقت اور دن کا تعین کر لیا جائے گا۔ اس مقابلے میں ہر کام پوری احتیاط کے ساتھ ہونا چاہئے۔

حاصل : منکرینِ حق جب بھی حق سے مقابلے کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہر کام میں پوری احتیاط

برتتے ہیں۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾

تو معلوم دن کے مقرر وعدے پر جادوگر جمع کیے گئے۔

فرعون نے اس یقین کے بعد کہ وہ مقابلے کے لئے برابر بندوبست کر چکا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بات طے کی کہ طرفین مقابلے کے متعلق وعدے کا احترام کریں گے اور جگہ بھی ہموار ہوگی۔ یہ طے ہوا کہ مقابلہ عید کے دن ہوگا اور وقت چاشت کا ہوگا۔ فرعون کی طرف سے اس وعدے کے مطابق جادوگروں کو جمع کر لیا گیا۔

حاصل : منکرین حق کی طرف سے حق سے مقابلے کا وقت اور مقام طے کیا جا رہا ہے تو اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ مقابلے کے لئے ہر ممکن تیاری کر چکے ہیں۔

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾

اور لوگوں سے کہا گیا کہ تم بھی اکٹھے ہو گے۔

علم والے جادوگروں کو اکٹھا کر لینے کے بعد فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ان ناظرین کی ضرورت تھی جو یہ مقابلہ دیکھیں۔ جس قدر ناظرین زیادہ ہوں گے اسی قدر ان کی رائے بڑی ہوگی۔ اس لئے اپنے کام کاج چھوڑ کر بھی اس مقابلے کو دیکھنے کی ترغیب حکومت وقت کی طرف سے دی جا رہی تھی۔

حاصل : مقابلے کا اہتمام کرنے کے بعد لوگوں کا اکٹھا کرنا بھی فرعون کی ضرورت تھی۔ لوگ فرعون کے اکٹھے کیے ہوئے جادوگروں کے غلبے کی آرزو رکھتے ہوئے اس مقابلے میں آئیں تاکہ فرعون کو خوشی ہوگی۔

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾

کہ ہم ان جادوگروں کا اتباع کریں اگر وہ غالب رہیں۔

وہی فرعون جو رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کیا کرتا تھا اب جادوگروں کی پیروی کرنے کو تیار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر علم سحر سے اپنی برتری ثابت کریں۔ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر غالب رہیں اور مقابلے میں میدان ان کے ہاتھ رہے۔ صرف اس صورت میں وہ ان کی پیروی کے لئے تیار ہے۔

حاصل : جس مقابلے کا منشاء حق کے حوالے سے صحیح نتیجے پر پہنچنا نہ ہو. وہ مقابلہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کے لئے ہوتا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾

پھر جب ساحر آئے. تو فرعون سے کہنے لگے. کیا ہمیں کچھ اجر ملے گا اگر ہم غالب ہوئے۔

جادوگروں کو فرعون کی طرف سے یہ بتادیا گیا تھا کہ ایک بہت بڑے جادوگر سے انہیں مقابلہ کرنا ہے. اس لئے صرف بڑے علم والے جادوگر ہی مقابلے میں اتریں۔ جادوگروں نے یہ دیکھا کہ حکومت وقت انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہی ہے. مگر یہ نہیں بتایا جارہا کہ اجر بھی دیا جائے گا یا نہیں. تو انہوں نے آپس میں بات کرنے کے بعد اجتماعی درخواست پیش کرتے ہوئے فرعون سے یہ کہا: کہ اگر ہم غالب ہوئے تو کچھ اجر ملنے کی امید رکھیں۔

حاصل : ساحر یہ جانتے ہیں کہ اجر کی بات کرنے کا موقع مقابلے سے پہلے موزوں ہے. اور اگر انہیں غلبہ حاصل ہوا تو اجر طلب کیا جائے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾

کہنے لگا. ہاں تب تم مقربین سے ہو جاؤ گے۔

فرعون نے جادوگروں کے برمحل مطالبے کو سنا اور انہیں اطمینان دلایا کہ اجر تو ان کے غالب ہونے سے مشروط ہے ہی. بڑی نوازش یہ ہوگی کہ پھر وہ بادشاہ کے مقربین میں شمار ہوں گے. اور اس درجے پر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ پھر کبھی اجر کا سوال کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حاصل : فرعون جس اجر کا وعدہ کرتا ہے وہ اجر کا مطالبہ کرنے والوں کو راضی کر دیتا ہے. پھر وہ اس اجر کے حصول کے لئے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا، تو ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو۔

جب فرعون نے اپنے داؤ جمع کر لئے اور مقابلے کا دن آیا. تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خلاف حق کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا. اور ان پر واضح کیا کہ اللہ پر افترا باندھنے والے لوگوں کو عذاب الہیٰ تباہ کر کے رکھ دیتا ہے اور اللہ پر افترا باندھنے والے ہمیشہ نامراد ہوتے ہیں۔ آپ کا یہ فرمان سن کر لوگوں کی رائے بٹ گئی پھر انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا تو

سرداروں نے اسی بات پر زور دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی جادوگر ہیں اور یہ یہاں [illegible]
چاہتے ہیں۔ طے یہی ہوا کہ اپنے داؤ جمع کر لو اور صف باندھ کر مقابلے پر آؤ۔ اس وقت جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
عرض کرنے لگے کہ آپ ڈالتے ہیں یا ہم ڈالیں۔ آپ نے فرمایا تم ڈالو جو ڈالنے والے ہو۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے مقابلے کے وقت چاہتے یہی ہیں کہ انہیں پہلے [illegible]
موقع ملے. حق پہنچانے والوں کی طرف سے انہیں اجازت دے دی جاتی ہے۔

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہم ہی غالب ہیں۔

فرعون کے لئے تو یہ مسئلہ ہی عزت کا تھا اس لئے جادوگروں نے اس کی عزت کی قسم کھائی۔ وہ حضرت [illegible]
کے عصا مبارک کے بارے میں سن چکے تھے کہ وہ سانپ بن جاتا ہے اس لئے انہوں نے اسی [illegible]
کر کے ڈالیں اور عظیم جادو لائے۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ جادوگروں نے میدان میں [illegible]
جادوگروں کو اپنے غالب ہونے کا گمان ہونے لگا اور ناظرین کی خوشی دیکھتے ہوئے جادوگروں [illegible]
اس نعرے سے جادوگروں کو [illegible]
میں ملتا تھا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے اسباب سے آگے تو دیکھتے ہی نہیں [illegible]
کرنے میں پورا زور لگاتے ہیں، تنظیم کو اہمیت دیتے ہیں اور [illegible]
لئے جلدی بھی کرتے ہیں۔

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾

پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنا عصا [illegible]
تو وہ ان کی بناوٹ کو نگلنے لگا۔

جب جادوگروں نے اپنا کام دکھا دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible]
جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے۔ وہ ان کی بناوٹ کو [illegible]
نہیں ہوتا۔ وہ اسباب سے کبھی مرعوب نہیں ہوتی اور اس قوت کی [illegible]
علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ جادوگروں کی بناوٹ کو نگلنے [illegible]
سے دیکھا۔ جادو علم [illegible] ہوتا ہے اور علم الٰہی کے سامنے اس کی حیثیت ہی کیا ہے۔

حاصل : جادو علم کسب ہوتا ہے. اور علمِ الٰہی کے مقابل آنے پر ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔ اللہ کے ساتھ سے جو قوت حاصل ہوتی ہے اس سے خطرات نظر تو آتے رہتے ہیں. ان سے خوف زدہ ہونے کا مقام نہیں رہتا۔

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِينَ ﴿۴۶﴾ تو ساحر سجدے میں پڑ گئے۔

۱ جادوگر اپنے علم میں بڑی مہارت رکھتے تھے. اور جانتے تھے کہ جادو کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے. جادو کی انتہا کہاں پر ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقابلے کے شروع ہونے سے پہلے یہ واضح فرمایا تھا کہ اللہ پر جھوٹ سے افتریٰ باندھنے والو. اللہ کا عذاب تمہیں برباد کر کے رکھ دے گا۔ ان جادوگروں نے علمِ الٰہی کے سامنے جادو کی حیثیت دیکھ لی۔ علمِ الٰہی کی برتری کو تسلیم کیا. اور سجدے میں پڑ گئے۔ جس طرح صف باندھ کر یہ جادو دکھانے آئے تھے اسی طرح صف باندھ کر یہ سجدے میں پڑے. اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنے مغلوب ہونے کا ایسا اعتراف کیا کہ دیکھنے والوں کو کوئی شک نہ رہے۔

حاصل : حق کی فضیلت کا اعتراف ہو تو سجدے سے ہی اپنی کیفیت کا اظہار ممکن ہوتا ہے۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ بولے. ہم رب العالمین پر ایمان لائے۔

جادو کے مقابل معجزے کی فضیلت تسلیم کرتے ہوئے. جادوگر سجدے میں جا پڑے تھے۔ ان پر جو کیفیت طاری تھی. وہ ان کے اندر واقع ہونے والے انقلاب کی خبر دے رہی تھی۔ اسی کیفیت میں انہوں نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے۔ رب العالمین کا پاک نام فرعون کی سماعت پر بڑا سخت اثر رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کے بارے میں جو کچھ بھی فرعون کے دربار میں فرمایا تھا. فرعون اس کو کبھی بھلا نہیں سکتا تھا۔ اب وہ جادوگر بھی رب العالمین پر ایمان لانے کا اعلان کر رہے تھے جن کے انتخاب میں حکومتی مشینری نے بڑی محنت کی تھی. جن کو مقابلے کے لئے خوب تیار کیا گیا تھا اور جنہوں نے بڑا جادو دکھایا تھا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغام حق کو جادو کے ساتھ روکنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا. جب جادوگر رب العالمین پر ایمان لانے کا اعلان کرنے لگے تو فرعون کو بڑی ندامت ہوئی۔

حاصل : ربّ العالمین کی قدرت کے سامنے جہاں اپنی حیثیت کا حقیقی احساس ہو جائے. وہاں اس پر ایمان لانے میں دیر نہیں لگتی۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ جو رب ہے موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کا۔

/ اللہ تعالیٰ نے مرسلین پر سلام فرمایا ہے. ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے اسماء گرامی قدر کے ساتھ علیہ السلام لکھیں بھی.

t.com

پکاریں بھی۔ جادوگروں نے رب العالمین پر ایمان لانے کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی اس وسیلے کا ذکر بھی کیا جو ان کے لئے عرفان حق کا باعث بنا تھا۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ فرعون کی طرف سے اس مقابلے کا اہتمام درست نتیجے پر پہنچنے کے لئے کیا جاتا تو اسے جادوگروں کی یہ بات معقول معلوم ہوتی۔ [illegible] کا انکار تھا اس لئے اسے جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے اظہار [illegible]

حاصل : جس وسیلے سے عرفان حق حاصل ہوا ہو اس وسیلے کی تکریم [illegible] اس وسیلے کی تعظیم [illegible] حال بنانا چاہئے۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾

کہنے لگا کہ تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یقیناً وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو کی تعلیم دی ہے۔ تو جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا میں ضرور تمہارے ہاتھ اور مخالف سمت کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ ہم آپ کی شخصیت [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا تو فرعون [illegible] کہنے لگا: جادوگروں نے میری اجازت کے بغیر اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا ہے [illegible] طرف شاگرد ہیں دوسری طرف استاد ہے اور شاگرد استاد سے بات [illegible] میں رکھا ہے۔ اس کی سزا انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گی۔ میں ان کے ہاتھ اور مخالف سمت کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

حاصل : فرعون حق کی عظمت کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہے اور اس خوف میں وہ ظلم و ستم سے اپنی حکومت کو سہارا دینے کی کوشش کرتا ہے۔

قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۖ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾

کہنے لگے کہ کوئی حرج نہیں۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

سزا کا اعلان سن کر ایمان والے جادوگر حضرات نے یہ کہا: ہم نے جو روشن نشانیاں دیکھی ہیں، ان سے حق ہم پر واضح ہو چکا ہے۔ رب العالمین ہی سب کا پالنے والا ہے اور اسی کی طرف ہم پلٹنے والے ہیں۔ جس سزا کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ یہ صرف حیات دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ واقع بھی ہو جائے تو ہم حق کا انکار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ فرعون سے یہ کہنا کہ آپ کر چکیں جو آپ کو کرنا ہے۔ ہم ڈگمگانے والے نہیں۔ ان لوگوں کی زبان سے عجیب لگتا ہے جو مقابلہ شروع کرنے سے پہلے اجر کا سوال کرنا اور اس کا تعین کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت ہوئی تو ایمان کے بدلے جان دینے میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آیا۔

حاصل : حق کو مان لیا جائے تو اس سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے۔ جس کی موجودگی میں انتہائی سزا بھی بندے کو اس کے موقف سے ہٹا نہیں سکتی۔

إِنَّا نَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَٰيَٰنَآ أَن كُنَّآ أَوَّلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾

بے شک ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو بخش دے۔ کہ ہم پہلے ایمان لانے والے ہوئے۔

جادوگروں نے فرعون کی زبان سے سزاؤں کا اعلان سن کر اپنی کیفیت اس کے سامنے بیان کی۔ اور کہا: ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اور وہ جو آپ نے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جادو دکھانے پر مجبور کیا۔ فرعون کی اس بات کے جواب میں کہ تمہیں معلوم ہو جائے گا کس کی سزا زیادہ سخت ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ جادوگروں نے یہ کہا کہ اللہ بہتر ہے اور وہی سب سے بڑا باقی رہنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین کا رسول مان لیا ہے تو پھر ہم نے ایمان لانے کا اظہار کرنے میں دیر نہیں کی۔ طمع یہی ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو بخش دے۔ فرعون کے لئے جادوگروں کے اندر یہ تبدیلی بہت بڑی بات تھی۔ اس نے یہ دیکھا تھا، کہ وہ اجر کا یقین حاصل کئے بغیر مقابلے پر نہیں آئے تھے۔ اس نے یہ دیکھا تھا کہ اپنا جادو دکھانے پر وہ اپنے غالب ہونے کا یقین رکھتے تھے۔ اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر ناظرین کو تقویت دے رہے تھے۔ اور ایمان لانے کے بعد ان کا حال یہ تھا کہ سزاؤں کا اعلان انہیں خوف زدہ نہیں کرتا۔ طمع انہیں یہ ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں۔ اور بھلائی یہ ہوئی ہے کہ حق کی روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد انہوں نے ایمان لانے میں دیر نہیں کی۔

حاصل : کسی مقام پر حق کو مانتے ہوئے پہلے ایمان لانے والے قابل قدر ہوتے ہیں۔ ایمان سے قلب منور ہو جائے تو پھر نفس کی خوشی کے لئے کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ اس لئے سوائے اللہ کے کسی کا ڈر بھی باقی نہیں رہتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ (20) میں فرمایا ہے۔

إِنَّهُۥ مَن يَأْتِ رَبَّهُۥ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُۥ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ وَمَن يَأْتِهِۦ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلدَّرَجَٰتُ ٱلْعُلَىٰ ﴿٧٥﴾

t.com

اور جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے، تو اس کے لئے جہنم ہے، جس میں نہ مرے نہ جیے۔ اور جو اس کے حضور مومن ہو کر آئے کہ صالح عمل کیے ہوں تو انہی کے لئے اعلیٰ درجات ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ رات میں میرے بندوں کو لے جائیے، وہ آپ کا پیچھا ضرور کریں گے۔

فرعون کے درباریوں نے اسے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے یہ کہا کہ کیا آپ موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم کو یونہی چھوڑ دیں گے کہ زمین میں فساد پھیلائیں۔ تو اس نے جواب دیا ہم ان پر قہر کرنے والے ہیں۔ آل فرعون جب اپنی طرف سے دی گئی مہلت کو ضائع کر چکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ رات میں بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیے اور یہ خیال رکھئے کہ آل فرعون آپ کا پیچھا ضرور کریں گے۔

حاصل : امام اپنے ساتھیوں کی سلامتی کو عزیز رکھتا ہو اور ساتھی امام سے الگ نہ ہوں تو اس ساتھ میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو کمزور سمجھ لیا جائے وہ آزادی حاصل کرتے ہیں تو ان کا پیچھا ضرور کیا جاتا ہے ظلم کو جاری رکھنے والوں کی طرف سے۔

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

پھر فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے۔

جب فرعون کو یہ علم ہوا کہ بنی اسرائیل راتوں رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکل گئے ہیں تو اس نے ان کو اپنے قہر کا نشانہ بنانے کے لئے شہروں سے اپنے ہرکارے جمع کرنے والے بھیجے تاکہ فوجیں اکٹھی ہوں اور فوج کے ساتھ جو سامان حرب سے ساتھ پوری طرح لیس ہو بنی اسرائیل کا پیچھا کیا جائے اور ان کو واپس لا کر غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا جائے۔

حاصل : ظلم کا تسلسل مظلوم کے بچ نکلنے کی کوشش میں بھی رہتا ہے، ظالم ظلم کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لئے بڑا زور لگاتا ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

بے شک یہ تھوڑے لوگوں کی ایک جماعت ہے۔

rfat.com

(جن لوگوں پر فرعون قہر کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ان کے بارے میں اپنے ساتھیوں کو یہ بتا رہا ہے کہ وہ ایک حقیر سی جماعت ہیں۔ مقابلے میں خطرات بالکل نہیں ہیں۔ تعداد میں یہ لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ سامان حرب ان کے پاس ہے ہی نہیں۔ مدد گار انہیں کہاں سے ملیں گے۔ مظلوموں کی قلت۔ ان کی بے سروسامانی۔ اور ان کا ضعف۔ ظالموں کو ظلم کی بڑی ترغیب انہی اسباب سے ملتی ہے۔)

حاصل : فرعون اپنے ساتھیوں کو ظلم پر ابھارنے کے لئے انہیں یقین دلاتا ہے کہ مقابلے پر آنے والوں کی تعداد تمہارے مقابل بہت کم ہے۔ سامان حرب ان کے پاس نہ ہونے کے برابر ہے اور مددگار ان کا کوئی نہیں ہے۔ یہی وقت مظلوموں پر قہر کرنے کے لئے موزوں ہے۔

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ اور یہ ہمیں غصہ دلاتے چلے جا رہے ہیں۔

(فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے یہ کہا: کہ یہ لوگ حقیر سی جماعت ہیں۔ یہ کوئی وسائل نہیں رکھتے۔ ان کی حمایت میں ہمارے ساتھ کوئی لڑنے والا نہیں ہے۔ اور یہ لوگ ہمیں غیظ و غضب کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ ہمارا غصہ ان لوگوں کے خاتمے کا سبب بن جائے گا۔)

حاصل : فرعون اپنے قہر کا جواز یہی بتاتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل غلامی کی زندگی سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے غصہ دلا رہے ہیں۔

وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اور ہم سب پوری طرح تیار ہیں۔

(آل فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر ثابت کرنے میں لگے رہے۔ ان کے استکبار کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں تکلیف پہنچتی تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں سے برا شگون لیتے۔ اور جب سکھ پہنچتا تو اسے اپنی بدولت جانتے۔ جب ان لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)۔ کیسی ہی نشانی لا کر ہم پر اس سے جادو کیجئے ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں۔ تو یہ ان کے ناقابل اصلاح ہونے کی سند تھی۔ اب یہ لوگ بنی اسرائیل کے خاتمے کے لئے پوری پوری تیاری کرتے ہیں۔)

حاصل : استکبار بڑا جرم ہے۔ یہی جرم آل فرعون کی ہلاکت کا باعث بنا۔ مظلوموں پر قہر کرنے کے لئے بھی ان لوگوں کو پوری تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔

(آل فرعون اپنے استکبار کا اظہار کرتے ہوئے۔ بنی اسرائیل کے خلاف بڑی تیاری سے نکلے۔ وہ باغ اور وہ چشمے جو ان

t.com

لوگوں کو بہت عزیز تھے۔ اور جن سے باہر نکلنا ان کے لئے ناقابل تصور تھا، انہی باغوں اور چشموں سے اللہ نے ان کو [illegible] باہر کیا۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی بند نہیں باندھا جا سکتا۔

وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ اور خزانوں اور عزت کے مقام سے۔

(وہ خزانے اور دولت کدے جو آل فرعون کے لئے باعث عزت تھے یقیناً اللہ کے عطا کردہ تھے [illegible] دیئے گئے تھے کہ ان کے استعمال میں کون سا رخ اختیار کیا جاتا ہے۔ جب یہ دیکھ لیا گیا تو ان خزانوں اور دولت کدوں سے آل فرعون کو نکالنے میں دیر نہیں لگی۔)

حاصل : خزانوں اور دولت کدوں پر اترانا، استکبار ہے اور جرم ہے۔ مجرموں کو ایسے مقامات سے باہر نکالنے میں اللہ کو دیر نہیں لگتی۔

كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٥٩﴾ ہم نے ایسے ہی کیا اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر یہ واضح کر دیا تھا کہ عنقریب تمہارا رب [illegible] اس دیس میں تمہیں خلافت دی جائے گی پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ [illegible] اسی جگہ کا وارث بنا دیا گیا جہاں وہ مظلوم تھے۔)

حاصل : غالب کو مغلوب کر دینا اور مغلوب کو غالب کر دینا اللہ [illegible] نتائج ہمیشہ اللہ کی مشیت کے تابع ہوتے ہیں۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ تو دن چڑھے انہوں نے ان کا پیچھا کیا۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا گیا تھا کہ آل فرعون آپ کا پیچھا [illegible] اسرائیل کو اس مقام تک پہنچا دیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ فرعون [illegible] تھے۔ وہ اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے کے لئے دن کی روشنی [illegible] آغاز دن چڑھے کیا۔)

حاصل : ظالم اپنی دھاک بٹھانے کے لئے ظلم روشنی میں کرتے ہیں۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں، تو اصحاب موسیٰ نے کہا، بے شک ہم پالئے گئے۔

بنی اسرائیل نے جب آل فرعون کو غیر معمولی تیاری کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اپنے پیچھے آتے دیکھا، تو انہیں یہی خیال ہوا کہ ان لوگوں سے بچ نکلنے کی تدبیر کامیاب نہیں ہوئی۔ اس لئے انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا، جن سے بچ کر نکلے تھے وہ تو پھر ہمارے سر پر آچکے ہیں۔ ماضی کی تکلیف دہ یادوں سے بھی دکھ ضرور پہنچتا ہے۔

حاصل: دشمن غیر معمولی تیاری کے ساتھ ظلم کے لئے بڑھ رہا ہو، تو ماضی کے حوالے سے اس کے تمام ظلم یاد آجاتے ہیں۔ اپنے محسوسات کو صاحب امر کے سامنے بیان کرنا چاہئے۔

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

فرمایا، ہرگز نہیں۔ بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے، ابھی وہ راہ دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے خوف کو دور کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہارا دشمن اب کبھی تم پر غالب نہیں ہو گا۔ ان لوگوں سے مت ڈرو۔ دیکھتے رہو، تمہاری مدد کیسے ہوتی ہے۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ اس کے مقابل ان لوگوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ وہ ابھی راہنمائی فرمائے گا اور ہم وہی کریں گے جس کا وہ حکم دے گا۔

حاصل: اپنے ساتھیوں کو سہارا دینا بڑے علم کا کام ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل کی طرف دیکھا جائے تو دشمن کا خوف دور ہو جاتا ہے۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾

تو ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ بحر کو اپنے عصا سے ضرب لگایئے۔ تو جبھی دریا پھٹ گیا، اور ہر حصہ عظیم تودے کی طرح ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ دریا پر اپنا عصا مبارک ماریئے۔ آپ نے پانی کے اوپر اپنا عصا مبارک مارا تو جبھی دریا پھٹ گیا، اور پانی کی عظیم دیواریں بن گئیں، اور وہ راستے بن گئے جن سے بنی اسرائیل کو گزرنا تھا۔ دریا کے پانی کا پھٹ جانا اور بنی اسرائیل کو نجات کی راہ نظر آجانا بہت بڑی بات تھی، اور یہ سب کچھ آل فرعون کے سامنے ہوا تھا۔ آل فرعون یہ دیکھ رہے تھے کہ دریا نے بنی اسرائیل کو بچ نکلنے کی راہ دے دی ہے، اس لئے یہاں ان کو مارنا کافی نہیں ہو گا۔

t.com

حاصل : خیر الناصرین کی طرف سے جو مدد دی جاتی ہے۔ وہی حال پر ضروری ہوتی ہے۔ اور وہی پوری مدد ہوتی ہے حال پر۔

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ اور ہم دوسروں کو بھی پاس لائے۔

دریا میں راستے بن گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق ان [illegible] آل فرعون کو دریا کے قریب لے آئی۔ ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو سلامتی کے ساتھ [illegible] موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین کا رسول ماننے کی بجائے جادوگر ہی کہتے رہے۔

حاصل : اتمام حجت میں عبداللہ۔ اللہ کی سنت کو دیکھ کر ہی پورا ہو سکتا ہے۔

وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور جو آپ کی معیت میں تھے سب کو نجات دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق دریا کو پار [illegible] دریا کو عبور کیا۔ اور سلامتی کے ساتھ وہ تمام لوگ دریا سے گزر گئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے [illegible] نے یہ شرف بخشا کہ جنہیں یہ حاصل ہوا اسے نجات مل گئی۔

حاصل : جس ذات پاک کی معیت باعث نجات ہو اس کا ادب واحترام [illegible] ہوتی ہے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ پھر ان دوسروں کو ہم نے غرق کر دیا۔

فرعون اور اس کے لشکروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں [illegible] فیصلہ کیا کہ دریا سے گزرنے کے انہی راستوں سے [illegible] اور ان دشمنوں کو غرق کر دیں [illegible] فرعون اور آل فرعون [illegible] لیے کا جذبہ انتقام [illegible] وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ جب فرعون اور اس کے لشکر دریا میں داخل ہو [illegible] ظالم تھے آپس میں مل گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیتے ہوئے ان سب کو غرق [illegible] اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں [illegible]

ہوں۔ اس وقت وہ اپنے دعویٰ ایمان کو صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت نہیں کر سکتا تھا. کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت پورا ہو چکا تھا. اس لئے اس کا مسلمان ہونے کا دعویٰ بے حقیقت تھا۔

حاصل : مشیت الٰہی کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ اللہ کے پیاروں سے عداوت رکھنے والے. اللہ کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ جو راستہ اللہ اپنے پیاروں کی نجات کے لئے بنائے. اس راستے سے اپنے پیاروں کے دشمن کو گزرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور وہ اکثر ماننے والے نہ تھے۔

وہ قوم بنی اسرائیل پر قہر کرنے کو اپنی شان سمجھتی تھی. جس کی عددی قوت بڑی تھی. جس کے پاس سامان حرب بہت تھا. جس کے پاس وسائل بہت تھے. جس کے پاس خزانے تھے اور جو استکبار میں مبتلا تھی. اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں اللہ کو دیر نہیں لگی۔ حق کا نہ ماننا ہی ان لوگوں کے لئے باعث ہلاکت ہوا۔

حاصل : حق کا انکار باعث عذاب ہوتا ہے. حق کو ماننا باعث فلاح ہوتا ہے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾ ع

اور بے شک تمہارا رب وہی ہے عزت والا. رحم کرنے والا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کا رسول ہونے کا اعلان کیا. تو فرعون نے کہا. وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا وہ رب ہے آسمانوں کا. وہ رب ہے زمین کا. اور وہ رب ہے آسمان اور زمین کے مابین ہر مقام پر۔ وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا اور مشرق و مغرب کے مابین ہر مقام پر۔ وہ رب ہے حال پر موجود سب کا اور ماضی میں موجود سب کا اور مستقبل میں سب ہونے والوں کا۔ رب العالمین کی شان ایسی ہے کہ اس کی قدرت کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ اپنے رسول کے ماننے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

حاصل : ہم رب العالمین پر ایمان لاتے ہیں. اس کے ساتھ کو باعث فلاح جانتے ہیں اور اس کے رحم کے طالب ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ (20) میں ارشاد فرمایا ہے:
وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ﴿٤٧﴾
اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وقف لازم

اور ان پر ابراہیم (علیہ السلام) کی خبر تلاوت کیجئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر خیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر سنائی جا رہی ہے۔ اس خبر کی تلاوت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ خبر سنانے کا حکم سن کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی خبر سنا دی جو حکم دیا گیا ہے۔ اس خبر میں ماننے والوں کے لئے نصیحت موجود ہے۔ جو اس خبر کو سن کر فلاح کی راہ اختیار کرے گا وہ اپنے آپ کو اس خبر سے مستفید ہونے والا علم لوگوں کو سکھا کر شکریہ ادا کرے گا۔ اس کے کان بھی پاک ہوں گے۔ اس کی زبان بھی پاک ہو جائے گی۔

حاصل : ہماری باتوں کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہئے۔ خیر کو سننا ہے اور خیر کی بات ہے تو یہ راہ فلاح کو اختیار کرنے کا ثبوت ہے۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾

جب آپ نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا تم کس کی بندگی کرتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر یہاں سے شروع ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنے باپ سے سوال کیا۔ آپ نے باپ کو بھی دیکھا تو خلوت و جلوت میں بندگی کے مقامات کا مشاہدہ کرنے کے بعد آپ نے اپنے باپ سے اور قوم سے پوچھا کہ تم کس کی بندگی کرتے ہو۔ یہ سوال دعوت فکر دینے کے لئے تھا۔ مبدا اپنے معبود سے تعلق کا شعور حاصل کرے کہ بندگی خالق کل کی ہو اور اس کے نازل فرمائے ہوئے حق کے مطابق ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں۔

حاصل : اپنے گھر سے اپنے مشاہدے کی ابتدا کرنی چاہئے۔ اتفاق سے کسی کی بندگی ہو رہی ہے اور بندگی اللہ کی ہو رہی ہو تو نور معرفت کو بڑھانا چاہئے۔ نور معرفت نظر آئے تو دیکھنا چاہئے کہ بندگی کس کی ہو رہی ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾

انہوں نے کہا ہم اصنام کی بندگی کرتے ہیں اور ان کے سامنے آسن مارے بیٹھے رہتے ہیں۔

یہ جواب انہی کی طرف سے تھا جن سے یہ پوچھا گیا تھا کہ آپ لوگ کس کی بندگی کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے سامنے آسن مارے بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بتوں کے سامنے آسن مارے بیٹھے رہتے ہیں۔ کسی شے کی شکل اور کسی صورت بنا کر تمثیل بنائی جاتی ہے۔ اس طرح یہ آسن مار کر بیٹھنے والے اپنی توجہ ان پر مرکوز کرتے تھے۔

حاصل : بے حقیقت بات کے ساتھ کوئی سند موجود نہیں ہوتی۔

قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ فرمایا۔ کیا تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصنام کے بارے میں یہ پوچھا۔ کہ جن کی تم بندگی کرتے ہو۔ یہ تمہاری دعاؤں کو سنتے ہیں۔ معبود کی شان ہے کہ وہ اپنے عبادی دعاؤں کو سنے اور اپنے علم سے جو چاہے کرے۔ جس کے سننے کا کوئی ثبوت نہ ہو اس کو معبود کہنا کفر ہے۔ دعوت فکر میں سامعین کو اپنے اعمال کی حقیقت کو دیکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جہاں طلب ہدایت موجود ہو وہاں یقیناً خیر کا رخ اختیار کیا جاتا ہے۔

حاصل : دعوت فکر دینے میں صاحب رشد کا اتباع باعث استقامت ہوتا ہے۔ سامعین کو صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد دینے کے لئے بات کی جائے تو اس کے معنی اور ہوں گے اور ان کو بے عقل ثابت کرنے کے لئے بات کی جائے تو اس کے معنی اور ہوں گے۔

أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ یا تمہیں نفع و ضرر پہنچاتے ہیں۔

معبود کی شان ہے کہ وہ نتائج پر قادر ہوتا ہے۔ اس لئے نفع ہو یا ضرر۔ اس کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ جو نفع اور ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔ اس کو معبود مان لینا کس حوالے سے ہوگا۔ اور اس حوالے کے درست ہونے کی سند کیا ہوگی۔ نفع مطلوب ہوتا ہے اور ضرر سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ معبود کی رضا معلوم ہو تو رخ درست ہو سکتا ہے۔

حاصل : جو نفع و نقصان پر قادر نہ ہو۔ وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ کہنے لگے ہم نے اپنے آباء کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔

قوم کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ جواب دیا گیا۔ کہ جس حوالے سے ہم ان بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے آباؤ اجداد ہیں۔ ہم نے انہیں ایسے ہی کرتے پایا ہے۔ اس لئے ہم انہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ راہ راست پر نہ ہوں۔

حاصل : اپنے آباؤ اجداد کی طریقت اختیار کرنا اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے۔ جب اس کے درست ہونے کی سند موجود ہو۔ جو لوگ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلنے کے لئے تیار نہ ہوں، گمراہی ضرور ان کو گھیرے رکھتی ہے۔

قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۷۵﴾ فرمایا۔ کیا تم غور کرتے ہو، جن کی تم عبادت کرتے رہے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت غور و فکر دیتے ہوئے اپنی قوم کو یہ احساس دلایا کہ جن کی عبادت کی جا رہی ہے وہ تو کچھ سنتے نہیں، قطعاً کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ عبد اپنے حال کو معبود کے سامنے بیان کر کے مدد طلب کرتا ہے۔ [illegible] وہ عبد کی احتیاج کو دور نہیں کر سکتا۔ بتوں کے بارے میں یہ شک کسی کو نہیں ہو سکتا کہ وہ [illegible] کے محتاج ہوتے ہیں۔

حاصل : دعوت غور و فکر میں یہ احتیاط ضرور کرنی چاہئے کہ سامعین کے اندر [illegible] پیدا ہو اور ان کی نظر اسی بات پر رہے کہ ہونا کیا چاہئے اور ہو کیا رہا ہے۔

اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ۙ﴿۷۶﴾ تم اور تمہارے قدیم آباء۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ تم لوگ اپنے قدیم آباؤ اجداد کی راہ پر ہوتے ہو [illegible] موجود ہو۔ غور و فکر کے لئے تمہارے پاس وقت ہے۔ اب اس بات کا یقین [illegible] تمہارے قدیم آباؤ اجداد اگر خلاف حق کرتے ہوئے خسارے میں پڑے ہیں تو ان کی پیروی سے [illegible] ہو سکتی۔

حاصل : ہمارے آباؤ اجداد اگر حق کو مانتے ہوں تو ان کے نقش قدم [illegible] رکھتے ہیں۔ اگر وہ خلاف حق کرتے رہے ہوں تو ان کی پیروی نہیں [illegible] جائے گی۔

فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّىۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۷۷﴾ تو بے شک وہ [illegible] رب العالمین کے۔

دشمن کا قرب کبھی مطلوب نہیں ہوتا۔ دشمن سے کبھی بھلائی کی امید نہیں ہوتی۔ [illegible] بھی ہمارے دشمن ہی ہوتے ہیں۔ [illegible] معبود کہنا خلاف حق ہے۔ انسانی تجزیے سے [illegible] قریب ہونے میں مدد دیتی ہے۔ رب العالمین کے لئے [illegible] حاصل ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

حاصل : دشمن کو پہچاننا ضروری ہے ورنہ اس سے بچنے کی کوشش پوری نہیں ہوتی۔ [illegible]

rfat.com

عصیان سے کراہت ہو تو پھر باطل معبودوں کو دشمن کہنا درست ہوتا ہے۔ رب العالمین کی رافت و رحمت تمام لوگوں پر ہے. ہر مقام پر ہے. مانتے وہی ہیں جو ایمان والے ہیں۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وہ جس نے مجھے خلق فرمایا ہے اور وہ میری راہنمائی کرتا ہے۔

رب العالمین کی صفات عالیہ بیان فرمانے کا منشایہ ہے کہ معبود کی صفات کو دیکھا جائے اور حق و باطل کے درمیان واضح خط امتیاز کھینچ لیا جائے۔ معبود کی شان ہے کہ وہ خالق کل ہے۔ اس نے بندے کو خلق فرمایا ہے۔ وہ بندے کے باطن کو بھی جانتا ہے. ظاہر کو بھی جانتا ہے۔ بندہ جب اس کی طرف رجوع لاتا ہے تو وہ اسے ہدایت دیتا ہے۔

حاصل : معبود صرف اللہ ہے. جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ خالق کل ہے۔ ہماری جسمانی اور روحانی طلب کو وہ اپنے علم مطلق سے جانتا ہے۔ اگر ہم اس کی طرف رجوع لائیں تو وہ ہدایت دیتا ہے۔ معبود کی صفات کو ملحوظ رکھنا بندے کی شان ہے۔

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ اور وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

معبود لاشریک کی صفات بیان کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو صحیح رخ دکھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ رب العالمین ہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ کھانے اور پینے کی چیزیں سب اللہ کی پیدا کردہ ہیں۔ جسمانی ضرورت کا مقام بھی اس نے رکھا ہے۔ پرورش کرنے والے کے علم سے ہی سارا کام ہو رہا ہے۔ معبود اپنے عباد کے لئے وہ سب کچھ کرتا ہے. جو ان کے لئے مفید ہوتا ہے۔ بندوں کو اپنی ضروریات کا کلی علم نہیں ہوتا۔ کھانا اور پینا حق کے مطابق طیبات سے ہو تو پھر یہ کہنا اظہار عبدیت ہے کہ میرا رب ہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

حاصل : ہمارے کھانے اور پینے کو حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس میں اسراف بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے طلب ہدایت کا ثبوت ملتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ اور جب میں مریض ہو جاؤں تو وہی شفا دیتا ہے۔

رب العالمین کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔ بندہ کھانے اور پینے میں اپنی خواہش اور ضرورت میں فرق کو نہ دیکھے تو کبھی اس مقدار سے زیادہ کھا لیتا ہے جو جسم کو درکار ہوتی ہے. کبھی اس وقت کھا پی لیتا ہے جب جسم پہلے کھائے ہوئے کو ہضم کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ کبھی وہ کچھ کھا لیتا ہے جو اسے لذیذ لگتا ہے۔ مگر اس لذت کے ساتھ جس محنت کا تعلق ہوتا ہے. اسے نظر انداز

کر دیتا ہے۔ اس طرح جسم کے تمام نظاموں کے درمیان جو ربط رکھا گیا ہے۔ اس پر اثر پڑتا ہے اور بندہ بیمار ہو جاتا ہے۔ مرض کا سبب معلوم ہو جائے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اللہ اپنے فضل سے شفا دے دیتا ہے۔ اللہ جسم کے نظاموں کے مابین ربط کو بحال کر دے اور قوت کارکردگی اعتدال پر آجائے تو مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔

حاصل : کھانے پینے میں اپنی ضرورت اور خواہش کے مابین فرق دیکھنا چاہئے۔ مرض کے سبب کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو شفا کی دعا بجا ہوگی۔ ورنہ بے جا ہوگی۔

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾

اور جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا۔

معبود کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میرا معبود وہ ہے جس نے میرے مقصد حیات کا تعین کیا ہے۔ اسی نے مجھے توفیق دی ہے۔ اسی نے مہلت دی ہے۔ وہی اس مہلت کے پورا ہونے کے بعد مجھے موت دے گا اور موت کے بعد پھر جزا کے لئے زندہ کرے گا۔ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اپنے [illegible] معبودوں کا حال بھی دیکھ سکتی تھی۔

حاصل : خالق کل نے ہمارے مقصد حیات کا تعین کیا ہے۔ اسی نے توفیق دی ہے۔ وہی موت دے گا اور وہی جزا کے لئے زندہ کرے گا۔ جزا کا یقین ہو تو انسان سے غفلت نہیں ہوتی۔

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾

اور وہ جس سے مجھے طمع ہے کہ روز جزا کو میری خطائیں بخش دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معبود کی شان بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس سے یہ طمع ہے کہ وہ جزا کے دن میری خطاؤں کو بخش دے گا۔ بندگی میں یہ [illegible] کا حق ادا کرنے میں خطا ہوتی ہے۔ اللہ کی عطا اس کی شان کے مطابق [illegible] اللہ بخشنا چاہے تو بھی وہ مالک ہے۔ گرفت کرنا چاہے تو بھی وہی مالک ہے۔

حاصل : اللہ سے یہ طمع رکھنا چاہئے کہ وہ جزا کے دن ہماری خطاؤں کو بخش دے گا۔ [illegible] لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دینا چاہئے۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾

اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور [illegible]

rfat.com

صالحین سے میرا الحاق فرما۔

اپنے رب کا روشن تعارف کرانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اظہار عبدیت کرتے ہوئے اپنے معبود سے یہ دعا کرتے ہیں: کہ اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین میں ملا دے۔ میری بات تیری رضا کے مطابق ہو اور صالحین کی طریقت میرے سامنے رہے۔ بتوں کے سامنے آسن مار کر بیٹھنے والوں کو آپ نے یہ کر کے دکھایا کہ رب العالمین کی بندگی کیسے کرنی چاہئے اور اس سے مانگنا کیا چاہئے۔

حاصل : یہ دعا کرنی چاہئے: یا اللہ تیرے حکم کی اطاعت میرا طریق زندگی ہو، اور صالحین کا ساتھ مجھے نصیب ہو۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾ اور آخرین میں میری سچی ناموری رکھ۔

اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا۔ کہ اے میرے رب میرے راستے کو اس قدر روشن کر دے۔ کہ پیچھے آنے والے سلامتی کے ساتھ سب مقامات سے گزر جائیں، اور میری صورت میں انہیں نظر آئے کہ عبد و معبود کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے۔

حاصل : حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طریقت میں ہمارے لئے برکات ہیں۔ خیر و برکت کے حصول کے لئے دعا کرتے ہوئے بھی ان کا ذکر خیر کرنا چاہئے، اور خیر و برکت کے حصول کے بعد بھی ان کا ذکر خیر کرنا چاہئے۔

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ اور مجھے ان میں ٹھہرا جو جنتِ نعیم کے وارث ہیں۔

اظہار عبدیت کرتے ہوئے عبد کو اپنے معبود سے یہ مانگنا چاہئے، کہ مجھے فلاح عطا فرما اور ان حضرات میں ٹھہرا جو باغ نعمت کے وارث ہیں۔ معبود ماضی حال اور مستقبل کا لاشریک مالک ہے۔ جو اللہ کی رضا کو مقصد حیات بناتے ہیں وہی جنت کے وارث ہوں گے۔ اس پاک جماعت میں شمار ہونا بڑی بات ہے۔

حاصل : جنت کے وارثوں میں شمار ہونا بڑی بات ہے، اس کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ دعا تبھی درست ہوگی جب حال پر صالحین کا ساتھ ہوگا۔

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ اور میرے باپ کو بخش دے بےشک وہ گمراہ ہے۔

t.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے آپ سے حق کو سن کر یہ کہا تھا: اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو ہم سے خدا سے منہ پھیرتا ہے۔ اگر تو اس حرکت سے باز نہ آیا تو ضرور میں تمہیں رجم کروں گا۔ اور تو مجھ سے دور ہو جا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا: آپ پر سلام ہو۔ میں جلد ہی آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ یہ دعا اس وعدے کے حوالے سے تھی جو آپ نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے، آپ اس سے الگ ہو گئے۔ یہی حق ہے۔

حاصل : اللہ کا دشمن ہمارا دشمن ہے چاہے اس سے کوئی رشتہ ہو۔ جس سے خیر کی طرف آنے کا امکان ہو اسی کے لئے دعاء خیر کی جا سکتی ہے۔ اللہ کے دشمن کا خیر کی طرف آنا ممکن نہیں ہوتا۔

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ اور جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے اس دن مجھے رسوا نہ کیجیو۔

رب العالمین کی بندگی کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ اس دن عزت والے وہی ہوں گے جو صالحین میں شامل ہوں گے۔ عزت اللہ کی ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور مومنین کی ہے۔ جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

حاصل : جزائے خیر کی دعا کرنا حق ہے۔ حال یہ ہے کہ اللہ کا دشمن چاہتا ہے کہ اس سے محبت کا اظہار کیا جائے۔ آخرت میں اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے

قیامت کا دن جزا کا دن ہو گا۔ اس دن مال اور بیٹے کسی کو نفع نہیں دیں گے۔ جو اللہ کی رضا کے مطابق مال خرچ کرتا ہے۔ وہ فلاح پائے گا۔ جو مال کو خلاف حق خرچ کرتا ہے اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

حاصل : مال اور بیٹوں کو اللہ کی رضا کے مطابق حال پر صرف کریں تو باعث فلاح ہوتا ہے۔

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ سوائے اس کے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔

وہ قلب جس میں منیب سے محبت موجود ہو. من مانی کرنے سے رک جاتا ہے۔ حق کو سن کر ادب سے ماننا اس کا طریق زندگی بن جاتا ہے۔ قلب سلیم والا یہ نہیں دیکھتا کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں. یہ دیکھتا ہے کہ اپنے شاہد کے اتباع میں اسے لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ جو قلب سلیم رکھتا ہے. یکسوئی اس کا حال ہوتی ہے۔ اس کا حال حق کے مطابق ہوتا ہے اس لئے اس کا مستقبل بھی درست ہو گا۔

حاصل : اگر ہم من مانی کرنے سے رک جائیں. اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے سے محبت رکھیں تو ہمارا قلب. قلب سلیم ہو جائے گا۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ اور جنّت متقین کے قریب لائی جائے گی۔

متقی خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہتا ہے. اور جلوت میں اللہ کے محبوب کے ساتھ پاک رہتا ہے۔ متقی کو یہ ڈر رہتا ہے کہ اس سے کوئی کام اللہ کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے۔ دائمی پاک دامنی کا شرف رکھنے والے لوگ اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ جنت ان کے قریب لائی جائے گی. کہ وہ اس انعام کو دیکھ کر مسرور ہوں جو انہیں عطا ہونے والا ہے۔

حاصل : متقین اللہ کے ساتھ کی بدولت انعامات سے نوازے جاتے ہیں۔ یہ ساتھ نصیب ہو تو جنت بندے کی طالب ہوتی ہے اور بندہ اس کا مطلوب ہو جاتا ہے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ اور دوزخ گمراہوں کے لئے ظاہر کی جائے گی۔

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے. عذاب جہنم کی بات سن کر اسے جھٹلاتے ہیں۔ قیامت کے دن دوزخ کو ان کے سامنے ظاہر کیا جائے گا. اور پوچھا جائے گا. کیا یہ حق نہیں ہے۔ تو یہ لوگ عرض کریں گے. ہمارے رب کی قسم یہ یقیناً حق ہے۔ جس عذاب کو وہ بعید از قیاس سمجھتے تھے. وہ ان کے سامنے ہو گا۔

حاصل : دوزخ اس وقت خلوت میں ہے. جزا کے دن اسے گمراہوں کے لئے جلوت میں لاتے مالک یوم الدین کو دیر نہیں لگے گی۔

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ اور ان سے فرمایا جائے گا. کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔

منکرین حق سے یہ پوچھا جائے گا. کہ جن کی بندگی کی وجہ سے تم جزا کا انکار کرتے تھے وہ کہاں ہیں. جزا تو تمہیں نظر آرہی

ہے۔ کافر کہیں گے کہ آج کا دن بھاری ہے۔ اب انہیں حق کو ماننے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ مگر ایمان [illegible]
وقت گزر چکا ہوگا اس لئے توبہ قابل سماعت ہی نہیں ہوگی۔

حاصل : جزا کے دن، مجرم جزا کو دیکھیں گے، تو ان سے یہ بھی پوچھا جائے گا [illegible]
وجہ سے تم عذاب آخرت کا انکار کرتے تھے۔ انہیں دیکھو وہ کہاں ہیں۔ [illegible]
شان ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۭ﴿۹۳﴾

اللہ کے مقابل۔ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے، یا بدلہ لیں گے۔

منکرین حق جن کو اللہ کے مقابل پوجتے ہیں ان کے بارے میں منکرین حق سے یہ پوچھا جائے گا [illegible]
تھے کیا وہ تمہاری مدد کریں گے کہ تم سامنے نظر آنے والے عذاب سے بچ جاؤ یا ان سے [illegible]
لینے کی کوشش کریں۔ قادر مطلق کی مخالف وہ قوت بہرحال قادر مطلق سے [illegible]
نہیں۔ اس لئے اس کے مقابل نہ کوئی مدد کرنے والا ہوگا نہ کوئی بدلہ لینے والا ہوگا۔

حاصل : اللہ کے مقابل نہ کوئی مددگار ہو سکتا ہے نہ کوئی بدلہ لینے والا [illegible]
مطلق مان لیا جائے تو پھر ہمارا کوئی کام خلاف حق ہونا نہیں چاہئے۔

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾

پھر وہ اس میں اوندھے منہ [illegible]
جائیں گے اور سب [illegible]

عذاب آخرت کا انکار کرنے والے مجرم [illegible]
کہ یقیناً یہ حق ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

حاصل : [illegible]
انجام وہی ہوگا [illegible]
سکے گا۔

وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۭ﴿۹۵﴾

اور ابلیس کے سب لشکر بھی۔

rfat.com

منکرین حق کے ساتھ جہنم میں ابلیس کے سب لشکروں کو بھی ڈال دیا جائے گا۔ جو ابلیس کا اتباع کرے گا، وہ دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا۔ مخلصین ہی وہ لوگ ہیں، جن کو ابلیس بہکا نہیں سکتا۔

حاصل : مخلصین کا ساتھ ہو تو حال بھی اچھا ہوتا ہے مستقبل بھی اچھا ہو گا۔

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ اور وہ اس میں باہم جھگڑیں گے اور سب ایک نتیجے پر پہنچیں گے۔

جہنمی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑیں گے۔ گمراہ کرنے والے کہیں گے، ہم نے انہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے۔ گمراہ وہی ہوتا ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ گمراہ ہونے والے اور گمراہ کرنے والے جھگڑتے جھگڑتے گمراہی کے اسباب کو دیکھیں گے، تو جھگڑا بے معنی ہو جائے گا۔ گمراہی اپنی خواہشات کی پیروی سے ہوتی ہے، استکبار کے ساتھ ہوتی ہے، اور حق کو سن کر جان بوجھ کر اس سے غافل رہنے سے ہوتی ہے۔ برائی کی ترغیب دینے والا اس لئے اچھا لگتا ہے کہ وہ گمراہ ہونے والے کی پسند کو اہمیت دے رہا ہوتا ہے۔

حاصل : جھگڑا جہنم میں یہی ہو گا، کہ گمراہ ہونے والے گمراہ کرنے والوں کو کوسیں گے، اور گمراہ کرنے والے گمراہ ہونے والوں سے کہیں گے تم نے وہی کیا جو تمہیں اچھا لگتا تھا۔ اسباب پر نظر ہو تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور بات واضح ہو جاتی ہے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اللہ کی قسم ہم صریحاً گمراہی میں تھے۔

جہنمی یہ اعتراف کریں گے، کہ وہ صریحاً گمراہی میں تھے۔ یہ اعتراف ایسے وقت میں ہو گا، کہ اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ حقائق کا انکار کرتے کرتے یہ لوگ حیات دنیا کو اور متاع حیات دنیا کو ضائع کر چکے ہوں گے۔ جس انجام سے ان کو ڈرایا جاتا تھا وہ انجام ان کو اس وقت گھیرے ہوئے ہو گا۔

حاصل : حقائق کا انکار گمراہی ہے۔ فلاح مطلوب ہو تو حال پر اصلاح کو قبول کرنا چاہئے۔

اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ جبکہ تمہیں رب العالمین کے مساوی ٹھہراتے تھے۔

گمراہ کرنے والوں کی بات ان کی خواہش اور غرض و غایت سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کو ماننے والے، ان کی بات ایسے مانتے ہیں جیسے رب العالمین کی بات کو ماننا چاہئے۔ رب العالمین کا فرمان علم مطلق سے ہوتا ہے، ماننے والوں کی بھلائی کے لئے ہوتا

ہے۔ اس فرمان کے ماننے سے نور ہدایت پھیلتا ہے۔ جب گمراہ کرنے والوں کی بات کو یہ اہمیت دی جائے [illegible]
شان ہوتی ہے۔ تو یہ گمراہی کو اپنے لئے مقدر کر لینے والی بات ہوتی ہے۔

حاصل : جس کی بات رب العالمین کی بات ہو، وہ خلوت و جلوت میں پاس ہوتا ہے۔ [illegible]
اس کی بات کو اہمیت دینا اور اسے حق کے برابر ٹھہرانا گمراہی ہے۔

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ اور ہمیں مجرموں نے ہی بہکایا۔

بھٹکنے والے یہ کہیں گے: جن لوگوں نے ہمیں خواہشات کی پیروی کی ترغیب دی [illegible]
بیان کیا کہ اسے حق کے برابر ٹھہرانے کے مرتکب ہوئے، وہی مجرم ہیں اور انہی لوگوں نے گمراہ کیا ہے۔ [illegible]
سادگی کا بہت ذکر کرتے ہیں اور بہکانے والوں کی چالاکی کا بہت چرچا کرتے ہیں [illegible]
اختیار کرتے ہیں جو انہیں پسند ہوتا ہے۔

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ تو اب ہمارا کوئی شافع نہیں۔

شاہد ہی شافع ہو سکتا ہے کہ وہ مشفوع کے بارے میں یہ دعویٰ کرے [illegible]
سے جوڑا بھی رہا ہے اور اس سے خطا بھی ہوتی رہی ہے۔ جس کی بات خلوت و جلوت میں [illegible]
اس کی شفاعت کا حق ہو ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کی [illegible]
ہونے کی تعلیم دیتا ہے، یا حق کو اپنے مطابق بنانے کی تعلیم دیتا ہے۔

حاصل : شاہد ہی شافع ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوتا ہے [illegible]
شافع سے حال پر تعلق ہو تو مستقبل میں اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے [illegible]

وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ اور نہ کوئی حمایت کرنے والا دوست۔

[illegible]

حاصل : دوست وہی ہونا چاہئے جو پاس ہو [illegible]
لیا جائے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ [illegible]

سے ہوں۔

دوزخ والے یہ عرض کریں گے، کہ اگر ہمیں عمل کرنے کی مہلت ملے، تو ہم مومنین میں شمار ہوں گے۔ وہ یہ دعا بھی کریں گے: اے ہمارے رب ہمیں اس جگہ سے نکال کہ ہم صالح عمل کریں، جو پہلے نہیں کرتے تھے۔ فرمایا جائے گا، کیا ہم نے تمہیں وہ وقت نہیں دیا تھا، جس میں نصیحت ماننا جسے سمجھنا تھا، اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس آئے۔ حال سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو مستقبل میں اس وقت کے لوٹ آنے کی طلب ہوگی، مگر یہ وقت لوٹ کر نہیں آئے گا۔ مومنین حق کو سنتے ہیں اور ادب سے مانتے ہیں۔

حاصل : حال پر ملی ہوئی مہلت کو اس طرح استعمال کرنا چاہئے کہ ہم مومنین میں شمار ہوں۔ نصیحت کو ماننے کے لئے دیا گیا وقت محدود ہی ہوتا ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾

بے شک اس میں نشانی ہے اور وہ اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

جو کچھ اوپر بیان ہو چکا ہے، اس میں طلب ہدایت رکھنے والوں کے لئے یقیناً نشانی ہے۔ ہدایت تو اسے ہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کی پیروی کرے، اور من مانی کرنے سے رک جائے۔ مگر اکثر لوگ اس رخ پر آتے ہی نہیں۔ ایمان انہیں کیوں کر نصیب ہو سکتا ہے۔

حاصل : حق کی نشانی ہمیشہ حال پر موجود ہوتی ہے، فائدہ اس سے طالب ہدایت لوگوں کو ہی ہوتا ہے۔ اکثر لوگ طالب ہدایت ہوتے ہی نہیں پھر ایمان انہیں کیونکر نصیب ہو سکتا ہے۔

ع وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ ع

اور بے شک تمہارا رب عزت والا، رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، عزت والا ہے، رحم کرنے والا ہے۔ مخلوق سے جو تعلق رب العالمین کو ہے، وہ کسی دوسرے کو مخلوق سے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی قدرت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے رحم کی شان دیکھئے، جو خطا کے بعد تائب ہو، ایمان لائے اور صالح عمل کرے، اس کے متعلق فلاح پانے والوں میں شمار ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔

حاصل : باعزت ہونے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہمارا شمار مومنین میں ہو۔ لوگوں پر رحم کرنے والا ہی اللہ کے قریب ہو سکتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص (28) میں فرمایا ہے۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٧٠

اور وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حمد اول و آخر اسی کے لئے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝١٠٥ — قوم نوح نے مرسلین کی تکذیب کی۔

ماضی کی بات کو ماننے میں لوگوں کو مشکل پیش نہیں آتی۔ حال کو ماننا پیش نظر ہوتا ہے [illegible] نفی ہو جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ماضی کے رسولوں کے عمل کی تصدیق کی [illegible] درست نہ تھے۔ اللہ کے نزدیک دین ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور وہ اسلام ہے۔ جب قوم نوح نے حضرت نوح [illegible] کی تو یہ ان مرسلین کی بھی تکذیب تھی جن کی تصدیق حضرت نوح علیہ السلام نے کی تھی۔

حاصل : حال ماضی کا مصدق ہو تو حال کی تکذیب ماضی کی بھی تکذیب [illegible] ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝١٠٦ — جب انہیں ان کے بھائی نوح [illegible] نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے انجام سے آگاہ [illegible] علیہ السلام کا فرمان علم الٰہی کے حوالے سے تھا۔ اس [illegible] اس میں سے کچھ گزر چکا ہو، باقی وقت میں غافل [illegible] تو انسان [illegible]۔

حاصل : خلاف حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ [illegible] ہے جو داعی پاک دامنی کے مقام پر فائز ہوں۔

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝١٠٧ — بے شک [illegible] امین ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے [illegible] ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ [illegible] اس کے امین ہونے میں شک نہیں ہو سکتا۔ [illegible] اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اس لئے اللہ کا ہر رسول اپنے اپنے وقت میں [illegible] ہوتا تھا۔

حاصل : پیغام حق وہی پہنچا سکتا ہے جو امین ہو۔ خاتم النبیین کی تشریف آوری سے پہلے [illegible]

حسنہ کی پیروی کرنے والا ہی پیغام حق پہنچانے کا اہل ہو گا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١٠٨

تو اللہ پر تقویٰ کرو اور میری اطاعت کرو۔

اللہ سے ڈرنا حسن نیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا اعتراف بندے کو ہر مقام پر پورا رہنے میں مدد دیتا ہے۔ مقصد حیات کا یقین ہو۔ مہلت کے محدود ہونے کا علم ہو تو ان صاحب سے بڑا محسن کون ہو سکتا ہے جو اصلاح حال کا پورا علم رکھتے ہوں۔ اور جن کی اطاعت سے بندہ ظلمات سے نور کی طرف آتے ہوئے مقصود کو پالے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنا حسنِ نیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور یہ خلوت کی پاکیزگی کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ کے پاک بندے کی اطاعت صالح ہونے کی سند ہوتی ہے۔ اور یہ جلوت کی پاکیزگی کو ثابت کرتی ہے۔ اور خلوت و جلوت کی پاکیزگی لازم و ملزوم ہے۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٩

اور میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ بھلائی کی راہ لو۔ تم لوگ خسارے کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہو۔ مجھے تمہاری راہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ میں قول و فعل میں ہر مقام پر تمہاری راہنمائی کے لئے حاضر ہوں۔ اور پھر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ جس مالک کل نے مجھے یہ کام عطا کیا ہے۔ وہی مجھے اجر بھی دینے والا ہے اور اس سے بہتر کوئی اجر دینے والا نہیں۔

حاصل : ناصح کی شان یہی ہے کہ وہ بھلائی کی راہ دکھائے۔ کبھی لوگوں سے بے پرواہی نہ برتے اور کبھی اجر کا سوال بھی نہ کرے۔ اور اپنی زبان پاک سے کہے کہ اس کا اجر رب العالمین پر ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١١٠

تو اللہ پر تقویٰ کرو اور میری اطاعت کرو۔

اللہ سے ڈرنا۔ بندے کو ہر مقام پر پورا رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والا صورت کی طرف نہیں دیکھتا۔ صورت بنانے والے کی طرف دیکھتا ہے۔ جس کی اطاعت خوف و حزن سے نجات دلا سکے اس کی اطاعت ہمیشہ باعث راحت ہوتی ہے۔ اصلاح حال کے لئے اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے پاک بندے کی حال پر اطاعت کرنا ضروری ہے۔ خواہشات نفس کے دائرے سے نکلنے کی اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

حاصل : طلب ہدایت موجود ہو تو اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے پاک بندے کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

t.com

قَالُوٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ کہنے لگے کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کا اتباع تو بڑے رذیل لوگ ہی کرتے ہیں۔

جب شرافت کو وسعت مال کے حوالے سے دیکھا جائے تو معاشی طور پر کمزور لوگ رذیل ہی نظر آتے ہیں۔ [illegible] کے پاس متاع حیات زیادہ نہیں ہوتی، زندگی کے حقائق کی طرف ان [illegible] سے پہلے ماننے والے ایسے ہی لوگ ہوئے ہیں۔ اشراف کو اپنے مقام و رتبہ [illegible] وہ دعوت حق کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ بات تو آپ کی قابل غور ہے مگر ان لوگوں سے [illegible] اشراف کے لئے ممکن نہیں۔ اشراف کا مطالبہ حق پہنچانے والوں سے یہی [illegible] جائے اور آپ کی باتیں سنی جائیں۔

حاصل : معاشی طور پر کمزور لوگ حق کو ماننے میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ [illegible] لئے امتیازات کو ایک طرف رکھ دینا ضروری ہوتا ہے اور اشراف [illegible] ہوتا ہے۔

قَالَ وَمَا عِلْمِىْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ فرمایا مجھے یہ نہیں [illegible] کرتے ہیں۔

ہم کو ہر شخص اپنے مقام پر بڑی اہمیت رکھتا ہے [illegible] شخص پر اپنی فضیلت ثابت کرنے کے لئے زور نہیں لگاتا [illegible] کرتے رہتے ہیں۔ کسی ایک کام کے کر جانے سے [illegible] مومن نہیں ہے وہ دعوت والا نہیں ہو سکتا [illegible] حق ہے۔

حاصل : ہر پیشے کی اہمیت کو واضح کرنا [illegible] فن کار جس کے بغیر معاشی زندگی چل نہیں سکتی قابل قدر ہے۔ [illegible] بے ہودگی ہے۔

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّىْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ ان کا حساب میرے رب ہی پر ہے اگر تمہیں شعور ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: جن لوگوں کو تم بڑے رذیل کہہ رہے ہو، اور جو تمہیں میرا اتباع کرتے نظر آتے ہیں، ان پر ان کو دی گئی توفیق کی نسبت سے کیا حق عائد ہوتا ہے اور وہ اسے کس قدر پورا کر رہے ہیں، یہ حساب تو رب العالمین ہی کر سکتا ہے۔ اس موضوع پر اس کے علاوہ جو بات بھی کی جائے گی وہ بات کرنے والے کی بے شعوری کا ہی ثبوت ہوگی۔

حاصل : اللہ ہی جانتا ہے، کس پر کیا حق عائد ہوتا ہے اور وہ اسے کس قدر پورا کر رہا ہے۔ شعور والے کسی کو اس کے پیشے کے حوالے سے رذیل نہیں کہتے۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

اور میں مومنین کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔

وہ لوگ جن کو حضرت نوح علیہ السلام کے قریب ہونے میں یہ مشکل نظر آتی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اتباع کرنے والے بڑے رذیل لوگ ہیں، اور ان کے ساتھ بیٹھنا اشراف کی عزت کے منافی ہے، ان متکبر لوگوں پر حضرت نوح علیہ السلام نے یہ واضح فرمایا کہ تمہاری خوشی اگر اس بات میں ہے کہ میں ان غریب مومنین کو اپنے پاس سے دور کر دوں تو میں یہ نہیں کروں گا۔

حاصل : ناصح امین کو وہی عزیز ہوتا ہے جو طلب ہدایت رکھتا ہو۔ طلب ہدایت ہی قلبی صفائی کا ثبوت ہوتی ہے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾

میں تو صریحاً ڈر سنانے والا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے متکبرین سے فرمایا، میں ان مومنین کو اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں ہوں جن کو تم لوگ ارذل کہہ رہے ہو۔ میرا حق یہی ہے کہ میں اپنی قوم کو اس کے انجام سے خوب آگاہ کر دوں۔ جو حق کو سن کر اس کا انکار کرے وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ ہدایت کے طالب یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں میں کثیر لوگ غریب ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک ہادی کے پہچاننے میں اس کے ماحول سے بڑی مدد ملتی ہے۔

حاصل : ڈر سنانے والا اپنا حق ادا کرنے پر نظر رکھتا ہے، لوگوں کی پسند کا لحاظ رکھنے والا پیغامِ حق پہنچا بھی نہیں سکتا۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

کہنے لگے، اے نوح (علیہ السلام) اگر آپ باز نہ آئے تو ضرور آپ کو رجم کر

Marfa

دیا جائے گا۔

قوم کے مستکبرین نے یہ کہا: اے نوح (علیہ السلام) ہم آپ کو اس راستے پر نہیں دیکھتے جس پر ہمارے آباؤاجداد چلتے رہے ہیں۔ یہ بات ناقابل برداشت ہے۔ اگر آپ اپنی موجودہ روش سے باز نہ آئے تو پھر انجام یہی ہوگا کہ قوم آپ کو سنگسار کر دے گی، اور اس قوم سے کوئی ہمارے فیصلے کے خلاف آواز نہ اٹھائے گا۔

حاصل: منکرین حق کو اپنے آباؤاجداد کی روش کا بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ اور وہ اس روش کے خلاف حق کہنے والے سے مقابلے پر اتر آتے ہیں۔

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾

عرض کی، اے میرے رب میری قوم نے میری تکذیب کی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں یہ شہادت دی کہ اے میرے رب یہ لوگ مجھے جھٹلا چکے ہیں۔ یہ مجھے تبلیغ حق سے باز رکھنے کے لئے کمربستہ ہیں، اور یہ مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دے چکے ہیں اب یہ اصلاح و تقویٰ کے راستے پر نہیں آسکتے۔

حاصل: جس کی شہادت اللہ کے ہاں سند کا درجہ رکھتی ہے اس کی شہادت پر فیصلہ ہوتا ہے۔

فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾

تو میرے اور ان کے مابین فیصلہ فرما دے اور مجھے اور میری معیت کے اہل ایمان کو نجات دے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب ان لوگوں کا یہ [illegible] گا، تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے۔ اور ان کی اولاد بھی فاجر و کافر ہوگی۔ [illegible] اصلاح ہونے کی شہادت دی اور اس کے ساتھ ہی دربار الٰہی میں یہ دعا کی اے میرے رب [illegible] اس گروہ سے نجات دے، جو اس ماحول میں رہنے کی وجہ سے [illegible]

حاصل: منکرین حق جب حد اصلاح سے گزر جاتے ہیں تو ان سے [illegible] رہتے ہیں۔ دکھ دہ ماحول سے نجات دینے والا اللہ ہی ہے۔ [illegible]

فَأَنْجَيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ فِى ٱلْفُلْكِ ٱلْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾

تو ہم نے آپ کو اور جو بھری کشتی میں آپ کے ساتھ تھے، نجات دی۔

وہ لوگ جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ نجات ملی۔ کشتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنائی گئی تھی۔ اور ان تمام چیزوں کو حکم الٰہی کے مطابق اس میں سنبھال لیا گیا تھا، جن کو طوفان کے بعد زمین کی آبادی کے عمل میں استعمال کیا جانا تھا۔

حاصل : دکھ سے نجات دینے والا، اللہ ہی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے، نجات پانے والوں کی بحالی کے لئے کیا کیا درکار ہو گا۔ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ ٱلْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾

پھر ہم نے اس کے بعد باقیوں کو غرق کر دیا۔

جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے، اور جو چیزیں کشتی میں حکم الٰہی کے مطابق سنبھال لی گئیں، ان کو بچالینا اللہ کو پسند تھا۔ باقی سب صفائی کر دی گئی۔ اور زمین پر سے اس اندھی قوم کو مٹا دیا گیا، جو انسانوں کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کو بڑی اہمیت دیتی تھی اور حق کا انکار کرتی تھی۔

حاصل : جس کے غرق کرنے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کر دیا جائے، اس کو بچانے کی قدرت کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے، اور وہ اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔

مذکورہ واقعہ میں ہدایت کے طلب گاروں کے لئے بڑی نشانی ہے۔ مگر جو لوگ اپنی پسند کے دائرے سے نہ نکلیں انہیں ہدایت نہیں ملتی۔ جزا کا یقین ہو تو اصلاح حال کی طرف رغبت طبعی بات ہے۔ ایمان تو وہی لوگ لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کریں اور اس ناصح سے محبت رکھیں۔

حاصل : جس ناصح کے گرد غریب لوگ طالبِ ہدایت کے لئے موجود ہوں، اس سے محبت کا رشتہ استوار کرنا باعث ہدایت وفلاح ہوتا ہے۔

ع وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾

اور بے شک تمہارا رب عزیز ہے، رحیم ہے۔

Marfa

اللہ کی قدرت کے سامنے کسی قوت کا مقام ہی کیا ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ جو لوگ عزت کی راہ اختیار کرتے ہیں، وہی مومن ہیں، اور اللہ انہیں اپنے رحم سے نوازتا ہے۔ نشانی دور دور نہیں پڑتا۔ طلب ہدایت موجود ہو تو نشانی حال پر نظر بھی آتی ہے، مفید بھی ہوتی ہے۔

حاصل : طلب ہدایت موجود ہو تو نشانی حال پر نظر بھی آتی ہے، مفید بھی ہوتی ہے۔ تمہارا رب عزت والا، رحم فرمانے والا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں فرمایا ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ٢٨

بے شک اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں، جو علم والے ہیں۔ بے شک اللہ عزت والا بخشنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ١٢٣ — عاد نے مرسلین کی تکذیب کی۔

عاد کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ حضرت ھود علیہ السلام کی تعلیم سے ماضی کے مرسلین کی تصدیق ہوتی تھی۔ جب حضرت ھود علیہ السلام کو جھٹلایا گیا، تو ان مرسلین کو بھی جھٹلایا گیا جن کی آپ تصدیق کرتے تھے۔ حال سے ہی ماضی کی تصدیق ہوتی ہے۔

حاصل : حال سے ہی ماضی کی تصدیق ہوتی ہے۔ بات حق کے حوالے سے ہونی چاہیے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ — جب ان سے ان کے بھائی ھود (علیہ السلام) نے فرمایا، کیا تم لوگ ڈرتے نہیں۔

حضرت ھود علیہ السلام کی بعثت اسی قوم میں ہوئی جس میں سے آپ تھے۔ اس طرح ان کی قوم نے ھود علیہ السلام کی حیات طیبہ کے سب مقامات دیکھے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے بعد اپنے مرتبہ و سنت کے مطابق اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! اللہ سے ڈرو، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ جرأت غفلت، اللہ سے نہ ڈرنے کا ثبوت ہوتی ہے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنا فلاح پانے والوں کی نشانی ہے۔ اللہ سے نہ ڈرنے والے فلاح نہیں پاتے۔

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ١٢٥ — بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

rfat.com

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنے تعارف میں اپنی قوم سے فرمایا: میں وہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک امانت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ وہ امانت حق ہے جو تمہارے لئے ماننے کی صورت میں باعث فلاح ہو گا۔ اور نہ ماننے کی صورت میں باعث خسارہ ہو گا۔ اس حق کو تم پر روشن کرنے کے لئے مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

حاصل : حق پہنچانے والا۔ لوگوں کی اہمیت کو اپنے بھیجنے والے کے حوالے سے دیکھتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ تو اللہ پر تقویٰ کرو، اور میری اطاعت کرو۔

اللہ سے ڈرنا یہ ہے کہ مقصد حیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ جزا کے یقین کے ساتھ وہ کچھ کیا جائے جس سے پاکیزگی کا ثبوت ملے۔ پیغام حق پہنچانے والے کو اپنا محسن اعظم مانا جائے تو اس کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ اللہ سے ڈرنا اور پیغام حق پہنچانے والے کی اطاعت کرنا۔ لازم و ملزوم ہے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنا اور ہدایت دینے والے کی اطاعت کرنا۔ باعث فلاح دارین ہوتا ہے۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اور میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہی ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے مرسلین کی سنت کے مطابق یہ فرمایا کہ جس حق کو میں ادا کر رہا ہوں۔ اس کے بدلے کسی سے کسی اجر کا سوال نہیں کروں گا۔ جس ذات اقدس نے مجھے اس کام پر مامور کیا ہے۔ وہی سب سے بہتر اجر دینے والا ہے اور وہ رب العالمین ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کا اجر رب العالمین ہی دے سکتا ہے۔ کسی دوسرے سے اس کا سوال ہی نہیں ہونا چاہئے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ کیا تم ہر بلندی پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔

امراء لوگوں کو اپنی برتری کا احساس دلانے کے لئے۔ عبث کام بھی کرتے ہیں۔ مال کا وہ استعمال جس سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ نہ پہنچے۔ کسی کام کے عبث ہونے کو ہی ثابت کرتا ہے۔ جو مال حق کے مطابق استعمال نہ ہو وہ خلاف حق ضرور استعمال ہوتا ہے۔ جو مال خلاف حق استعمال ہو اس سے معاشرے میں فساد بھی پیدا ہوتا ہے۔ وسیع المال لوگ ناداروں سے اپنے تعلق کو نہ جانتے ہوں تو پھر وہ عبث کاموں میں ہی مال کو لگاتے رہتے ہیں۔ تمدن، ثقافت یا اس کا کوئی اور نام رکھ لیا جائے۔ ہوتا یہ فساد ہی ہے۔ حق کی احسن ادائیگی کے لئے جو درکار ہو وہ ضرور بنایا جائے۔ عبث تعمیرات کو گناہ سمجھا جائے۔ تو تعمیرات کے حوالے سے رخ درست ہو جائے گا۔

حاصل : مقصد تعمیر کو حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ مبث تعمیر بلند جگہ پر ہی اس لئے بنائی جاتی ہے کہ دور سے نظر آئے اور لوگ اس سے مرعوب ہوں۔ مبث تعمیرات کو کسی قوم کے اجتماعی شعور کے پست ہونے کی سند ماننا چاہئے۔

وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اور بڑے محل بناتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے امراء سے فرمایا: تم لوگ بڑی شان دار عمارتیں بناتے ہو [illegible] ضرورت کے حوالے سے نہیں بنائی جاتیں۔ یہ محلات ہو لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں [illegible] استعمال کرنے کا ثبوت ہیں۔ مال کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو اجتماعی دکھ کم ہونے لگتے ہیں [illegible] جائے تو اجتماعی دکھ بڑھنے لگتے ہیں۔ عمارت جو بھی بنائی جائے اس سے جزا کا یقین واضح ہونا چاہئے۔

حاصل : ہماری ہر تعمیر کو جزا پر ہمارے یقین کا مظہر ہونا چاہئے۔

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو [illegible] سے گرفت کرتے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے زعماء سے فرمایا کہ جب تم لوگ کسی کو [illegible] تمہارا مقصد فساد کو مٹانا نہیں ہوتا، فساد کو بڑھانا ہوتا ہے۔ تم لوگ اپنے [illegible] ہے۔ تمہاری قوت حق کی تائید میں نہیں لگتی، تمہارے اختیارات ہی حق [illegible] محلات کو بنانے میں لگے رہتے ہو کہ تمہاری پسند کے خلاف [illegible]

حاصل : جب قوت کا استعمال حق کے مطابق نہ ہو [illegible] حدود کے احترام کو قائم کرنے کے لئے گرفت کرنا [illegible] مسلط کرنا زمین پر فساد پھیلانے کی صورت ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے امراء سے یہ فرمایا کہ تم مبث تعمیرات [illegible] جیسے کہ تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ اور جب گرفت کرتے ہو تو [illegible] باتیں ہیں اور یہ سب [illegible] کی طرف ہی لے جاتی ہیں۔ دنیا و آخرت میں فلاح پانے کے لئے [illegible]

اطاعت کرنی چاہئے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے کا دعویٰ ہو تو ناصح کی اطاعت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

وَاتَّقُوا الَّذِيٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۱۳۲ اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں ان چیزوں سے مدد دی، جن کا تمہیں علم ہے۔

اللہ ہر شے کا خالق ہے، اس لئے چیزیں سب اسی کی ہیں۔ اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے، اس لئے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ چیزوں کے استعمال کا علم بھی جس سے بندوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ ڈر تو ہمیشہ اس بات کا ہونا چاہئے کہ اللہ نے جن چیزوں سے تمہیں مدد دی ہے یہ خلاف حق استعمال نہ ہوں، کہ اس سے ہمارا شمار ناشکروں میں ہو جائے گا۔

حاصل : اگر اللہ کی عطا کردہ چیزوں کا استعمال حق کے مطابق ہو رہا ہو تو ہمارا عمل بول کر بتا رہا ہوتا ہے کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۱۳۳ اس نے تمہاری مدد کی چوپایوں سے اور بیٹوں سے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ کی مدد کو روشن کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو دیکھو، اللہ نے تمہیں چوپائے دیئے ہیں، تمہیں بیٹے دیئے ہیں۔ جو اسباب تمہاری کارکردگی کو بہتر بناتے ہیں، وہ اللہ کے دیئے ہوئے ہیں۔ ان کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرنے سے فلاح حاصل ہوتی ہے، اور ان اسباب کو خلافِ حق استعمال کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

حاصل : اللہ کی مدد کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حق کی احسن ادائیگی کو مقصود بنانا چاہئے۔

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۱۳۴ اور باغوں اور چشموں سے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ کی مدد کو روشن کرتے ہوئے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں باغ عطا کر کے تمہاری مدد کی ہے، تمہیں چشمے عطا کر کے تمہاری مدد کی ہے۔ اور یہ نعمتیں ایسی نہیں ہیں جن کو تم اپنی کاوش سے حاصل کر سکتے ہو، اور ایسی بھی نہیں ہیں کہ ان کے بغیر تمہارا معیار زندگی قائم رہے۔ تو پھر ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی راہ کیوں اختیار نہیں کرتے۔ ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو اللہ سے ڈرنا اور میری اطاعت کرنا لازم ہو گا۔

حاصل : باغ اور چشمے، اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ ان کی قدر کرنی چاہئے، اور ان کا استعمال حق کے مطابق ہونا چاہئے۔

اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾

بے شک مجھے خوف ہے کہ تم پر ایک ہولناک دن کا عذاب آئے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ جو راستہ تم لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے اس راستے پر تمہیں ایک ہولناک دن میں پکڑ لیا جائے گا۔ پھر تم کچھ بھی نہ کر سکو گے اور عذاب الٰہی تمہیں ملیامیٹ کر دے گا۔ جس نے تمہیں متاعِ حیات دی ہے، جس نے تمہیں مہلت دی ہے، اس کے سامنے اپنی حیثیت دیکھو۔ خلاف حق زندگی بسر کرنے کے لئے دیا گیا وقت تم ضائع کرتے چلے جا رہے ہو۔

حاصل : جو قوم خلاف حق کرنے کو اپنا معمول بنالے، وہ ایک دن عذاب الٰہی میں پکڑی جاتی ہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

کہنے لگے ہم پر برابر ہے آپ نصیحت کریں یا آپ واعظ نہ بنیں۔

قوم نے حضرت ھود علیہ السلام کو جواب دیا کہ آپ کا وعظ ہم پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ آپ وعظ کریں یا نہ کریں، ہمارے لئے یہ برابر ہے۔ وعظ کرنے کی صورت میں آپ کی باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اور وعظ نہ کرنے کی صورت میں اجتماعی زندگی میں کمی محسوس نہیں ہوتی۔ ہم آپ سے وعظ سن سن کر اکتا چکے ہیں۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ آپ کو وعظ جاری رکھنا ہے یا ختم کرنا ہے۔

حاصل : وعظ کرنے والے کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ اس سے فیوضات حاصل کرنے میں کوتاہی کا اعتراف کرنا بھی ادب ہے۔ واعظین کا ادب نہ کرنے والے محروم رہے ہوتے ہیں۔

اِنْ ھٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

یہ تو ان پہلے لوگوں کا طریقہ ہے۔

قوم نے حضرت ھود علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ جس طرح کی باتیں آپ کرتے ہیں اس طرح کی باتیں اور وعظ پہلے بھی بہت لوگ کرتے رہے ہیں۔ آج یہ وعظ ہمیں سنایا جا رہا ہے اس سے پہلے یہ وعظ ہمارے بڑوں کو سنایا جاتا رہا۔ بعض لوگ اس طرح کے وعظ کو ذریعہ زندگی بنا لیتے ہیں۔ یہ بات قدیم ہمارے بڑے کرتے رہے ہیں، جو کچھ ہم آپ سے سن رہے ہیں وہ ہمارے بڑے بھی سنتے رہے ہیں۔

حاصل : کافر حق کی اہمیت کو کبھی نہیں مانتے۔ تبلیغ حق کو پہلوں کی کہانیاں کہہ کر اس کا اصل ہٹانی

ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿۱۳۸﴾ج

اور ہمیں عذاب نہیں ہو گا۔

جس عذاب سے حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو آگاہ کیا۔ اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہا۔ کہ یہ عذاب ہم پر ہرگز نہیں آئے گا۔ ہمارے اعمال کو زمانے کے تغیرات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہر قوم کی زندگی میں اتار چڑھاؤ ہوتا ہی ہے اور اس کا ان کے عقائد سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

حاصل : حق کا انکار کبھی سند کے ساتھ نہیں ہوا۔ طلبِ ہدایت نہ ہو تو ہدایت کا حاصل ہونا ممکن ہی نہیں ہوتا۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

تو ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی پھر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ بے شک اس میں نشانی ہے۔ اور وہ اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

قوم کے سرداروں نے حضرت ھود علیہ السلام سے یہ کہا۔ کہ ہم آپ کو بےوقوف جانتے ہیں اور آپ کی باتوں پر بالکل یقین نہیں کرتے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں اور ان سب کو چھوڑ دیں جن کی بندگی ہمارے آباواجداد سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تم مجھ سے محض ان ناموں پر جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے آباء نے رکھ لئے ہیں۔ تو اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ حق کا قطعی انکار کرنے پر منکرین حق سے یہ فرما دیا گیا۔ بے شک تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے منکرین حق کی جڑ کاٹ دی اور حضرت ھود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نوازا۔ نشانی ملاحظہ ہو۔ کہ جو لوگ اللہ کی عطا کو عبث تعمیرات میں ضائع کرتے ہوں۔ شان دار محلات بناتے ہوں جیسے انہیں ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔ جب کسی پر گرفت کریں تو اپنا خلاف حق دبدبہ قائم کرنے کی کوشش کریں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کرتے چلے جائیں۔ تو ایسے لوگ ہدایت کے طالب نہیں ہوتے۔ وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔ عذابِ الٰہی ان کو نابود کر کے رکھ دیتا ہے۔

حاصل : حق کا انکار باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ سابقہ واقعات سے سبق لینا چاہئے۔ ایمان لانے والے اپنی نشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایمان نہ لانے والے بھی اپنی نشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔

۱۸ ع وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۴۰﴾ ع

اور بے شک تمہارا رب ضرور عزیز ہے، رحیم ہے۔

t.com

ہمارا رب ہی رب العالمین ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ باعزت ہونے کے لئے اللہ کو ماننا ضروری ہے۔ اور اللہ کے رحم سے فیض یاب ہونے کے لئے اس کو ماننا ضروری ہے۔ جو سلامتی کا راستہ اختیار نہ کرے وہ خسارے سے بچ نہیں سکتا۔

حاصل : اپنے رب کو ماننا ہمارے لئے باعث عزت ہوتا ہے اور باعث رحمت ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ھود (11) میں ارشاد فرمایا ہے:

فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾

پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو میں تمہیں پہنچا چکا جو میرے ہاتھ تمہاری طرف بھیجا گیا اور میرا رب تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے بے شک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ — ثمود نے مرسلین کی تکذیب کی۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ قوم ثمود نے [illegible] انکار کر کے مرسلین کی تکذیب کا ارتکاب کیا۔ مرسلین کی تکذیب سے [illegible]

حاصل : حامل پیغام حق کا انکار ان تمام حضرات کا انکار ہے [illegible] بھیجا گیا ہے۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ — جب انہیں ان کے بھائی صالح نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیغام حق پہنچاتے ہوئے [illegible] کوئی معبود نہیں۔ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں۔ [illegible] غفلت ہوتی ہے لوگوں کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے [illegible] انجام سے تم کیسے بچ سکو گے۔

حاصل : خلاف حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنا [illegible] اللہ کے عذاب سے ڈرانے والوں کو اپنا ہی خواہ ماننا چاہئے اور ان کی قدر کرنی چاہئے۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ — بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

rfat.com

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں وہ بندہ ہوں، جسے اللہ نے تمہاری طرف ایک امانت کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس امانت کے حق کو ادا کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

حاصل: جس کو حق پہنچانا ہو، اسے اس کی اہمیت کا احساس بھی دلانا ضروری ہوتا ہے اور اس سے اپنا تعلق بھی بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ تو اللہ پر تقویٰ کرو اور میری اطاعت کرو۔

اللہ سے ڈرنا یہ ہے کہ جزا کے یقین کے ساتھ حال پر اصلاح طلب مقامات کو پہچانا جائے۔ غفلت سے قطعاً اجتناب کیا جائے اور من مانی کرنے کو باعث گمراہی مان لیا جائے۔ اور حق پہنچانے والے کی اطاعت یہ ہے کہ اس کے احکام کو ادب سے مانا جائے۔ جاننے کا مقام آتا رہے گا۔ اگر اس کے ارشاد کو حکمت و مصلحت کے پیمانوں سے ناپ کر مانا جائے گا تو اس ذات بابرکات سے وہ تعلق بھی نہیں بنے گا جو بننا چاہئے۔ اور اس کی اطاعت کا حق بھی ادا نہیں ہو پائے گا۔

حاصل: اللہ سے ڈرنا، طلبِ ہدایت کی نشانی ہے۔ طلبِ ہدایت ہو تو فلاحِ دارین کا علم رکھنے والوں سے جو فائدہ پہنچ سکتا ہے، وہ کسی دوسری جگہ سے نہیں پہنچ سکتا۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اور میں تم سے اس پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو ربّ العالمین پر ہی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں رب العالمین کی طرف سے جس کام پر مامور کیا گیا ہوں، وہی مجھے اس کا اجر دینے والا ہے۔ میں تم لوگوں سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ مرسلین کی سنت یہی رہی ہے، کہ وہ حق کی احسن ادائیگی کے بعد اپنا اجر رب العالمین پر بتاتے ہیں۔

حاصل: تبلیغ حق کے پیچھے اجر کا سوال موجود ہو تو حق کی ادائیگی میں اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوگی۔ رب العالمین سے بہتر کوئی اجر دینے والا نہیں ہے۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ کیا تم کو یہاں کی چیزوں میں بے کھٹکے چھوڑے رکھیں گے۔

حیات دنیا کی زینت کو رکھا ہی اس لئے گیا ہے، کہ یہ دیکھا جائے کون اس کو حق کے مطابق استعمال کرتا ہے اور کون اس کو خلاف حق استعمال کرتا ہے۔ عمل کے لئے دیا گیا وقت محدود ہوتا ہے، اور اسی وقت میں ہر ایک کو اپنی صداقت کا ثبوت دینا ہوتا

ہے۔ غفلت میں پڑے رہنا خلاف عقل ہے۔ جو سہولتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہیں ان [illegible]
نہیں ہے۔ پھر عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے گزر جانے کے بعد اصلاح کو قبول کرنا ممکن ہی نہیں رہتا۔

حاصل : غفلت میں پڑے رہنا، حق کو ماننے والوں کی نشانی نہیں ہے۔

فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۱۴۷﴾ باغوں اور چشموں میں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نعمتوں کی طرف متوجہ کیا اور [illegible]
عطا کیے ہیں۔ حق بھی اسی کی طرف سے بھیجا گیا ہے اور اسی کے حکم سے [illegible]
گے تو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری ہو جائے گی۔ نعمت کی قدر و قیمت معدوم ہو [illegible]
عطا کرنے والے کی رضا کے خلاف کرنے کا خیال بھی نہیں آنا چاہئے۔

حاصل : نعمتیں اتمام حجت کا حصہ بھی ہوتی ہیں۔ ناشکری کرنے والے [illegible]
جاتے ہیں۔

وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۚ﴿۱۴۸﴾ اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں [illegible]
[illegible] ہے۔

کھیتوں اور کھجوروں کی اہمیت لوگوں کے علم میں ہے اور [illegible]
ہے۔ ان نعمتوں کے حصول میں کئی مشکلات آتے ہیں۔ [illegible]
کے علم سے ہو رہی ہے۔ نعمت کی قدر ہو تو نعمت عطا کرنے والے سے تعلق [illegible]
جائے تو درست نہیں ہے [illegible]

حاصل : نعمتیں اللہ عطا کرتا ہے۔ عطا [illegible]
ہونا چاہئے۔

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۚ﴿۱۴۹﴾ اور پہاڑوں سے [illegible] تراشتے ہو اتراتے ہوئے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

قدرت بھی رکھتا ہے۔

حاصل : رہائش کو پر تکلف نہیں ہونا چاہئے۔ ضروریات زندگی کے لئے اہتمام ہو مگر لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش ہرگز نہ ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے عاقبت نااندیشوں پر یہ روشن کر دیا کہ تم لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت سے بہت سا وقت ضائع کر چکے ہو۔ حال پر ہی اصلاح کو قبول کرنا تمہارے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ سلامتی کا راستہ ایک ہی ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ دنیا میں بھی تمہارا بھلا ہو گا۔ آخرت میں بھی تمہارا بھلا ہو گا۔

حاصل : خلوت میں اللہ کی رضا کو مقصود بنانا اللہ سے ڈرنا ہے۔ جلوت میں اسوۂ رسول کے مطابق رہنا حق کی اطاعت ہے۔

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ اور اسراف کرنے والوں کے امر کی اطاعت نہ کرو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تاکید کی کہ اسراف کرنے والے لوگوں کا حکم نہ مانا کرو۔ جو لوگ حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دیتے ہیں۔ ان کا رخ روشنی سے اندھیرے کی طرف ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی اطاعت سے ظلمات کو عروج ملتا ہے۔ وسیع المال ہونے کی وجہ سے اسراف کرنے والے دوسروں کو واجب الاطاعت نظر آتے ہیں۔ مگر اسراف کرنے والے ہمیشہ خلاف حق کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ خلاف حق کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس لئے ان کی اطاعت سے کسی کا بھلا نہیں ہو سکتا۔

حاصل : جو لوگ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دیتے ہوں وہ مسرف ہوتے ہیں۔ ان کی اطاعت نہ کرنے کا حکم ہے۔

الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وہ لوگ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اسراف کرنے والے لوگ زمین میں حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ اپنی پسند لوگوں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی فساد ہے اور لوگوں کو سلامتی کی راہ سے ہٹانا ہے۔ جب لوگ اپنی اپنی پسند کو حق کے مقابل اہمیت دیں گے تو امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اسراف کرنے والے کبھی اصلاح نہیں کرتے۔ اپنے کام کو اجتماعی بھلائی کے بڑے بڑے ناموں سے جاری رکھتے

ہیں مگر عملاً راستے وہی کھولتے ہیں جن سے لوگوں کو خواہشات نفس کی پیروی کی ترغیب ملے۔

حاصل : اسراف کرنے والے ہمیشہ زمین میں فساد پھیلا رہے ہوتے ہیں۔ وہ کسی عنوان کے تحت بھی کام کریں اس کا منشاء کبھی اصلاح نہیں ہو سکتا۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾

کہنے لگے آپ یقیناً سحر زدہ لگتے ہیں۔

امراء نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کا وعظ سننے کے بعد یہ کہا کہ آپ پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ [illegible] وجہ سے آپ ایک ہی طرح کی باتیں کرتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ کا مقام [illegible] آپ [illegible] طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

حاصل : خواہش اور غرض و غایت کے تحت بولنے والوں کو حق کی بات کرنے والا سحر زدہ معلوم ہوتا ہے۔

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾

آپ تو ہماری مثل بشر ہی ہیں تو کوئی نشانی لائیے اگر آپ سچے ہیں۔

امراء قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کا وعظ سننے کے بعد یہ کہا کہ آپ تو ہماری مثل [illegible] ہونے کی سند دیکھ کر ہی آپ کی صداقت کو مانا جا سکتا ہے۔ تو آپ کوئی نشانی ایسی لائیں [illegible] کسی قوم نے اللہ کے رسول سے اس کی صداقت کی سند مانگی ہے تو ایسی سند مانگی ہے [illegible] قدرت کا وہ کرشمہ بھی جس کی وضاحت سے انسان عاجز ہو، انسان کو ماننے سے [illegible] معجزات کو دیکھ لینے کے بعد بھی لوگ من مانی ہی کرتے رہے ہیں۔ [illegible] کرنا منکرین حق کو [illegible] دیتا ہے۔

حاصل : جس کو ہم اپنی مثل کہیں اس کی تعظیم اور توقیر نہیں ہو سکتی [illegible] استفادہ کیسے ہو گا۔ نشانی طلب کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے [illegible] کہ حق کو مان لینے کے بعد ہم من مانی کرنے سے باز آ جائیں گے۔

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾

فرمایا یہ اونٹنی ہے ایک باری اس کے پانی پینے کی ہے اور ایک دن تمہارے باری کا بتایا گیا ہے۔

rfat.com

قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے جس طرح کی نشانی مانگی. اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ نشانی پیدا کر دی گئی جیسی وہ مانگی گئی تھی۔ وہ ایک اونٹنی تھی. جسے اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا. کہ جس دن گھاٹ پر یہ اونٹنی پانی پیئے گی. باقی جانور نہیں پئیں گے. اور جس دن باقی جانوروں کی باری ہو گی. یہ اونٹنی پانی نہیں پیئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نشانی وہی تھی جو لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی رسالت کی سند کے طور پر مانگی تھی۔ اس نشانی کا احترام بھی ضروری تھا. اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقف لازم کا حکم کر دیا گیا۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والے سے اس کی صداقت کی سند مانگنے والوں کو وہ مطلوبہ سند دیکھ کر تبلیغ حق کرنے والے صاحب کی اطاعت میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾

اور اسے برائی سے مس نہ کرنا پھر تمہیں یومِ عظیم کا عذاب پکڑ لے گا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا لوگو تمہاری مطلوبہ نشانی یہ اللہ کی اونٹنی ہے. اس کا ادب کرو. جہاں سے یہ کھائے اسے مت روکو۔ اس کو برائی سے مس کرو گے تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا. کہ تم نے اللہ کے رسول کی صداقت کی روشن سند دیکھ لینے کے بعد. عملاً اس کا انکار کیا ہے۔ پھر تمہیں مہلت نہیں دی جائے گی۔ ایک دن تم پر عذاب آئے گا. اور وہ دن تمہارا آخری دن ہو گا. اور تم مٹا کر رکھ دیئے جاؤ گے۔

حاصل : مطلوبہ نشانی کو دیکھ لینے کے بعد بھی جو حق کو نہ مانے. عذابِ الٰہی یقیناً اس کو پکڑ لیتا ہے۔

فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾

تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر وہ صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔

ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی صداقت کی جو نشانی مانگی تھی. اسی نشانی کو برائی سے مس کرنے کے مرتکب ہوئے۔ اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر یہ کہنے لگے. اے صالح اگر آپ مرسلین سے ہیں تو لے آیئے وہ عذاب جس سے آپ ڈرایا کرتے ہیں۔ ان پر زلزلے کی صورت میں عذاب آیا. تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ حق کا انکار کرنے پر وہ نادم تھے. مگر اصلاح کو قبول کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔

حاصل : عرفانِ حق کے لئے جو نشانی طلب کی جائے اس کی بے حرمتی باعث گرفت ہوتی ہے۔ وہ ندامت باعث عبرت ہوتی ہے. جس کے بعد اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو۔

t.com

فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾

تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ماننے والے نہیں۔

ثمود نے جس نشانی کو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے کے لئے شرط کے طور پر طلب کیا تھا انہوں نے اس نشانی کو ناقابل برداشت جانتے ہوئے کاٹ دیا تو انہیں عذاب الٰہی نے پکڑ لیا۔ وہ ہدایت کے طالب ہوتے تو حق مانتے جب وہ نشانی انہوں نے مانگی تھی۔ اس نشانی کو پالینے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرتے۔ جو حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے میں لگے رہیں وہ کب ایمان لاتے ہیں۔

حاصل : سابقہ واقعات سے سبق لینا بھلے لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ ہدایت انہیں حق سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں۔

ع ١٢ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

اور بے شک تمہارا رب عزیز و رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ جو حق کا انکار کرتے ہیں وہ اس انجام سے دوچار ہوتے ہیں جس سے اس کو آگاہ کیا جا چکا ہوتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر موجود ہے۔ جو حق مانتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے رحم ہی کیا جاتا ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کے ہیچ ہونے کو دیکھنا چاہئے۔ حق ماننے والوں پر رحمت الٰہی ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (٢٧) میں قوم ثمود کے متعلق فرمایا ہے۔

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾

تو یہ ان کے گھر گرے پڑے ہیں اس لئے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لئے نشانی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾

قوم لوط نے مرسلین کی تکذیب کی۔

حق فرمان خداوندی ہے۔ اس کے ماننے والے ہوش مند کہلاتے ہیں۔ حق کا انکار کرنے والے کا انجام برا ہوتا ہے۔ متکلمین کا وجود واحد ہوتا ہے کہ ان کا مقصد واحد ہوتا ہے۔ اس لئے ایک کا انکار سب کا انکار ہوگا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے کا انکار اللہ کا انکار ہے۔ ماضی کے واقعات میں اس کا ثبوت موجود ہوتا ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والوں کو بھی جھٹلانا نہیں چاہئے۔ کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔

مخلصین کا وجود واحد ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ جب ان سے ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے فرمایا، کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں۔ جس نے تمہیں متاع دی ہے، جس نے تمہیں توفیق دی ہے، وہی تمہیں تمہارے اعمال کی جزا بھی دے گا اور اللہ کی قدرت کے احاطے سے نکل جانا کسی کے بس میں نہیں ہے۔

حاصل: اللہ سے ڈرنے والے اپنے قول کی حفاظت کرتے ہیں، اپنے حال اور اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ سے ڈرنا اخلاق حسنہ کی جان ہے۔ اللہ کا ڈر نہ ہو تو اخلاق ضرور بگڑ جاتا ہے۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ مجھے وہ امانت عطا فرمائی گئی ہے، جس کے ماننے میں یقیناً تمہاری فلاح ہے۔ اللہ کی رضا کے مطابق میں وہ امانت آپ لوگوں تک پہنچانے والا ہوں۔

حاصل: اللہ کے رسول اپنے تعارف میں یہی فرماتے رہے ہیں: لوگو ہمیں اپنا بہی خواہ جانو، ہم سے زیادہ کسی کو تمہاری بھلائی عزیز نہیں ہے، کہ ہمیں اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور تمہاری فلاح کے یقینی علم کی امانت ہمیں عطا فرمائی ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

رسولِ امین سے فیض حاصل کرنے کے لئے اللہ کا ڈر ہونا چاہئے اور حق کی اطاعت ہونی چاہئے۔ اللہ کا ڈر ہو تو طلب ہدایت موجود ہوتی ہے اور طلب ہدایت موجود ہو تو نور ہدایت تقسیم کرنے والے کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح وہ انعامات ملتے ہیں جو بندوں کو خوف و حزن سے پاک رہنے میں مدد دیتے ہیں۔

حاصل: اللہ کا ڈر ہو تو طلب ہدایت موجود ہوتی ہے۔ طلب ہدایت موجود ہو تو نور ہدایت تقسیم کرنے والے کی اطاعت سے بڑی راحت ملتی ہے۔

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اور میں تم سے اس پر کسی اجر کا سوال نہیں

t.com

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱٦۴﴾

کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تمہاری بھلائی کے لئے میں جو پیغام حق پہنچا رہا ہوں اور جو محنت کر رہا ہوں اس کا اجر تم سے نہیں مانگتا۔ جس نے مجھے یہ کام عطا کیا ہے اس سے بہتر اجر دینے والا کوئی نہیں۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہے۔ تم لوگ اس یقین کے ساتھ میرا کہا مانو کہ میری طرف سے تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والوں کی ایک نشانی ہمیشہ یہ رہی ہے کہ وہ کسی اجر کا سوال نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ ان کا اجر رب العالمین پر ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱٦۵﴾

کیا جہان بھر سے مردوں پر شہوت رانی کو دوڑتے ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: یہ تم جو بے حیائی کرتے ہو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی۔ صنف ذکور پر شہوت رانی کو دوڑتے ہو۔ بے حیائی بڑھتے بڑھتے جب قوم کا مزاج بن جاتی ہے تو اس سے [illegible] بہت برا کام ہو جاتا ہے۔

حاصل : مردوں سے شہوت رانی کرنے والے بے حیائی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱٦٦﴾

اور انہیں چھوڑتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے ازواج بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم لوگ [illegible] اسراف کرنے والے لوگ ہو۔ بقاء نسل کے لئے اللہ نے مرد و عورت کا جوڑا بنایا ہے [illegible] کی حدود ہیں اور یہ تعلق صرف شہوت رانی کے لئے نہیں ہوتا۔ [illegible] اللہ کی مقرر کردہ حدود سے بغاوت ہے اور تجاوز ہے۔

حاصل : بقاء نسل کے لئے اللہ کے مقرر کردہ طریق سے ہٹ کر جو راستہ اختیار کیا جائے وہ حد سے تجاوز اور اسراف ہے۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ

کہنے لگے اے لوط (علیہ السلام) اگر آپ

مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ باز نہ آئے تو یقیناً آپ کو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کا وعظ سننے کے بعد یہ جواب دیا، کہ اس نصیحت کو ختم کیجئے۔ بہت ہو چکا آپ کا وعظ۔ اس بستی میں آپ کو رہنا ہو تو پھر وعظ کو ختم کرنا ہو گا۔ اور اگر آپ اس وعظ سے باز نہ آئے تو پھر آپ کو اس بستی سے نکال دیا جائے گا۔

حاصل : ناپاک عادات کی طرف جب کسی قوم کی رغبت انتہا کو پہنچ جائے تو انہیں پاک لوگوں کی بات سننا بھی گوارہ نہیں ہوتا۔

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿١٦٨﴾ فرمایا بے شک میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی دھمکی کو سنا تو آپ ان کی بے حیائی کے انتہا کو پہنچ جانے پر شاہد ہو گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام تو رب العالمین کے بھیجے ہوئے تھے، اس لئے لوگوں سے خوفزدہ ہونے کا تو کوئی مقام ہی نہ تھا۔ آپ نے اپنی قوم کو واضح فرما دیا، کہ میں تمہاری ناپاکی سے بالکل بےزار ہوں، اور اس بیزاری کا اظہار نہ کرنا، ممکن نہیں۔

حاصل : اللہ کے پاک بندوں کو ناپاکی سے بیزاری ہوتی ہے، اور جن اعمال سے اللہ کے پاک بندے بیزار ہوں وہ اعمال یقیناً ناپاک اور قابل نفرت ہوتے ہیں۔

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ اے میرے ربّ مجھے اور میرے اہل کو اس سے نجات دے جو عمل یہ کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ قوم حق کے انکار سے باز آنے والی نہیں، اور اسی راستے پر جا رہی ہے جس راستے پر یہ عذاب الٰہی میں پکڑی جائے گی۔ اپنے رب سے دعا کی: اے میرے رب مجھے اور میرے اہل کو جن میں وہ سب لوگ شامل ہیں، جو میرے ساتھ قلبی تعلق رکھتے ہیں اور عملاً میرا اتباع کرتے ہیں، نجات دے اور ہمیں اس انجام کے اثرات سے بچا جو اس قوم کی بد اعمالی کی وجہ سے اس پر مسلط ہونے والا ہے۔

حاصل : جس کے عمل غیر صالح ہوں وہ اللہ کے پاک بندے کے اہل میں شمار نہیں ہوتا۔ اظہار بندگی میں یہ مقام بھی آتا ہے کہ اپنے ربّ سے یہ دعا کی جاتی ہے، کہ اے میرے ربّ مجھے اور میرے اہل کو اس انجام کے اثرات سے بچا جو انجام منکرینِ حق پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے مسلط

ہونے والا ہے۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ پھر ہم نے آپ کو اور آپ کے اہل و اکٹھے نجات دی۔

حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کا اتباع کرنے والے سب لوگ۔ حضرت لوط علیہ السلام کی معیت میں حکم الٰہی کے مطابق اس مقام پر چلے گئے، جو انہیں بتا دیا گیا تھا اور اس وقت سے پہلے چلے گئے جو انہیں معلوم تھا۔ اللہ نے ان پاک لوگوں کی حفاظت کا اہتمام جس مقام پر کر رکھا تھا۔ اس مقام پر ان لوگوں کے پہنچ جانے کے بعد اہل عذاب اور اہل نجات دونوں کے مابین حد واضح ہو گئی۔ عذاب الٰہی کے نزول سے پہلے یہی ہوا کرتا ہے۔

حاصل : صالح ہی پاک لوگوں کے ساتھ سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ عذاب الٰہی کے نزول سے پہلے پاک لوگوں کی حفاظت کا اہتمام کر دیا جاتا ہے۔ جب اہل عذاب اور اہل نجات دونوں کے مابین حد فاصل واضح ہو جائے تو نزولِ عذاب میں دیر نہیں لگتی۔

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ مگر ایک عورت پیچھے رہنے والوں میں ہوئی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی آپ پر ایمان لانے والوں میں شامل نہ تھی۔ [illegible] عورت کافروں کے ساتھ کو پسند کرتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام سے منافرت رکھتی تھی اس لئے [illegible] کو اس مقام سے نکلنا ضروری تھا جہاں عذاب الٰہی آنے ہی والا تھا۔ ظاہری قرب اگر باطنی تعلق سے [illegible] ورنہ بے حقیقت ہوتا ہے۔

حاصل : پاک بندے کا ظاہری قرب اگر صالح اعمال کے بغیر ہو تو [illegible]

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ پھر دوسروں کو ہم نے [illegible]

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے جن لوگوں کو اللہ نے نجات دی [illegible] مقام پر پہنچے جو [illegible] نے ان کے لئے محفوظ بنایا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچ گئے تو بستی میں باقی رہنے والے [illegible] اہل عذاب تھے۔ اللہ [illegible] بستی کو الٹ دیا اور انہیں [illegible]

حاصل : اللہ کبھی لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ [illegible] لئے ان لوگوں کو مٹا دینا ضروری ہوتا ہے جو فساد و فحشا کو [illegible] حیات بنا لیتے ہیں۔

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا‌ ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۱۷۳﴾

اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا. تو کیا ہی بُرا برساؤ تھا جو ان پر برسا جنہیں انجام سے ڈرایا گیا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا. ان پر ایک بارش برسائی گئی جو ہولناک سزا کی صورت میں تھی۔ جس انجام سے ان لوگوں کو ڈرایا گیا تھا اور جس کی ان لوگوں نے پرواہ نہ کی تھی. اس عبرتناک انجام نے ان کو مٹا کر رکھ دیا۔

حاصل : عذاب الٰہی کے سامنے کسی قوم کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا بڑے عبرت سے دی جاتی ہے۔

اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً‌ ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۴﴾

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور وہ اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

اسراف کرنے والے لوگ بے حیائی کو رواج بنانے کی کوشش کرتے ہیں. تاکہ بُرائی پھیل جائے اور لوگ اسے انسانی تہذیب کا حصہ جان لیں۔ انہیں ان کے انجام سے ڈرایا جائے تو وہ بے پرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ عذاب الٰہی انہیں مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ جن کو ہدایت کے مقابل فساد عزیز ہوتا ہے وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔

حاصل : بے حیائی کو جس نام سے بھی پھیلایا جائے اس کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ اسراف کرنے والے ایمان نہیں لایا کرتے۔

ع ۱۴ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۷۵﴾

اور بے شک تمہارا رب ضرور عزیز ہے رحیم ہے۔

اللہ کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ماضی کی اقوام کا حال بیان فرما کے اللہ نے آئینہ قدرت ہمارے سامنے رکھا ہے. کہ ہم اس میں اپنے آپ کو دیکھ سکیں اور اپنے انجام کو بھی دیکھ سکیں۔ اصلاح حال کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

حاصل : ہمیں اپنے رب کی جو رب العالمین ہے. قدر کرنی چاہئے۔ ہمیں عزت کی راہ لینی چاہئے پھر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب (33) میں ارشاد فرمایا ہے:

t.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ○

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے۔ اس کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾

ایکہ والوں نے مرسلین کی تکذیب کی۔

ایکہ والے اور مدین والے ایک ہی لوگ تھے۔ دونوں آبادیاں انہیں کی تھیں۔ [illegible] طرف متوجہ کیا گیا۔ تو انہوں نے حال کا انکار کر کے ماضی کا بھی انکار کیا [illegible] انکار سب کا انکار ہوتا ہے۔

حاصل : اللہ کے پاک بندوں کا نام ادب سے لینا چاہئے۔ [illegible] خلاف حق ہو یقینا بے ادبی ہے۔ مخلصین میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

جب ان سے شعیب [illegible] فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں۔

مرسلین کی سنت کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے [illegible] ڈرتے رہنا عقل والوں کی نشانی ہے۔ [illegible] زبان سے لوگوں کو دکھ نہیں پہنچتا۔ ان کے ہاتھوں سے [illegible] نہیں ہوتے۔

حاصل : اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے [illegible] معاملات کے درست ہونے کی یہی صورت ہے۔ [illegible] ہو سکتے ہے۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾

میں تمہارے لئے [illegible] امین ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہاری طرف [illegible] میں اللہ کے ماننے والوں کے لئے بھلائی [illegible] ہدایت [illegible] نہیں ہوتی۔

حاصل : [illegible] اپنے تعلق کو واضح کر کے تبلیغ حق کی ابتدا کرنی چاہئے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٧٩﴾

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

Marfat.c

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو. صرف یہی راستہ تمہاری فلاح کا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے ہی ہدایت کے طالب ہوتے ہیں. اور ہدایت کے طالب. اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کی اطاعت میں راحت پاتے ہیں۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے والے ہی تبلیغ حق کرنے والوں کی اطاعت کر سکتے ہیں۔

وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ‏ ﴿۱۸۰﴾

اور میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا. میرا اجر تو رب العالمین پر ہی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: مجھے تمہاری طرف جس امانت کے ساتھ بھیجا گیا ہے وہ امانت تم لوگوں تک پہنچانا میرے ذمے ہے۔ اس حق کو ماننے میں تمہاری بھلائی ہے۔ مجھے رب العالمین نے یہ کام عطا کیا ہے۔ سب سے بہتر اجر بھی وہی دینے والا ہے۔ میں جو تبلیغ کر رہا ہوں اس کا صلہ تم سے نہیں مانگتا۔ مرسلین کی سنت یہی رہی ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کے ساتھ یہ کہنا ضروری ہے. کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا. میرا اجر تو رب العالمین پر ہی ہے۔

اَوۡفُوا الۡـكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۱۸۱﴾

ماپ پورا رکھا کرو اور خسارہ دینے والے نہ ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس فساد میں مبتلا ہوئی. کہ کاروبار میں بد دیانتی ان کا طریق زندگی بن گیا۔ آپ نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا: خریدنے والا جس شے کی قیمت دے رہا ہو. جس مقدار کی قیمت دے رہا ہو. اسے وہ شے اس مقدار میں دی جائے اور اس معیار کے حوالے سے مقدار کا تعین ہو. جو سرکاری طور پر مقرر کردہ ہو. تو ماپ کو پورا رکھنے کی صورت ہے۔ کاروبار میں باہمی اعتماد نہ ہو تو بہت سا وقت. قوت اور سرمایہ شکوک و شبہات کو دور کرنے میں لگ جاتا ہے۔ خریدار کو شے اس کی خرید کردہ مقدار سے کم دینا. دکھائی ہوئی معیاری شے کی بجائے غیر معیاری شے دے دینا یا کسی طریقے سے بھی اس کو گھاٹا دینے کی کوشش کرنا خلاف حق ہے۔

حاصل : ماپ کو پورا رکھنا حق ہے۔ لوگوں کو گھاٹا دینے والا. اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہوتا۔

وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ ۚ‏ ﴿۱۸۲﴾

اور درست ترازو سے وزن کیا کرو۔

درست ترازو وہی ہوتا ہے. جو معیاری ہو اور خالی اٹھایا جائے تو کسی طرف اس کا جھکاؤ نہ ہو۔ اس میں جب شے پوری تول کر دی جائے اور یہ یقین ہو کہ اللہ نیت کو بھی جانتا ہے. عمل کو بھی دیکھ رہا ہے. تو پھر معاملہ درست ہو گا۔

Marfa

حاصل : حکم خداوندی کے مطابق درست ترازو سے وزن کرنا چاہئے اور ترازوں کو درست و ٹھیک بنانا چاہئے۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

اور لوگوں کی اشیاء انہیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا خریدتے وقت جو اشیاء تمہارے پیش کی جاتی ہیں ان سے بچنے [illegible] چاہئے۔ جو مال تم لوگوں سے لیتے ہو اس کے عوض دیانت کے ساتھ لوگوں والوں کو [illegible] یہ احساس ہو جائے گا کہ ان کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ تو پھر شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں [illegible] اندیشوں میں گھر جاتے اسے اندیشہ گمری کہتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانے [illegible]

حاصل : لوگوں کو ان کے مال کے عوض طے شدہ اور پوری چیزیں دینی چاہئیں [illegible] کے دروازوں کو کھولنے والا عمل، زمین میں فساد مچانے کے مترادف ہے۔

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾

اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں تخلیق کیا اور تم سے پہلوں کو بھی۔

جس قادر مطلق نے تمہیں خلق فرمایا ہے [illegible]

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو پہچاننا چاہئے [illegible] کرنے والوں کو ان کے انجام تک پہنچا چکا ہے [illegible] ممکن ہو گا۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾

کہنے لگے آپ تو سحر زدہ ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے [illegible] جادو کر دیا ہے اس لئے آپ [illegible] ہم نہیں مان سکتے [illegible]

Marfat.c

حاصل : خلاف حق کرنے والوں کو اللہ کے پاک بندے اظہار حق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ انہیں سحر زدہ کہہ کر اپنے طریق زندگی کو درست ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾

اور آپ ہماری مثل ایک بشر ہی ہیں اور ہمارے خیال میں آپ درست نہیں کہہ رہے۔

منکرین حق نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنے جیسا ایک بشر کہا۔ اور اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا کہ بشر کیسے رسول اللہ ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ بشر ہی بشر کے لئے قابل اتباع ہو سکتا ہے۔ اور قابل اتباع وہی بشر ہوتا ہے۔ جو پاک ہو، معلم ہو اور سیکھنے والوں سے کسی اجر کا سوال نہ کرے۔ منکرین حق نے حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو درست ماننے سے انکار کیا۔ چونکہ وہ لوگ آپ کو سحر زدہ کہہ چکے تھے۔ اور سحر زدہ کی باتوں میں ربط نہیں ہوتا۔ اب وہ اپنے گمان میں جس کی کوئی سند موجود نہیں تھی، آپ کو کاذب کہہ رہے تھے۔ کاذب کے حواس تو درست ہوتے ہیں۔ وہ تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے حق کو چھپایا کرتا ہے۔

حاصل : اپنے معلم کو اپنے جیسا بشر کہنا بے ادبی ہے۔ اور بے ادبی سے سیکھنے کی صلاحیت ضائع ہو جاتی ہے۔ حق کے مقابلے میں اپنے گمان کو وقعت دینا کافروں کا طریق زندگی ہے۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾

تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دیجئے اگر آپ سچے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم سے منکرین حق نے یہ کہا: اے شعیب (علیہ السلام) آپ کی بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم آپ کو اپنے درمیان ضعیف جانتے ہیں۔ اگر آپ کا کنبہ نہ ہوتا، تو یقیناً آپ کو سنگسار کر دیا جاتا اور آپ ہم پر زبردست نہیں ہیں۔ اگر آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے صرف وہی حق ہے، تو اپنے رب سے کہئے کہ وہ ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دے۔ جب ہم خلافِ حق کر رہے ہیں، تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔

حاصل : منکرین حق جب عذاب الٰہی کو آواز دینے لگیں تو پھر ان کا خاتمہ قریب ہی ہوتا ہے۔

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾

فرمایا۔ میرے رب کو بڑا علم ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے اس مطالبے کو سن کر کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب الٰہی لے آیئے۔ یہ جواب

Marfa

دیا کہ عذاب اللہ کے حکم سے آئے گا۔ اللہ سب سے بڑے علم والا ہے۔ [illegible]
تمہیں عمل کے لئے دی گئی مہلت پوری ہو جائے گی تمہیں فوراً عذاب الٰہی میں [illegible]
نیت درست ہوتی ہے۔ جس کی نیت درست ہو اس کا عمل درست ہوتا ہے۔ [illegible]

حاصل : عذاب الٰہی کو آواز دینے والے لوگ جلد باز ہوتے ہیں۔ [illegible]
جس نے تمہیں مہلت دے رکھی ہے اس کو بڑا علم ہے [illegible]
الٰہی کو دیکھ کر تمہارا ایمان لانا بے معنی ہو جائے گا۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾

تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی [illegible]

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم [illegible]
[illegible]
شعیب علیہ السلام اور آپ پر ایمان والے [illegible]
منکرین پر عذاب کا [illegible] گیا۔

حاصل : حق کی تکذیب [illegible]

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾

[illegible]

[illegible]

حاصل : ہدایت انہیں نصیب ہوتی ہے [illegible]
ناپ اور تول میں لوگوں کو [illegible] ایمان نہیں [illegible]

rfat.com

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع

اور بے شک تمہارا رب ضرور عزیز ہے رحیم ہے۔

رب العالمین کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کا کوئی مقام نہیں۔ رب العالمین کی مہربانی ہے کہ اس نے رحمت خداوندی سے فیض یاب ہونے والے لوگوں کی صفات بھی بیان کر دی ہیں۔ اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے والوں کی صفات بھی بیان کر دی ہیں۔ اب اگر کوئی حق کو مان کر باعزت ہونے کی راہ اختیار نہ کرے تو وہ ضرور دکھ میں پڑے گا۔ اور جو حق کو مان لے گا جیسے مان لینے کا حق ہے تو وہ رحمت خداوندی سے نوازا جائے گا۔

حاصل : حق کو مان لینا ہی عزت والوں میں شمار ہونے کا راستہ ہے۔ اسی راستے پر چلنے والے رحمت خداوندی سے نوازے جاتے ہیں۔

شہادت : حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ بھی فرمایا تھا:

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

اور اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف رجوع لاؤ۔ بے شک میرا رب رحم فرمانے والا، محبت کرنے والا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ ط

اور بے شک یہ رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔

جو کچھ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے، وہ حق ہے۔ یہ علم مطلق سے ہے، بے مثل ہے، اس میں شک کا کوئی مقام نہیں۔ اور بیان کوئی ہو، کہیں ہو اس سے بڑی کوئی سند نہیں ہو سکتی۔

حاصل : قرآن پاک کا حوالہ جہاں سامنے آجائے، فوراً ساکن ہو جانا چاہئے، اسے سننا چاہئے اور اس کی اطاعت کرنی چاہئے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ لا

روح الامین اسے لے کر نازل ہوا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام روح الامین ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ وہ قرآن پاک کو حکم الٰہی کے مطابق بحفاظت تمام لے کر نازل ہوئے۔ جس کے امین ہونے کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہو، اس کی شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے متعلق بات کی جائے تو ادب قائم رہتا ہے، ورنہ نہیں رہتا۔

حاصل : قرآن پاک، فرمان خداوندی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، روح الامین کو اسے نازل

کرنے کی سعادت سے نوازا گیا ہے۔

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ آپ کے قلب پر کہ آپ ڈرانے والے ہوں۔

قرآن پاک فرمان الٰہی ہے۔ ماننے والوں کی فلاح کی ضمانت اس میں موجود ہے۔ روح الامین نے اس [illegible] خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ یہ فرمان ہدایت اور شفا ہے [illegible] حاصل ہے۔ جس پر نازل ہوا ہے۔ وہ امین ہیں۔ فیض یہ جتنی وہی دور سے ہوا [illegible] جائیں گے۔

حاصل : قلب کو بشر کے جسم میں انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ کہ اس میں ایمان [illegible] حاصل ہوتی ہے۔

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ واضح عربی زبان میں۔

قرآن پاک صحیح عربی زبان میں ہے۔ رب العالمین کی طرف سے نازل [illegible] رکھتا ہے۔ جب اللہ نے اسے عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تو پھر قرآن [illegible] کی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی ہے۔ عجمی زبانوں میں [illegible] اللہ نے نازل فرمایا ہے اور جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

حاصل : عجمی زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ [illegible] مساوی قرار دینا بے ادبی ہے۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اور بے شک [illegible] اس کا ذکر ہے۔

سابق صحیفوں میں قرآن پاک کا ذکر ہے۔ انبیاء سابقین [illegible] دیتے رہے ہیں۔ [illegible] فرمان الٰہی [illegible] شان ہوں۔ [illegible]

حاصل : انبیائے سابقین اپنے اپنے حال پر [illegible] قرآن پاک کے بارے میں [illegible]

ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کو قرآن پاک کے ماننے کی تاکید کے ساتھ ایک ہونے کی ترغیب بھی دیتے رہتے ہیں۔ بین الاقوامی طور پر امن کے قائم ہونے کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ تمام اقوام کے سامنے حوالے کے لئے معیار ایک ہو۔ اور وہ قرآن پاک ہو۔

اَوَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ؕ﴿۱۹۷﴾

اور کیا یہ ان کے لئے نشانی نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء کو اس کا علم ہے۔

بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو اپنے علم کے حوالے سے واجب الاحترام مانے جاتے تھے اور جن کی بات سند مانی جاتی تھی۔ انہوں نے قرآن پاک کے فرمان الٰہی ہونے کی تصدیق کی۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کو بیان کر کے اور لوگوں کو وہ نشانیاں دکھا کر آپ پر ایمان لائے۔ جس کی صداقت کی اسناد موجود ہوں اس کو ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ مگر مانتا وہی ہے جو طالب ہدایت ہو۔

حاصل : قرآن پاک کے بارے میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علماء بنی اسرائیل کو آسمانی صحیفوں کی بدولت حقائق کا علم ہونا۔ یقیناً ان کی صداقت کی بڑی نشانی ہے۔

وَلَوۡ نَزَّلۡنٰهُ عَلٰى بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِيۡنَ ۙ﴿۱۹۸﴾

اور اگر ہم اسے کسی عجمی پر نازل فرماتے۔

قرآن پاک کا عربی زبان میں ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ اس کی حکمت پہلے بیان فرمائی جا چکی ہے۔ اللہ کی قدرت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ قرآن عربی کو کسی عجمی پر بھی نازل فرما سکتا تھا۔ یہ بھی اس کی صداقت کی نشانی ہو سکتی تھی۔ مگر شبہات میں پڑنے والوں کے لئے راستہ پھر بھی کھلا تھا۔ اور اس سے تفہیم قرآن پاک میں مشکلات بھی پیش آتیں۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ لوگوں کو آسانیاں عطا کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ مہربانی کرتا ہے۔ ان پر رحم کرتا ہے۔

حاصل : اللہ نے لوگوں پر مہربانی فرمائی ہے۔ ان پر رحم فرمایا ہے کہ قرآن پاک کو کسی عجمی پر نازل نہیں فرمایا۔ ورنہ اس کی تفہیم میں مشکلات بھی پیش آتیں۔

فَقَرَاَهٗ عَلَيۡهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ؕ﴿۱۹۹﴾

پھر وہ ان پر پڑھتا۔ تب بھی اس پر ایمان نہ لاتے۔

اللہ کا نبی اگر عجمی ہوتا اور قرآن پاک کا نزول اس پر ہوتا۔ پھر وہ لوگوں کو عربی میں فرمان خداوندی پڑھ کر سناتا۔ تب بھی ہدایت کی طلب نہ رکھنے والے۔ اس بڑی نشانی کو دیکھ کر ایمان نہ لاتے۔ منکرین حق کا طریق یہی رہا ہے کہ وہ اللہ کے پاک بندوں کے معجزات کو دیکھ کر بھی انہیں ساحر کہتے رہے ہیں۔ مقصد حیات کا عرفان ہو تو جزا کا یقین بھی ہو گا۔ اللہ کا ڈر بھی ہو گا اور

ماننے کا مقام بھی آئے گا۔

حاصل : کوئی بھی نشانی ایمان لانے کے لئے اسے ہی فائدہ دیتی ہے جو طالب ہدایت ہو۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾

ہم مجرموں کے قلوب میں اس [illegible] ڈالتے ہیں۔

مجرم کا قلب خواہش نفس کے تابع ہونے کی وجہ سے حق سننے اور نماز پڑھنے سے [illegible] مرض مجرم کے قلب میں اپنی جگہ بنالیتا ہے۔ تو پھر مجرم کے غرور پر چھپنے کی وجہ سے [illegible] سے محبت نہ ہو۔ وہ دل کفر، فسق اور عصیان کا دلدادہ ہو جاتا ہے اور [illegible] اصلاح ہونے کی مہر لگا دی جاتی ہے۔

حاصل : مجرموں کے قلوب میں حق سے کراہت ہوتی ہے [illegible] نہیں دیتی۔ تا آنکہ وہ عذاب الٰہی میں پکڑے جائیں اور اس وقت [illegible]

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾

وہ ایمان نہیں لاتے حتی [illegible] دیکھ لیں۔

مجرمین کے قلوب میں مرض اس قدر بڑھ جاتا ہے [illegible] قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ حق ماننے کی طرف آتے ہی نہیں [illegible] پھر حق کا انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مگر اس وقت حق [illegible] ہوتا ہے۔

حاصل : حال پر ایمان لانا نفع بخش ہوتا ہے [illegible] سکتے ہیں۔ عذاب خداوندی کو دیکھ کر اقرار [illegible] سچا ثابت نہیں کر سکتا۔

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

تو وہ ان پر اچانک آئے گا اور انہیں [illegible] بھی نہ ہو گا۔

جو حال پر خلاف حق کرتا ہے وہ مجرم ہے [illegible] لئے اچانک ہوتی ہے اور اسے اس کا شعور ہی نہیں ہوتا [illegible]

لاتا ہوں مگر اس وقت ایمان لانا نفع نہیں دیتا۔

حاصل : مجرمین خلاف حق کرتے کرتے المناک عذاب کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ وہ اس قدر غافل ہوتے ہیں کہ اپنے انجام کو دیکھتے ہی نہیں۔ ان پر عذاب کی گرفت اچانک آتی ہے اور انہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ پھر کہیں گے۔ کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی۔

المناک عذاب جب مجرمین کو اچانک اپنی گرفت میں لے لے گا۔ تو وہ عرض کریں گے۔ کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی کہ ہم ماننے والوں میں شمار ہو جائیں۔ عمل کے لئے دیا گیا وقت پورا ہو چکا ہو گا۔ اب ایمان لانا نفع نہ دے گا۔

حاصل : حال پر ملی ہوئی مہلت کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو فلاح حاصل ہوتی ہے۔ عذابِ الٰہی میں پکڑے جانے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ کہ ایسی توبہ کو صالح اعمال کے ساتھ سچا ثابت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ کیا ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں۔

مجرمین حق کا انکار کرتے ہوئے تبلیغ حق کرنے والوں سے یہ کہتے رہے ہیں۔ کہ آپ اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے وہ عذاب لا کر دکھائیے جس کا آپ ڈراوا دیتے ہیں۔ عذاب الٰہی کو دیکھنے کے بعد یہ بھی کہتے رہے ہیں۔ کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی کہ ہم ایمان لے آئیں۔ جو لوگ جلد بازی میں حق کو ماننے کے لئے عذاب الٰہی کو دیکھنے کی شرط لگا دیتے ہیں۔ انہیں سابقہ واقعات سے سبق لینا چاہئے۔ عذاب الٰہی کے سامنے نہ کبھی کسی کا بس چلا ہے۔ نہ کبھی چلے گا۔

حاصل : جہالت کی انتہا ہے یہ کہ عذاب الٰہی کو جلدی مانگا جائے۔

أَفَرَءَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ بھلا دیکھو تو اگر ہم انہیں چند برس متاع دیں۔

جو متاع اللہ کے پاک بندوں کو حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ حدود اللہ کے ماننے والوں کو جو رزق ملتا ہے۔ وہ پاک ہے اور اللہ کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ جو متاع منکرین حق کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ مشیت الٰہی کے تحت ہوتی ہے۔ ملتا انہیں وہی ہے جو ان کے حصے کا ہوتا ہے مگر وہ خلاف حق کرنے کی وجہ سے اسے ناپاک کر کے لیتے ہیں۔ یہ متاع بھی ایک محدود وقت کے لئے ہی ہو سکتی ہے۔ اس وقت میں اتمام حجت ہو رہا ہوتا ہے۔ جب اللہ کے نزدیک منکرینِ حق کو دی گئی مہلت کا منشاء پورا ہو جائے۔ تو یہ مہلت ختم ہو جاتی ہے۔

t.com

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنا چاہئے۔ متاع حیات دنیا اظہار بندگی کے لئے استعمال ہو تو رخ درست ہو گا۔ متاع حیات دنیا کو مقصود ٹھہرا لیا جائے تو رخ درست نہیں ہو گا۔

ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾

پھر ان پر آئے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کے خاتمے پر منکرین حق عذاب الٰہی کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ [illegible] جس کو وہ اپنی بڑائی کی سند جانتے ہیں۔ بے معنی معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت ایمان لانا شامل نہیں [illegible] صالح اعمال سے اس کو سچا ثابت کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہو۔ اللہ کے نزدیک قبول نہیں ہوتا۔

حاصل : جس انجام کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ جو انجام تبلیغ حق کرنے والے واضح کرتے ہیں [illegible] انجام سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ جسے یہ مطلوب ہو کہ وہ فلاح پائے [illegible] چاہئے کہ مومن یقیناً فلاح پاتے ہیں۔

مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُمَتَّعُوۡنَ ﴿۲۰۷﴾

تو کیا کام آئے گا ان کے جو برتتے رہے۔

مجرمین وہ جو متاع بھی حاصل ہے [illegible] وقت کے لئے [illegible] کے اعمال کی جزا بھی [illegible] وہی انہیں دی گئی مہلت کے ختم ہونے پر [illegible] ماضی کا سکھ بہت ہی تھوڑا معلوم ہو گا اور [illegible] اس وقت [illegible]

حاصل : جو متاع خلاف حق استعمال ہو وہ باعث عذاب بن جاتی ہے [illegible] تصدیق شاہدین کی معیت سے ہوتی ہے۔

وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ﴿۲۰۸﴾

اور ہم نے کوئی قریہ ہلاک نہیں کیا [illegible] کے لئے ڈر سنانے والے نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ [illegible] ہے۔ حق کے ماننے کے لئے لوگوں کو حال پر [illegible] خلاف حق کرنے کے انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔ [illegible]

rfat.com

حاصل : اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کا نہ کبھی کوئی مقام تھا. نہ ہے اور نہ کبھی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس بستی کو بھی ہلاک کیا گیا. اتمام حجت کے بعد کیا گیا۔

ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ نصیحت کے لئے. اور ہم ظالم نہیں۔

اتمام حجت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا جاتا ہے. اس سے آگے کسی بات کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔ جو تعلق اللہ کو لوگوں سے ہے. وہ اللہ کے علم مطلق سے ہے. اور اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ نصیحت کے لئے ڈر سنانے والوں کو بھیجے بغیر اگر لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا جائے. تو یہ ظلم ہے اور ظلم اللہ کی شان کے خلاف ہے۔

حاصل : لوگوں کو نصیحت کیے بغیر اگر انہیں خلاف حق کرنے کی سزا دی جائے تو یہ ظلم ہے. اور اللہ کو ناپسند ہے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ اور شیاطین کے ذریعے اس کا نزول نہیں ہوا۔

شیاطین خلاف حق کرتے ہیں۔ ان کا رخ ہمیشہ ظلمات کی طرف ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو خواہشات نفس کی پیروی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف لازم کو پسند کرتا ہے. اس لئے شیاطین کبھی نزول حق کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔

حاصل : حق کو بطور امانت پہنچانا چاہئے. اور امانت کبھی خیانت کرنے والوں کے ذریعے نہیں پہنچائی جاتی۔

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اور وہ اس قابل نہیں اور نہ انہیں استطاعت ہے۔

شیاطین انسانوں کے کھلے دشمن ہیں. اس لئے وہ اس قابل ہی نہیں کہ انہیں حق کے نزول میں ذریعے کا درجہ دیا جائے۔ حق کی پاکیزگی کی شان اس قدر ہے. کہ شیاطین اس کو سنبھالنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔

حاصل : حق پہنچانے والے یقیناً انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ہمیشہ پاک ہوتے ہیں۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ ان کو تو سننے کی جگہ سے ہی معزول کر دیا گیا ہے۔

Marfa

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے۔ اس نے نزول حق میں حفاظت کا ایسا انتظام کیا کہ شیاطین کو اس مقام تک رسائی ہی نہ ملی جہاں سے وہ سن گن لے سکتے تھے۔

حاصل : پیغام حق کی شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس امانت کے اپنے محل پر پہنچنے تک اس کی پوری پوری حفاظت کرنی چاہیے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾

تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود مت پکارو، پھر تم عذاب میں پڑو گے۔

یہ فرد سے خطاب ہے، کہ معبود ایک ہے اور لاشریک ہے۔ جب اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے گا تو یہ ظلم عظیم ہو گا، اور باعث عذاب الٰہی ہو گا۔ اللہ کی رضا کے لئے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے سے [illegible] گا، تو یکسوئی حاصل ہو گی۔ اور جب ایک وقت میں کئی معبود سامنے ہوں گے تو کچھ حاصل نہ ہو [illegible] ہی ہو گا۔ اس کا نتیجہ گمراہی ہی ہو سکتا ہے، اور گمراہی باعث عذاب ہوتی ہے۔

حاصل : شرک سے بچنے والا ہی، عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

تبلیغ حق کی ابتدا اپنے قریبی رشتہ داروں سے کی جائے تو ہدایت خوب پھیلے گی [illegible] کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اگر اپنے قریبی رشتہ داروں کی اصلاح کیے بغیر دوسروں کو حق کی دعوت دی جائے تو [illegible] لوگ یہ کہیں گے کہ ہمیں من مانی کرنے سے روکا جا رہا ہے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو [illegible] اگر یہ بھلائی کی راہ ہے تو اس سے قریبی رشتہ داروں کو پہلے فائدہ پہنچانا چاہیے۔

حاصل : تبلیغ حق کا کام اپنے قریبی رشتہ داروں سے شروع کرنا چاہیے [illegible] کے انجام سے ڈرانا چاہیے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾

اور مومنین سے جو آپ کا اتباع کرتے ہیں، ان کے لئے بازو بچھائیے۔

مومنین اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع لانے والے کا اتباع کرتے ہیں۔ اس عمل میں انہیں [illegible] دشمنان دین کی مخالفت کو برداشت کرتے ہوئے معیت حق میں پورے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے [illegible] پہنچانے والے صاحب پر لازم ہے کہ وہ شفقت و مہربانی کے ساتھ ان لوگوں کو [illegible]

rfat.com

حق کی ادائیگی کے لئے سہارا دے۔

حاصل : صاحب حال پر لازم ہے کہ وہ مومنین کے لئے جو اس کی پیروی کرتے ہیں شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔

فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝۲۱۶ پھر اگر تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ میں اس سے بیزار ہوں جو عمل تم کرتے ہو۔

صاحب حال کے فرمان کو ماننے والے امر کے کوٹ کے اندر رہتے ہیں۔ اس کی نافرمانی کرنے والے امر کے کوٹ کے اندر نہیں رہتے۔ ان سے بیزاری کا اظہار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ من مانی کرنے والے کے ساتھ صاحب حال کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کی بات اللہ کی بات ہو اس کی اطاعت ہی اطاعت حق ہوتی ہے۔ اور اس کی نافرمانی کو معصیت کہتے ہیں۔ جو طلب ہدایت نہ رکھتا ہو اس سے بیزاری کا اظہار کرنا بھی صاحب حال کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

حاصل : صاحب حال کی شان یہی ہے کہ وہ طلب ہدایت نہ رکھنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرے۔

وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ۝۲۱۷ اور اللہ پر توکّل کرو جو عزیز بھی ہے رحیم بھی ہے۔

نافرمانی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کے بعد ان کی حیثیت کی طرف دیکھنا منع ہے۔ اس حال پر یہ یقین رکھنا ضروری ہے۔ کہ جو کچھ مومنین کے پاس ہے وہ پورا ہے اور جو مستقبل میں درکار ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کر دیا جائے گا۔ یہ اللہ کی شان ہے۔ کہ اس سے بڑی قوت والا کوئی نہیں۔ یہ بھی اس کی شان ہے کہ وہ مومنین کی حسن نیت کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنے رحم سے نوازتا رہتا ہے۔

حاصل : نافرمانی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کے بعد ان کی حیثیت اور استعداد کی طرف دیکھنا منع ہے۔ اللہ پر توکّل کرنا چاہئے۔ جو سب سے بڑی قوت والا ہے اور سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

الَّذِىۡ يَرٰٮكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ۝۲۱۸ جو تمہیں دیکھتا ہے جب کھڑے ہوتے ہو۔

نافرمانی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کے بعد اللہ کی بندگی میں زیادہ وقت گزارنا چاہئے۔ نمازوں کے لئے مقررہ اوقات پر نمازیں ادا کی جائیں۔ اور پھر شب و روز میں نوافل بھی پڑھے جائیں تو اس سے بڑی استطاعت حاصل ہوتی ہے۔ بندے کو اللہ کے قریب ہونے کا شرف ملتا ہے۔

t.com

حاصل : مومنین کے ساتھ رہنے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ نماز میں ادب سے قرأت ہونی چاہئے۔ آواز کو نہ بلند ہونا چاہئے نہ بالکل مخفی ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کے درمیان کی کیفیت ہونی چاہئے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اور سجدہ کرنے والوں میں تمہاری آمد و شد کو۔

رات کے آخری حصے میں جاگنا نفس پر بھاری ہوتا ہے۔ اس لئے تربیت نفس کے لئے شب بیداری [illegible] طریقت تھی، ہے اور رہے گی۔ معلم اپنے ساتھیوں کو عبادات الٰہی میں منہمک دیکھ کر راحت پاتے ہیں۔ ان [illegible] ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں، اور یہ بتاتے ہیں کہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہو، جلوت میں اللہ [illegible] وسلم کے ساتھ پاک رہو۔ اس طرح دائمی پاک دامنی کا شرف پاؤ گے۔

حاصل : معلم کی، عبادت کرنے والوں کے پاس آمد و شد، اللہ [illegible]

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ بے شک وہی سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر حال میں سنتا ہے۔ وہ دل کے بھید بھی جانتا ہے۔ [illegible] نہیں ہوتی۔ اس کے سامنے اپنا حال بیان کرنا اظہار بندگی کا حصہ ہے۔ [illegible] یہ بھی کہا جائے کہ یا اللہ تو سب سے بڑے علم والا ہے، ہم جو کچھ مانگ رہے ہیں [illegible] اس سے بچالے، ہمیں وہ عطا فرما جو ہمارے لئے دنیا و آخرت میں باعث فلاح ہو۔

حاصل : اپنا حال، اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کرنا چاہئے۔ [illegible] علیم مطلق کے علم کے تابع رکھنا چاہئے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ کیا میں تمہیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا پاک کلام، اللہ تعالیٰ کے پاک بندے پر نازل ہوا، جس کی صداقت اور امانت کا اعتراف سب دیکھنے والوں کو تھا۔ شیاطین کی باتیں ناپاکی سے تعلق رکھتی ہیں، اس لئے پاک لوگوں سے شیاطین کو کراہت ہوتی ہے۔ شیاطین ایسی لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، جو اپنی خواہشات کی پیروی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

حاصل : جو بُری صفات کا حامل ہو، شیاطین کو اس ناپاک تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔ عباد مخلصین پر شیطان کا کوئی داؤ نہیں چلتا۔

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۲۲۲ اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہ گار پر۔

شیطان ان لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، جن کو حق سے کراہت ہو، جو جھوٹ کو پسند کرتے ہوں، بدکردار ہوں اور جزا کا انکار کرتے ہوں۔ پاک اور ناپاک کے درمیان فرق کو ہمیشہ دیکھنا چاہئے۔ اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے والے کبھی ہدایت نہیں پاتے۔

حاصل : جھوٹے اور گناہ گار لوگوں سے دور رہنا چاہئے، کہ وہ شیطان کے پیروکار ہوتے ہیں، اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝۲۲۳ سنی ہوئی بات ان پر ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔

شیاطین، بدکاروں، گناہ گاروں پر اپنی سنی ہوئی بات لاڈالتے ہیں، جو حقیقتاً انسان دشمنی پر مبنی ہوتی ہے۔ پھر ان بدکاروں میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے، جو جھوٹ گھڑتے ہیں۔ جو چاہا گھڑ لیا اور نام کسی جن کا لے دیا۔ ان کے سننے والے تو ان کی باتوں کو بلاتحقیق ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

حاصل : شیطان کی بات ہمیشہ انسان دشمنی پر مبنی ہوتی ہے۔ جھوٹے کی کسی بات کو بلاتحقیق ماننا نہیں چاہئے۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝۲۲۴ اور شعراء کا اتباع تو بے راہ ہی کرتے ہیں۔

منکرین حق، کلام پاک کو شعر بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ منشاء یہ ہوتا تھا کہ اشعار کا اثر لوگوں پر ہوا ہی کرتا ہے، اس لئے اس کلام کا بھی لوگوں پر اثر ہو رہا ہے۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ شعراء کی پیروی کرنے والے تو بے راہ لوگ ہوتے ہیں۔ اپنی خواہشات کا ذکر کرنے کے علاوہ ان کے پاس ہوتا ہی کیا ہے۔ اور حق کو ماننے والے تو کبھی اپنی خواہشات کو وقعت نہیں دیتے۔

حاصل : شاعر اگر لوگوں کو ان کی خواہشات کے دائرے سے نکلنے میں مدد دے اور حق کو ماننے کی ترغیب دے، تو وہ لائق احترام ہوتا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کی خواہشات کے دائرے میں الجھاتا چلا جائے تو پھر وہ گمراہ لوگوں کا امام ہوتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝۲۲۵ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں

سرگرداں پھرتے ہیں۔

شاعروں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ یک سو کے مقام پر نہیں ہوتے۔ کسی سے راضی ہوں تو اس کی شان میں بے سر پیر باتوں کا گلدستہ بنا کر پیش کر دیں گے۔ کسی سے ناراض ہوں تو اس کو قابل نفرت بنا کر دکھا دیں گے۔ بات بھی حق سے [illegible] سے نہیں کریں گے۔ ان کے تخیلات انہیں ہمیشہ سرگرداں ہی رکھتے ہیں۔

حاصل : شعراء عموماً یک سو نہیں ہوتے۔ ان کے تخیلات انہیں ہمیشہ سرگرداں ہی رکھتے ہیں۔ ان کی ذات کبھی کسی کے لئے ہدایت کا نمونہ نہیں ہوتی۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

شعراء کی باتیں ان کے حال سے تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ جو کہتے ہیں ان کے اعمال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ [illegible] کی باتیں کرتے ہیں، خود محبت نہیں کرتے۔ محب ہمیشہ اپنے محبوب سے کہتے ہیں [illegible] کے رویے کی شکایت ہی کرتے رہتے ہیں۔ عشق کی باتیں شاعر خود کرتے ہیں [illegible] کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کسی دوسرے کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

حاصل : ہمیں وہ بات نہیں کرنی چاہئے جس کی ہمارے عمل سے تصدیق نہ ہوتی ہو۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور [illegible] کیے اور اللہ کا [illegible] اس کے کہ ان پر ظلم [illegible] والوں کو جلد ہی [illegible] کروٹ پلٹتے ہیں۔

وہ شعراء جو ایمان والے ہوں اور صالح اعمال سے ان کے ایمان کی تصدیق ہوتی ہو [illegible] اور بدلہ لیں تو اسی وقت جب ان پر ظلم کیا گیا ہو۔ ان پاک لوگوں سے اللہ کی مخلوق [illegible] جماعت میں شامل نہیں ہیں۔ انہیں ان کے ظلم کا انجام جلد ہی نظر آ جائے گا۔ [illegible] وقت حق کو مان لینا انہیں نفع نہ دے گا۔

حاصل : وہ شعراء جو ایمان والے ہوں، جو صالح عمل کرتے ہوں، اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہوں، بدلہ لیں تو اسی وقت لیں جب ان پر ظلم ہوا ہو، [illegible] ہیں۔ [illegible]

والے ظالم ہیں، اور ان کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر (15) میں فرمایا ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝

کافر بہت آرزو کریں گے کہ کاش مسلمان ہوتے۔

Marfa

سُورَةُ النَّمۡلِ

آیاتها ۹۳ — رکوعاتها ۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰسٓ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ①

طٰس۔ یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیات ہیں۔

حروف مقطعات پر زبان کھولنا اللہ کے رسول سے آگے قدم بڑھانے والی بات ہوگی۔ [illegible] قرآن پاک، کتاب مبین بھی ہے۔ اس کی روشنی وہی پا سکتا ہے جو حق و یقین پر قائم ہو۔ [illegible] ہے۔ اپنے اندر فلاح کا پیغام رکھتی ہے۔ لیکن فلاح پاتا وہی ہے جو [illegible] کرتا ہے۔

حاصل : حروف مقطعات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے [illegible] مقام پر انتہائی سند قرآن پاک کی آیات ہی ہو سکتی ہے۔

هُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ②

ہدایت و بشارت مومنین کے لئے۔

کتاب مبین کی آیات میں مومنین کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔ [illegible] ہیں۔ متقین اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ انہیں بڑا یقین ہوتا ہے [illegible] درست ہو جائے۔ وہ چاہتے ہیں ان کے اعمال کی اصلاح ہو جائے۔ [illegible] بشارت بھی ہے کہ وہ فلاح پائیں گے۔ قرآن پاک میں مومن کی [illegible] صفات [illegible] رکوع، سجود، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور حدود اللہ کی حفاظت۔ [illegible] کتاب مبین کی ہدایت و بشارت کے حوالے سے مدد گار ہو سکتی ہے۔

حاصل : راستے کی باتیں کرنے سے ہی راستہ طے نہیں ہو جاتا۔ [illegible] مومن کی مذکورہ نو (۹) صفات کو اپنا حال بنایا جائے تو ہدایت و بشارت کے [illegible] ہونے کا مرتبہ بھی عطا ہو گا۔

Marfat.c

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾

وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور انہیں آخرت کا یقین ہے۔

جن کے لئے قرآن پاک ہدایت اور بشارت کا پیغام ہے۔ وہ لوگ نماز قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ نماز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہنے کا عہد کیا جاتا ہے۔ یہ عہد سچا ثابت ہو جائے تو نماز قائم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہو جاتا ہے، اور اللہ کی راہ پر خرچ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ لازم و ملزوم ہیں۔ لوگوں کو دکھانا یا داد طلب نگاہوں سے ان کو دیکھنا درست نہیں ہوتا۔ آخرت کا یقین رکھنے والے کبھی ایسا نہیں کرتے۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک معیار ہے۔ اور اس معیار کے حوالے سے ان کا قول و فعل بہت ہی پختہ ہوتا ہے۔

حاصل : نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور آخرت پر یقین رکھنا، قرآن پاک سے ہدایت و بشارت پانے والوں کی نشانیاں ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَہُمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فَہُمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۴﴾ؕ

وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے اعمال ان کے لئے مزیّن کر دیئے ہیں، تو وہ بھٹک رہے ہیں۔

وہ لوگ جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے، ان کے نزدیک من مانی کرنے سے زیادہ اہمیت کسی کام کی نہیں ہوتی، اس لئے انہیں اپنے اعمال میں بڑی خوبی نظر آتی ہے۔ متاعِ حیات کو مقصد حیات بنا لینے والے جب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ماحول میں موجود لوگوں کے مقابل وسیع المال ہو گئے ہیں، تو وہ اسے اپنی کامیابی جانتے ہیں اور ہدایت سے دور ہوتے جاتے ہیں، اور راہ حق سے بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ جو طالب ہدایت نہ ہو اس کے لئے مشیت الٰہی یہی ہوتی ہے۔

حاصل : جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، مشیت الٰہی ان کے لئے یہی ہوتی ہے کہ وہ بھٹکتے چلے جائیں۔ طالب ہدایت نہ ہو تو ہدایت نہیں ملتی۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَ ہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾

وہی لوگ ہیں جن کے لئے بُرا عذاب ہے، اور وہی آخرت میں سب سے بڑھ کر خسارے میں ہیں۔

حیاتِ دنیا میں جن لوگوں کو من مانی کرنے سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں ہے، ان کے اعمال انہیں بھلے لگتے ہیں۔ عمل کے

Marfa

لئے دیا گیا وقت ختم ہو جانے پر انہیں عذاب میں پکڑ لیا جاتا ہے۔ اس عذاب کے بعد انہیں اصلاح حال کی مہلت نہیں [illegible] لئے یہ ان کے لئے بڑا عذاب ہوتا ہے۔ اور آخرت میں تو یہ لوگ سب سے بڑے خسارے میں ہوں گے [illegible] اعمال آخرت کے انکار پر مبنی ہوں گے۔ اور آخرت ناقابل تردید صورت میں ان کے سامنے ہوگی۔

حاصل : وہ عذاب جس کے بعد اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو، بڑا عذاب ہوتا ہے۔ آخرت کا انکار کرنے والے ہی آخرت میں سب سے بڑھ کر خسارے میں ہوں گے۔

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿٦﴾

اور بے شک یہ قرآن آپ کو حکیم و علیم کے لدن سے القا ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی تنزیل رب العالمین کی طرف سے ہوئی ہے۔ [illegible] ہیں جو حکم الٰہی کی عملی صورت متعین کرتے ہیں۔ قرآن پاک حکیم مطلق کی طرف سے ہے [illegible] لئے حکمت و علم کی طلب رکھنے والوں کے لئے یہ انتہائی مفید کتاب ہے۔

حاصل : قرآن پاک حکیم و علیم کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ [illegible] ہے۔ اس کا اسوۂ حسنہ ہدایت کے طلب گاروں کے لئے [illegible] والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے نہیں ہوتے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٧﴾

جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے گھر والوں سے فرمایا میں نے آگ دیکھی ہے [illegible] اس کی خبر لاتا ہوں [illegible] لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔

مدین کی طرف سے واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] ضرورت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روشنی دیکھی تو [illegible] موجودگی روشنی کرنے والے کی موجودگی کی علامت ہوتی ہے [illegible] مقصود کا راستہ ملتا ہے۔ [illegible] اور سردی میں آگ تاپنے کا [illegible]

حاصل : اپنے گھر والوں کی حفاظت کا حق ادا کرنا چاہئے۔ [illegible] خدمت ہے۔

Marfat.c

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧

پھر جب وہاں آئے تو ندا آئی. برکت والا ہے وہ جو تجلی میں ہے اور جو اس کے ماحول میں ہے۔ اور پاک ہے اللہ جو رب العالمین ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب روشنی کے قریب آئے تو ندا آئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں آپ کا رب ہوں تو اپنے جوتے اتار دیجئے. بے شک آپ مقدس وادی طویٰ میں ہیں۔ پھر فرمایا گیا. برکت والا ہے جو تجلی میں ہے۔ اللہ مالکِ کل ہے. وہ سب برکات کا مالک ہے۔ وہ جسے چاہے اپنی برکات سے نواز دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس ماحول میں ہونے کی بدولت جو احساس اپنی ذات کے بارے میں ہو رہا تھا. اس کی تصدیق فرمائی گئی. اور یہ بھی فرمایا گیا. کہ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے. ہر شے پر ہے اور وہی سب کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔

حاصل : مقام حیرت پر بندے کو مدد کی فوری ضرورت ہوتی ہے. اس لئے آسانی مہیا کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨

اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں ہی اللہ ہوں عزت والا. حکمت والا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا: بے شک میں ہی اللہ ہوں. مجھ سے بڑی قوت والا کوئی نہیں. مجھ سے بڑی حکمت والا بھی کوئی نہیں. کسی قوت سے میرا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا. کسی حکمت سے میرا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے بڑا صاحب یقین وہی ہے. جس کو اللہ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ سب سے بہتر راستہ بھی وہی ہے. جو اللہ کا بتایا ہوا ہے۔ اور جزا دینے والا تو بس ہی اللہ. جو ایک ہے اور لاشریک ہے۔

حاصل : حق کو ماننے سے جو قوت حاصل ہوتی ہے. اس کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔ حق کو ماننے میں جو حکمت ہوتی ہے. اس کا اندازہ لگانا ہی نہیں چاہئے۔ اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح استعمال کرنے کی صورت یہی ہے کہ حق کے علاوہ کچھ مقصود نہ ہو۔

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى

اور اپنا عصا ڈال دیجئے. پھر آپ نے اسے لہراتا ہوا سانپ دیکھا مڑ کر چلے اور پیچھے نہ دیکھا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) خوف نہ

لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ⑩

کہئے، بے شک میرے حضور مرسلوں کو خوف نہیں۔

اللہ تعالیٰ علیم مطلق ہے۔ اللہ سب کو علم دینے والا ہے۔ کوئی اللہ کو علم دینے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے عرض کیا یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنے ریوڑ پر پتے جھاڑ لیتا ہوں اور اس سے دوسرے کام بھی لیتا ہوں۔ آپ نے اپنے عصا کے فائدے گنوا دیئے۔ حکم ہوا اسے زمین پر ڈال دیجئے۔ زمین پر ڈال دینے سے وہ فوراً سانپ بن گیا۔ آپ ڈر گئے کہ شاید اللہ کے حکم کا لحاظ رکھنے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ اس لئے آپ مڑے اور پیچھے نہیں دیکھا۔ پھر پکارا گیا اے موسیٰ ڈریئے نہیں کہئے، بے شک میرے حضور مرسلوں کو خوف نہیں۔ یہ الفاظ بھی کہہ دیئے کہ آپ مرسل ہیں۔

حاصل: سفر میں عصا کو ساتھ رکھنا چاہئے۔ خوف اس بات کا ہونا چاہئے کہ حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ پاک لوگوں کا ساتھ اختیار کرنا چاہئے۔

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوٓءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑪

مگر جس نے زیادتی کی پھر برائی کے بعد حسن سلوک پر بدل دیا تو بے شک میں بخشنے والا رحم فرمانے والا ہوں۔

پاک لوگوں سے زیادتی ہو جائے تو وہ خلاف حق کی رعایت سے نہیں ہوتی۔ بھول ہو جاتی ہے۔ پاک لوگوں کی بدولت رحمت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور اس سے بخشش کا سبب بنتا ہے۔ بھول کو اصلاح سے بدل دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھول کی بخشش ہو جاتی ہے اور اس پر رحمت بھی ہوتی ہے۔

حاصل: بھول جانا پاک لوگوں کی نشانی ہے۔ بھول کے بعد حسن عمل سے اصلاح حال کا ثبوت دیا جائے تو اللہ تعالیٰ بخشش اور رحمت سے نواز دیتا ہے۔

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ فِي تِسْعِ ءَايَٰتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمًا فَٰسِقِينَ ⑫

اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالئے وہ بے عیب چمکتا ہوا نکلے گا۔ نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جائیے۔ بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرے معجزے کے عطا کرنے سے پہلے ہی اس کی صورت بتا دی گئی۔ تاکہ آپ کو حیرت نہ ہو۔ یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ ہاتھ میں کوئی مرض نہ ہوگا۔ جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکال کر دکھائیں گے۔ تو یہ چمکتا ہوا نکلے گا۔ ان دو معجزات کے علاوہ جو کچھ آپ کو حق کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے درکار ہوگا۔ وہ بھی آپ کو عطا کر دیا گیا۔ آپ ان نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جایئے۔ فرعون اور آل فرعون جب گرفتار عذاب ہوتے۔ تو ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیج دینے کا وعدہ بھی کرتے۔ جب عذاب کو کھول دیا جاتا۔ تو وہ اپنے وعدے سے پھر جایا کرتے تھے۔

حاصل : کام تفویض کرنے والے کو یہ دیکھنا چاہئے کہ جس کو کام تفویض کیا گیا ہے۔ اس کو وہ سب کچھ دیا جائے جو اس کام کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ حق روشن ہو اور اتمام حجت بھی ہو جائے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾

پھر جب ان کے پاس ہماری آنکھیں کھولنے والی نشانیاں پہنچیں۔ کہنے لگے یہ تو صریحاً جادو ہے۔

فرعون اور آل فرعون نے حق کو جھٹلاتے ہوئے یہ بھی کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آئیں۔ کہ ہم پر اس سے جادو کریں۔ ہم کبھی آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ان لوگوں نے حق کو روشن کرنے والی سب نشانیوں کو دیکھ کر یہی کہا۔ یہ تو صریحاً جادو ہے۔

حاصل : ہدایت کی طلب ہو تو آنکھیں کھولنے والی نشانیوں کو دیکھ کر حق کو ماننا اور اللہ کا شکر ادا کرنا۔ حال ہو جاتا ہے۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے۔ حق کی روشن نشانیوں کو دیکھ کر اسے صریحاً جادو کہہ دیتے ہیں۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۗ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤﴾ ع

اور ان کا انکار کیا۔ ظلم اور غرور سے اور اپنے جی میں ان کا یقین کر چکے تھے۔ تو نظر کیجئے۔ مفسدین کی عاقبت کیسی ہوئی۔

آنکھیں کھولنے والی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد۔ اپنے جی کے اندر ان کے بارے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ مگر منکرین حق کا ظلم اور غرور حق کو ماننے میں آڑے آتا ہے۔ ظالم اور مغرور کو یہ نظر آتا ہے کہ حق کو ماننے سے اس کا تشخص ختم ہو جائے گا۔ اس لئے وہ فساد سے رکتا نہیں۔ اس کی عاقبت ہمیشہ عبرتناک ہوتی ہے۔

t.com

حاصل : مفسد لوگ ظلم و غرور کو طریق زندگی بنا لیتے ہیں۔ ان کا انجام ہمیشہ تباہ ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر انہیں دریا میں غرق کر دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے، اور وہ ان سے غافل تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾

اور بے شک ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اور سلیمان (علیہ السلام) کو علم عطا فرمایا۔ اور دونوں نے شکر کرتے ہوئے کہا، حمد اللہ ہی کی ہے، جس نے اپنے مومن بندوں سے ہم کو فضیلت دی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم الٰہی سے نوازا گیا۔ ان حضرات کو [illegible] عطا فرمائی گئی تھی، بڑی حکمت اور معرفت کے ساتھ چلایا اور بڑی شان و شوکت [illegible] ہے جس نے اپنے مومن بندوں سے ہم کو فضیلت دی ہے۔ [illegible] علم حقیقی سے تعلق رکھتی ہے۔

حاصل : علم حقیقی رکھنے والوں کی فضیلت کا اعتراف [illegible] مومن ہی باعزت ہوتا ہے۔

وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾

اور سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کے وارث ہوئے اور [illegible] منطق الطیر کا علم دیا گیا ہے۔ اور ہر شے سے ہمیں عطا ہوا ہے۔ بے شک یہ [illegible] فضل ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ان کی بادشاہت کے وارث ہوئے [illegible] کرکے اللہ کے فضل کو واضح کرتے ہوئے فرمایا [illegible] کا فضل ہے [illegible]

rfat.com

ہے اور ہم ان سے بڑی خدمات لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ عطا کیا ہے، اور یہ سب کچھ یقیناً اللہ کا فضل ہے۔

حاصل : جو بات ہمارے لئے وجہ فضیلت ہو، اس کے بارے میں یہ بتانا ہمارا حق ہے، کہ یہ یقیناً اللہ کی عطا ہے اور اس کا فضل ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے آپ کے لشکر جمع کیے گئے، جنّ و انس اور طیور اور ان کی درجہ بندی کی جا رہی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ان کے لشکر جمع کیے گئے، کہ آپ ان کا جائزہ لے سکیں۔ اس لشکر میں جن بھی تھے، انسان بھی تھے اور پرندے بھی تھے۔ اس لشکر کے ہر حصے کو اپنے اپنے کام کا علم تھا اور اس لشکر کے سب حصے باہم مربوط تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ماحول کے بارے میں بڑے باخبر رہ سکتے تھے، جن و انس کی فوجوں کو مطلوبہ کام پر لگا سکتے تھے اور بڑے بڑے کام بآسانی کر سکتے تھے۔ یہ بڑی شان تھی، مگر اس شان کے ساتھ آپ نے اظہار بندگی کر کے دکھایا، اور فخر و غرور کی کوئی بات نہیں کی۔

حاصل : کام کے حوالے سے لشکروں کی درجہ بندی ہونی چاہئے، ان کے مابین بڑا ربط ہونا چاہئے، اور شان و شوکت عطا کرنے والے مالکِ کل کی بندگی خلوت و جلوت میں ہونی چاہئے۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

حتیٰ کہ جب چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے، ایک چیونٹی نے پکارا، اے چیونٹیو اپنے مساکین میں داخل ہو جاؤ، کہیں تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان (علیہ السلام) اور آپ کے لشکر اور انہیں پتہ بھی نہ ہو۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر گزرتے ہوئے چیونٹیوں کی ایک وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے، چیونٹیوں کو خبردار کیا اور کہا کہ اے چیونٹیو اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کے ساتھ آ رہے ہیں، کہیں تم کچلی نہ جاؤ اور انہیں اس بات کا پتہ بھی نہ ہو کہ تم کچلی جا رہی ہو۔ چیونٹیاں حیات اجتماعی کے اعتبار سے بڑی منظم ہوتی ہیں۔ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بڑے نظم سے کام میں لگی رہتی ہیں۔ جن کا کام دل کو خطرات سے آگاہ کرنا ہو، وہ ہی یہ کام کرتی ہیں۔ ان کی آواز ان کے اختیارات کے دائرے میں سنی بھی جاتی ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ چیونٹی کو یہ یقین تھا، کہ یہ

لشکر چیونٹیوں کو کچلنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بے خبری میں ان سے ایسا ہو سکتا ہے۔

حاصل : چیونٹیوں کی حیات اجتماعی بڑی منظم ہوتی ہے۔ اس سے بڑا مفید علم حاصل ہوتا ہے۔ حشرات کو کچلے جانے سے بچانا چاہئے۔ نیچے دیکھ کر چلنا چاہئے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۹﴾

تو اس کے قول سے آپ تبسم فرمانے لگے اور دعا کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کروں، جو نعمت تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی۔ اور یہ کہ میں صالح عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ایک چیونٹی کی آواز سنی تو اپنے اس علم پر [illegible] کردہ علم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تبسم فرمایا اور دعا کی: اے میرے رب [illegible] دے کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کروں۔ یقینا تو نے مجھے اور میرے والدین کو [illegible] کی درخواست کرتا ہوں کہ [illegible] تیری رضا کے مطابق [illegible] رہوں۔

حاصل : اللہ کی عطا کردہ نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ [illegible] اور جو صالحین کی طریقت کے مطابق ہو۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ﴿۲۰﴾

اور طیور کا جائزہ لیا تو فرمایا کیا ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ غائب ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے لشکروں میں پرندے اس لئے ساتھ رکھے ہوئے تھے [illegible] ان کے ذمے کام لگایا ہے۔ اور وہ ان کے ساتھ حاضر رہتے ہیں۔ جب آپ نے ہدہد کو اس کے مقام پر نہیں دیکھا تو [illegible] میں نہیں دیکھ رہا یا وہ کہیں غائب ہے۔

Marfat.c

حاصل : جس کو اپنے مقام کا علم ہو، اسے اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے مقررہ مقام پر موجود ہونا چاہئے۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾

اسے ضرور سزا دوں گا، شدید سزا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا وہ میرے پاس کوئی واضح ثبوت لائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے بارے میں فرمایا کہ اس کو فرائض کی بجا آوری میں غفلت کی سزا دی جائے گی، وہ سزا شدید ہوگی یا انتہائی ہوگی اور جرم کی نوعیت اور نسبت سے ہوگی۔ سزا سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے، کہ ہُدہُد اپنی عدم حاضری کا واضح جواز پیش کرے۔ پرندوں سے حضرت سلیمان علیہ السلام جو کام لیتے تھے، وہ اللہ کے عطا کردہ علم کی بدولت تھے، اندازے سے اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ علم کب رکھنے والے بھی پرندوں سے ان کی کسی خصوصی حس کے حوالے سے کئی کام لے لیتے ہیں۔

حاصل : سزا جرم کی نوعیت کے مطابق ہونی چاہئے۔ جس کی مجبوری کا واضح ثبوت مل جائے، اس کو سزا دینا خلاف حق ہوتا ہے۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾

تو زیادہ دیر نہ کی پھر حاضر ہو کر ہُدہُد نے عرض کی، کہ میں وہ دیکھ آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھا اور میں سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔

وقت مقررہ پر ہُدہُد نے اپنی عدم حاضری کا جواز پیش کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام سے یہ گزارش کی، کہ میں وہ کچھ دیکھ آیا ہوں جو آپ کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا، اور میری پیش کردہ باتیں آپ کے لئے مفید ہوں گی، یہ باتیں سبا سے متعلق ہیں اور میرے یقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ حکومتوں کے مخبر اسی انداز میں بات کرتے ہیں۔

حاصل : اپنی کوتاہی کا جواز پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مخبر حاکم وقت کی پسند کو اپنی سمجھ کے مطابق بڑی وقعت دیتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ حکومت کو صرف یقینی خبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

میں نے ایک عورت دیکھی ہے جو ان پر بادشاہی کرتی ہے، اور اسے ہر شے سے

Marfa

عطا ہوا ہے، اور اس کا تخت عظیم ہے۔

ہُدہُد نے اپنی گزارش پیش کرتے ہوئے یہ کہا: کہ میں نے ایک عورت دیکھی ہے جو ملک سبا پر حکومت کرتی ہے۔ اسے بھی کچھ حاصل ہے۔ محکوم رعایا ہوتے ہیں، وہ اگر حکومت وقت سے خوش ہوں تو پھر حکومت کے پاس سب کچھ ہوتا ہے، لوگ ملک کی رفاہیت اور ترقی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر رعایا خوش نہ ہو تو حکومت کے پاس پریشانی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ ہدہد نے یہ بھی بتایا کہ ملکہ سبا کا تخت عظیم ہے۔ تخت شاہی بادشاہوں کے جاہ و جلال اور دولت و شان کا مظہر ہوا کرتا تھا اس لئے اس کو سجانے کی کوشش بہت ہوا کرتی تھی۔

حاصل : عورت کی بادشاہی اچنبھے کی بات تھی۔ محکوم حاکم وقت پر اعتماد کرتے ہوں تو حاکم وقت کے پاس سب کچھ ہوتا ہے۔ تخت جلال شاہی کا مظہر سمجھا جائے تو حکومتیں اس کو سجانے میں دولت لگاتی ہی ہیں۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝٢٤

میں نے پایا کہ وہ عورت اور اس کی قوم اللہ کے مقابل سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے انہیں ان کے اعمال زینت دے کر دکھائے ہیں اور انہیں راہ سے روک دیا ہے تو وہ ہدایت نہیں پاتے۔

ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے ملکہ سبا اور اس کی قوم کے بارے میں یہ بتایا: کہ وہ لوگ سورج پرست ہیں، مشرک ہیں۔ شیطان نے انہیں یہ سجھایا ہے کہ ان کے اعمال اچھے ہیں اور اس طرح انہیں طالب ہدایت کی راہ سے روک دیا ہے۔ طالب ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہدایت نہیں پاتے۔

حاصل : اپنے مشاہدے کو بیان کرنے کے بعد ان اسباب کی نشاندہی کی جن کا حکومت سے یقینی تعلق ہے۔

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝٢٥

کیوں سجدہ نہیں کرتے اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں نکالتا ہے، اور اسے علم ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔

ہدہد نے ملک سبا کے لوگوں کے بارے میں یہ بتانے کے بعد کہ وہ کیا کرتے ہیں. یہ بتانا بھی اپنا حق سمجھا کہ انہیں کیا کرنا چاہئے. اور یہ کہا کہ سجدہ تو اللہ کو کیا جانا چاہئے. جو آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں نکالتا ہے۔ جلوت میں آنے سے پہلے خلوت میں ہر شے اپنے منشاء تخلیق کے مطابق بنائی جاتی ہے۔ خالق کل اللہ ہے. وہ باطن کو بھی جانتا ہے ظاہر کو بھی جانتا ہے۔ بندگی تو اس کی ہونی چاہئے جو خالق کل ہے. مالکِ کل ہے. علیم مطلق ہے. قادرِ مطلق ہے اور یوم الدین کا مالک ہے۔

حاصل : اپنے مشاہدے کو بیان کرنے کے بعد یہ بھی بتانا چاہئے. کہ ہونا کیا چاہئے۔ اسی سے واضح ہو گا. کہ ہدایت کی طلب رکھنے والوں پر حق کیا عائد ہوتا ہے۔

السجدة ۸

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (۲۶)

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں. وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔

جس کو ہر حال میں اللہ کی رضا مقصود ہو. وہ اللہ کو معبود مانتا ہے۔ مشیّتِ الٰہی جس کو ہر مقام پر غالب نظر آئے. وہ مانتا ہے کہ عرشِ عظیم کا مالک اللہ ہی ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مالکِ کل کے سامنے کسی فرد یا جماعت کی کیا حیثیت ہوگی۔ بندے کا مقابلہ تو بندے سے ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل : اللہ کی رضا کو ہر مقام پر مقصود ہونا چاہئے۔ مشیّتِ الٰہی کے سامنے کسی کی پسند کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (۲۷)

فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچا ہے یا تو جھوٹوں سے ہے۔

ہدہد کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا. تم نے اپنی عدم حاضری کا جواز پیش کرتے ہوئے جو بیان دیا ہے. ہم ابھی اس کی صداقت یا کذب کو دیکھتے ہیں۔ ہدہد کے بیان کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ یہ ہے کہ اس نے کیا دیکھا ہے۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہاں ہونا کیا چاہئے تھا۔ صداقت و کذب کا تعلق صرف پہلے حصے سے ہی ہو سکتا ہے. دوسرا حصہ قطعاً حق ہے۔

حاصل : جس کے سچے یا جھوٹے ہونے کا فیصلہ کرنا ہو. اس کو بتانا چاہئے. ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تم سچے ہو یا جھوٹے ہو۔

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (۲۸)

میرا یہ خط لے جا اور انہیں پہنچا دے. پھر ان سے ہٹ آ. تو دیکھ وہ کیسے رجوع

t.com

ہوتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو یہ حکم دیا کہ سبا کی ملکہ کے دربار میں آپ کا نامہ پہنچا دیا جائے۔ [illegible] وہاں سے ہٹ کر بیٹھنے کا حکم بھی دیا گیا اور ان کے ردعمل پر نظر رکھنے کی تاکید بھی کی گئی۔ ہدہد کے لئے نامہ بری [illegible] اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی صلاحیت کو جانتے ہوئے اسے حکم دے رہے تھے۔ اور ہدہد کی [illegible] سابقہ بیان کی صداقت یا کذب کا ثبوت ملتا تھا۔

حاصل : مخبر کی صداقت یا کذب کا یقین حاصل کرنے کے لئے ضروری کاروائی کرنی چاہئے۔ مخبر کو جو کام سونپا جائے وہ اس کی صلاحیت کے مطابق ہونا چاہئے۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾

ملکہ نے کہا اے درباریو مجھ پر ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے۔

ملکہ سبا نے ہدہد کے ذریعے خط آنے پر کسی اچنبھے کا اظہار نہیں کیا۔ درباریوں سے [illegible] تھی۔ اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ پرندوں کے ذریعے نامہ بری اس وقت معروف تھی۔ [illegible] کے علم میں نہ تھی کہ ہدہد ان کو دیکھ رہا ہے اور وہ اپنا مشاہدہ اپنے بھیجنے والے کے پاس [illegible] زبان کو جانتے ہیں۔ ملکہ نے اپنے درباریوں سے کہا مجھ پر ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے۔ جو خط اپنے [illegible] بھیجنے والے کے مرتبے کو واضح کرتا ہو وہ عزت والا خط ہوتا ہے۔

حاصل : جس خط میں مکتوب الیہ کے درجے کا لحاظ ہو اور خط کے مندرجات [illegible] پورے ہوں تو وہ خط یقیناً عزت والا خط ہوتا ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾

بے شک وہ سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو الرحمن اور الرحیم ہے۔

عزت والے خط کے بارے میں ملکہ نے اپنے درباریوں کو بتایا [illegible] اس خط میں اللہ کا ذکر ہے جو الرحمن بھی ہے الرحیم بھی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام [illegible] درکار نہ تھی کہ وہ محتاج تعارف نہیں تھے۔ سبا کے لوگ سورج پرستی کرتے تھے [illegible] صفات کو بھی جانتے تھے۔ [illegible]

نہیں آئی۔

حاصل : خط کے مندرجات بتانے سے پہلے بھیجنے والے کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ نفس مضمون
میں سب سے اہم بات پہلے ہونی چاہئے۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

یہ کہ مجھ پر بڑائی نہ چاہو اور سلامتی سے
حاضر ہو۔

خط کا مقصود بیان کرتے ہوئے ملکہ سبا نے بتایا۔ کہ اے درباریو اس خط میں یہ لکھا ہے کہ مجھ پر بڑائی نہ چاہو اور سلامتی کے
ساتھ میرے پاس آؤ۔ درباریوں کو اس خط کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ بڑائی چاہنے والے ہی متکبر ہوتے ہیں او
زمین میں فساد کرتے ہیں۔ سلامتی سے حاضر ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آپ لوگوں
کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ حاضر ہو کر اپنا حال سناؤ اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے حق کو سنو۔

حاصل : دین میں جبر کا کوئی مقام نہیں ہے۔ فساد فی الارض کو روکنے کی تدابیر ضروری ہوتی ہیں۔
فساد کے رک جانے کا یقین حاصل ہو جانے کے بعد حق کو بیان کرنے میں اور حق کے بارے میں
لوگوں کے سوالات کا جواب دینے میں ماحول سمجھنے سمجھانے کا ہونا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (39) میں ارشاد فرمایا ہے۔
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۹﴾
فرما دیجئے کیا برابر ہیں علم رکھنے والے اور وہ جو علم نہیں رکھتے۔ بے شک نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو
عقل والے ہیں۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

ملکہ نے کہا اے سردارو۔ میرے اس کام
میں مجھے مشورہ دو۔ میں طے نہیں کرتی
کوئی کام جب تک تم حاضر نہ ہو۔

ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عزت والے خط کے مندرجات کا ذکر کرنے کے بعد اپنے درباریوں سے خطاب
کرتے ہوئے یہ کہا: اے سردارو مجھے اس کام میں مشورہ دو۔ میں تمہاری اہمیت کو جانتی ہوں۔ تم سے مشورہ کیے بغیر اہم امور
میں فیصلہ کرنا میرا طریقہ نہیں ہے۔ سرداروں کے احساسات معلوم کرنے کا یہی طریقہ ملکہ کو مناسب معلوم ہوا۔

حاصل : ساتھیوں کے سامنے مسئلہ بیان کر کے ان سے مشورہ لینا چاہئے۔ اس سے فیصلہ کرنے

میں بڑی مدد ملتی ہے۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾

کہنے لگے ہم بڑی قوت والے ہیں اور شدید لڑائی والے ہیں۔ امر آپ کی طرف سے ہے، تو دیکھیے جو امر آپ کرتی ہیں۔

سرداروں نے ملکہ سے یہ کہا کہ ہم بڑی قوت والے ہیں اور مادی قوت کے ساتھ ساتھ ہم لڑائی کے بہت [illegible] ہیں۔ ہمارا امتیاز یہی ہے کہ ہم شدید لڑائی لڑتے ہیں اور آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے وقت [illegible] فیصلہ یا جنگ نہ کرنے کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ اگر آپ جنگ کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں تو [illegible] مشورہ ہے۔ اس سے آگے ہمارا کام صرف آپ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔

حاصل : فیصلہ کرنے والے کی طرف سے مشورہ مانگا جائے تو اپنے علم کے مطابق [illegible] دینا چاہیے۔ یہ یقین مشورہ دینے والے کو ہونا چاہیے کہ فیصلہ کرنے والا اپنے [illegible] جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ مشورہ دینے والا نہیں دیکھ رہا۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی [illegible] داخل ہوتے ہیں تو اسے [illegible] اور وہاں کے عزت [illegible] کرتے ہیں اور یہی [illegible]

ملکہ نے اپنے درباریوں سے مشورہ لینے کے بعد یہ کہا کہ بادشاہ [illegible] بہت کچھ برباد کر دیتے ہیں۔ اس بستی کے عزت والے [illegible] ہیں۔ ایسے ہی سلوک کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ملکہ نے جنگ سے [illegible]

حاصل : پاک لوگوں کو فتح حاصل ہو تو وہ مفتوحہ بستی میں فساد نہیں کرتے [illegible] لوگوں کو ذلیل نہیں کرتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رکھتے ہیں۔

وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ

اور میں ان کی طرف ہدیہ [illegible]

يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

دیکھتی ہوں. بھیجے ہوئے کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔

ملکہ نے اپنے درباریوں کو بتایا کہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تحائف بھیجنے والی ہوں۔ میری پیشکش کو وہ کس نظر سے دیکھتے ہیں اور میرے بھیجے ہوئے سفیروں کے ساتھ وہ کیسا سلوک کرتے ہیں. یہ جاننے کے لئے سفیروں کی واپسی کا انتظار کرنا چاہئے۔

حاصل : خواہشات کی پیروی کرنے والا یہی سوچ سکتا ہے کہ دوسرے بھی اسی رخ پر ہوں گے۔ متکبر کو وہ چیز بہت عزیز ہوتی ہے. جو دوسروں پر اس کی برتری کو ثابت کرے۔ انتہائی مشکل مقام پر وہ ایسی چیز بطور تحفہ دینے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾

پھر جب وہ سلیمان (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوا. آپ نے فرمایا کیا مال سے میری مدد کرتے ہو. تو مجھے جو اللہ نے عطا کیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں عطا ہوا ہے. بلکہ تم ہی اپنے ہدئے سے فرحت پاؤ۔

ملکہ سبا کا بھیجا ہوا تحفہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا. تو آپ نے تحفہ پیش کرنے والے سے یہ فرمایا: مجھے مال تو درکار نہیں ہے. جو کچھ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے وہ یقیناً اس سے بہتر ہے جو آپ لوگوں کو عطا ہوا ہے۔ یہ تحفہ تمہارے لئے بہت اہم ہے۔ یہ تمہیں بہت فرحت دیتا ہے. اس لئے تم اس سے فرحت پاؤ۔

حاصل : تحفہ بھیجنے والے کے منشاء کو دیکھنا چاہئے۔ جو حق کی اطاعت سے گریز کرے اس کا تحفہ اسے واپس کر دینا چاہئے۔

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

لوٹ جا ان کی طرف. تو ضرور ہم وہ لشکر لائیں گے جس کا مقابلہ نہ ہو سکے. اور انہیں وہاں سے نکال دیں گے ذلیل کر کے اور وہ پست ہوں گے۔

t.com

ملکہ سبا کا ہدیہ اور پیغام لانے والے کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ تم اپنے ملک میں واپس جاؤ اور انہیں خبر دو جنہوں نے تم کو بھیجا ہے۔ کہ ہم مال کے طالب نہیں ہیں۔ حق کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم لوگوں کو مخالفت حق کرنے پر اصرار ہے۔ تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ تم لوگوں کو اپنی قوت پر ناز ہے۔ مگر تم اس لشکر کا مقابلہ نہیں [illegible] پر لائیں گے۔ اور تمہارے غرور کا انجام یہ ہو گا کہ تم ذلیل ہو گے اور ملک سے نکال دیے جاؤ گے۔ حق سے مقابلہ [illegible] ہوئے پٹ جانے کے بعد پستی ہی تمہارا مقدر رہے گی۔ تمہیں یہ توفیق ہی نہیں ملے گی کہ تم کبھی حق سے مقابلہ [illegible] کر سکو۔

حاصل : پاک لوگوں کا مقصود اظہار حق ہوتا ہے۔ حصول مال نہیں ہوتا۔ [illegible] انجام سے پوری طرح آگاہ کرنا چاہئے۔ تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾

فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ سلامتی سے میرے پاس حاضر ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کو یہ بشارت دی کہ [illegible] اطاعت گزار بن کر آئے گی۔ اس کے ساتھ اس کے درباری بھی ہوں گے۔ [illegible] تخت یہاں آ جائے۔ آپ نے درباریوں سے پوچھا تم میں سے کون ہے جو یہ خدمت [illegible] اہلیت سے واقف تھے۔ پوچھنے کا منشا یہ تھا کہ [illegible] بارے میں اپنی خدمات کی پیشکش کریں۔

حاصل : درباریوں کو ان کی اہلیت کے حوالے سے جانتے ہوئے [illegible] ان کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اس سے ان کی [illegible]

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ایک بڑا جن [illegible] آپ کے پاس لے آؤں گا قبل اس کے کہ آپ اس مقام سے اٹھیں اور میں اس کام پر قدرت رکھنے والا امین ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کے سامنے [illegible] ایک بڑے زور آور جن نے یہ [illegible]

مجھے اس کام پر قدرت بھی ہے اور میں امین بھی ہوں۔ میں اس کو پوری طرح سنبھال کر لاؤں گا. اور وہ آپ کی خدمت میں اسی حالت میں پیش ہو گا جس حالت میں وہ وہاں پایا جائے گا۔

حاصل : کام تفویض کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے. کہ جس کو کام سپرد کیا جارہا ہے. وہ اس کے لئے قوت بھی رکھتا ہو اور امین بھی ہو۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

وہ عرض کرنے لگا جس کے پاس کتاب کا ایک علم تھا. میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا قبل اس کے کہ آپ کی آنکھ آپ کی طرف لوٹے۔ پھر جب سلیمان (علیہ السلام) نے اسے اپنے پاس رکھا دیکھا. پکار اٹھے یہ فضل ربی سے ہے. میرے دیکھنے کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا نہیں کرتا۔ اور جو شکر کرتا ہے. اس کا شکر اسی کے لئے ہے۔ اور جو ناشکری کرے تو بےشک میرا رب بےپرواہ کریم ہے۔

زور آور جن کا دعویٰ سن کر کہ وہ مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے ملکہ سبا کے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پیش کر سکتا ہے. آپ کے درباریوں سے ایک صاحب نے جو کتاب الٰہی کا علم رکھتے تھے یہ کہا: کہ میں ملکہ سبا کے تخت کو آپ کے پاس اتنی دیر میں لے آؤں گا. جتنی دیر میں آپ کی نگاہ کسی چیز کی طرف سے لوٹ کر آپ کی طرف آتی ہے۔ اس سے کم وقت میں یہ کام ہونا ممکن نہ تھا. اس لئے آپ نے اس عالم کتاب کو حکم دیا کہ آپ یہ کریں۔ پھر جلد ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا. تو آپ پکار اٹھے کہ یہ میرے رب کے فضل سے ہے. اور یہ میرے دیکھنے کے لئے ہے کہ میں اپنے رب کا شکر گزار ہوتا ہوں یا نہیں ہوتا۔ جو اپنے رب کے فضل کا شکر ادا کرتا ہے. تو وہ اپنے شکر گزار ہونے کی بدولت فلاح پاتا ہے۔ جو ناشکری کرتا ہے وہ میرے رب کا کچھ نقصان نہیں کر سکتا. میرے رب کو کسی کی احتیاج ہی نہیں ہے. وہ تو کرم کرنے والا ہے۔

حاصل : کتاب الٰہی کا علم جس قدر باعث قوت ہو سکتا ہے. اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

محیرالعقول کام ہو جائیں تو اسے اپنے رب کا فضل جاننا چاہئے۔ اور شکر گزاری کرنی چاہئے۔ اللہ کی عطا کو بیان کر کے اظہار بندگی کرنی چاہئے۔ اور یہ کہنا چاہئے کہ ہمیں ہر مقام پر اللہ کے فضل کی احتیاج ہے۔ اور اللہ بہرحال احتیاج سے پاک ہے۔

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾

فرمایا اس کے تخت کی وضع بدل دو ہم دیکھیں وہ ہدایت پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو ہدایت نہیں پاتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے تخت میں چند تبدیلیاں کرنے کا حکم دیا [illegible] دیکھ کر اپنی جسمانی زبان سے کیا تاثر دیتی ہے۔ جس تخت کو وہ اپنا سمجھتی تھی [illegible] دیکھ کر وہ کونسا رخ اختیار کرتی ہے۔ ہدایت پانے کی صورت یہ تھی کہ وہ ہدایت [illegible] ہونے والے انسانی کوشش و کاوش کا نتیجہ نہ سمجھتی اسے اللہ کا فضل جان لیتی اور ہدایت [illegible] کاوش کے نئے زاویے تلاش کرنے کی طرف چل پڑتی۔

حاصل: علم و حکمت رکھنے والے کا ہر عمل حکمت سے ہوتا ہے۔ [illegible] طرف رخ کرے وہ ہدایت پانے والا ہوتا ہے۔ جو اشیاء سے [illegible] پانے والا نہیں ہوتا۔

فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾

پھر جب وہ آپہنچی [illegible] آپ کا تخت ایسا [illegible] تو ویسا ہی [illegible] ہو چکا ہے اور ہم [illegible]

ملکہ سبا جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اپنے لشکر کے ساتھ پہنچی [illegible] کیا کہ یہ تخت دیکھئے کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ ملکہ نے جواب دیا [illegible] اپنی جگہ رہی۔ ہم کو اس سے پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے مرتبے کا علم ہو چکا [illegible] ہم ان کے علم کی قدر کرتے ہیں ہم ان کی حکمت کی قدر کرتے ہیں۔ آپ کا علم اور آپ کی حکمت [illegible] نہیں ہوئی۔

حاصل: علم و حکمت جہاں بھی ہو اپنی نشانیوں سے واضح ہوتا رہتا ہے [illegible]

ہدایت کا طالب ہو۔ جو ہدایت کا طالب ہو وہ تسلیم کے مقام پر ضرور آ پہنچتا ہے۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور اسے ان چیزوں نے روک رکھا تھا. جن کی وہ اللہ کے مقابل بندگی کرتی تھی۔ بے شک وہ تھی قوم کافرین سے۔

ملکہ کی دانائی اپنی جگہ تھی. مگر اس کا مقام قیادت کے حوالے سے ایسا تھا کہ وہ کافرلوگوں سے خود کو الگ نہ کر سکی۔ جن چیزوں کی وہ پرستش کرتی تھی. وہ چیزیں اس کو معبود حقیقی لگتی نہیں تھیں. مگر ان چیزوں کی عبادت سے انکار بڑی جرات کا کام تھا اور اس کا انجام بھی ملکہ کی نظر میں تھا۔ سیادت و قیادت کی طلب اس کے لئے سدراہ بنی رہی۔ قومی روایات نے اسے روکے رکھا اور وہ معبود پرستی کو درست نہ سمجھنے کے باوجود قوم کافرین میں شامل رہی۔

حاصل : اپنے منصب کو طلب ہدایت کے حوالے سے سدّراہ نہیں بننے دینا چاہئے۔ سیادت قیادت فلاح دارین کے مقابل عزیز نہیں ہونی چاہئے۔ پاک لوگوں کی روایات ضرور قابل احترام ہوتی ہیں کہ ان کا تعلق اللہ کی رضا سے ہوتا ہے اور ہدایت سے ہوتا ہے۔

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۱۳ / ۱۸

اس سے کہا گیا کہ محل میں تشریف لے جایئے۔ پھر اسے دیکھ کر گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ فرمایا یہ تو ایک شیشوں جڑا محل ہے۔ پکار اٹھی اے میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا. اور اب میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ اللہ کو مانتی ہوں جو ربّ العالمین ہے۔

ملکہ سے یہ کہا گیا. کہ محل کے اندر تشریف لے جایئے۔ جب وہ محل میں داخل ہوئی. تو اس نے یہ سمجھا کہ آگے پانی ہے۔ اس نے اپنے کپڑوں کو گیلا ہونے سے بچانے کے لئے کپڑے اوپر اٹھائے. اس طرح اس کی پنڈلیاں نظر آنے لگیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا. یہ ایک شیش محل ہے آپ اطمینان رکھئے آپ کے کپڑے گیلے نہیں ہوں گے۔ ملکہ سبا کو جو ناز تھا کہ اس کے پاس زندگی کی جدید ترین آسائشیں اور حیرت انگیز چیزیں ہیں. وہ ناز اس واقعہ سے جاتا رہا۔ اور اس ناز کے ختم ہوتے ہی ملکہ نے پکار کر اپنے خلافِ حق اعمال کا اعتراف کیا. اللہ کو ماننے کا اعلان کیا. حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی تسلیم پر گواہ بنایا. اور

کہا میں رب العالمین کو مانتی ہوں۔

حاصل : جو مصنوعات پر ناز کرنے کی بجائے صانع حقیقی کی شان کو دیکھتے ہیں ان کے لئے اپنے محسن کے حوالے سے اللہ کو ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر حجابات کے اٹھنے میں دیر نہیں لگتی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ (20) میں ارشاد فرمایا ہے۔
وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿۸۲﴾
اور بے شک میں ضرور بخشنے والا ہوں، جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت پر رہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿۴۵﴾

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو تبھی وہ دو فریق ہو کر جھگڑنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کے بعد قوم ثمود کو خلیفہ بنایا [illegible] علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا گیا۔ صالح علیہ السلام کا پیغام وہی تھا [illegible] بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں [illegible] مقام پر اور ہر حال میں اللہ کی رضا ہو [illegible] نے حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی رسالت کی تصدیق [illegible] بہت سے لوگ [illegible] والے ہو گئے۔

حاصل : حق کو ماننے کے لئے نشانیاں [illegible] کو ہدایت کی طرف نہیں آنے دیتی۔

قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۖ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۴۶﴾

فرمایا اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کرتے ہو، کیوں اللہ سے استغفار نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم [illegible]

Marfat.c

کرنے سے باز نہیں آتے۔ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہئے۔ منکرین حق نے یہ جواب دیا کہ اے صالح (علیہ السلام) اگر آپ اللہ کے رسول ہیں، تو لے آئیے وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ ہم اسی عذاب کو دیکھ کر آپ کی صداقت کو تسلیم کریں گے۔ آپ نے فرمایا: تم بہت غافل لوگ ہو. عذابِ الٰہی کو جلدی مانگ رہے ہو. بھلائی کیوں نہیں چاہتے. اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش کیوں نہیں طلب کرتے. یہ صورت تمہارے لئے باعث رحمت ہوگی۔

حاصل : حق کے انکار اور تکبّر کی انتہا ہے یہ کہ عذابِ الٰہی کو مانگنے میں جلدی کی جائے۔ اللہ سے استغفار کرنے والے سخت گیر نہیں ہوتے. وہ خود بھی لوگوں کو اپنی ذات کے حوالے سے معاف کر دیا کرتے ہیں. یہ رویہ باعث رحمت الٰہی ہوتا ہے۔

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

کہنے لگے ہم آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے بُرا شگون لیتے ہیں۔ فرمایا، تمہارا بُرا شگون عنداللہ ہے. بلکہ تم فتنے میں پڑی ہوئی قوم ہو۔

منکرین حق نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ کہا کہ آپ اللہ کے رحم کی بات کر رہے ہیں. ہمیں تو یہ پتہ ہے کہ آپ کا قدم اور آپ کے ساتھیوں کا قدم ہمارے لئے نحوست لایا ہے۔ ہم کسی نہ کسی دکھ میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ پہلے ایسا نہیں تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: نتائج باذن اللہ ہوتے ہیں. مشیت الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور اتمام حجت ہو رہی ہو تو یہی دیکھا جاتا ہے کہ تم اپنی حیثیت کو اللہ کی قدرت کے سامنے ہیچ دیکھ کر خلاف حق کرنے سے رکتے ہو. یا غفلت میں پڑے خلاف حق کیے چلے جاتے ہو۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والوں سے اور ان کے ساتھیوں سے بُرا شگون لینا. منکرین حق کا طریق زندگی ہے۔ مصائب و آلام کو باذن اللہ ماننے والے کسی سے بُرا شگون نہیں لیتے۔ جو قوم اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو نہ دیکھے وہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور اس شہر میں نو خاندان تھے. جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں چاہتے تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت پر کمربستہ. نو خاندان تھے۔ یہ لوگ من مانی کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ لوگوں کو ان کی خواہشات میں الجھاتے چلے جاتے تھے. اور فساد کو بڑھاتے رہتے تھے. اور اصلاح کی طرف نہیں آتے تھے۔ جو ان لوگوں کو دوسروں کے لئے پسند تھا. وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے۔ اصلاح کی طرف آنے کے لئے یہ ضروری ہے، کہ جو اپنے لئے پسند

ہو دوسرے کے ساتھ وہی کیا جائے۔ اگر مفسدین صرف نو شخص تھے، تو پوری بستی میں ان کا فساد [illegible]
مشکل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ نو خاندان تھے، جو خلافِ حق کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔

حاصل : وہ خاندان جو فساد کرنے کے لئے مشہور ہو جاتے اور کبھی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے، ان کی اہمیت کو کم کرتے رہنا لوگوں کے لئے سکھ کا باعث ہوتا ہے۔ [illegible] ایک دوسرے کی مدد اپنی خواہش اور سلامتی کے حوالے سے کرتے ہیں۔

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

کہنے لگے، اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم اس پر اور اس کے اہل پر رات کو چھاپہ ماریں گے پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے اہل کی ہلاکت پر شاہد نہیں اور ہم سچے ہیں۔

مذکورہ نو خاندانوں کے سربراہوں نے یہ طے کیا کہ ہم آپس میں ایک معاہدہ [illegible] معاہدہ کو یقینی بنائیں اور معاہدہ یہ ہو کہ ہم سب متحد ہو کر رات کو حضرت صالح (علیہ السلام) اور ان کے [illegible] گے پھر اگر کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرے گا تو اس سے یہ کہہ دیں گے کہ ہم موقع پر موجود نہیں تھے [illegible] دعوے کو دہراتے رہیں گے۔ اس طرح ہم سب اس جرم میں شریک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی [illegible] ہوں گے۔

حاصل : خلافِ حق کرتے وقت اللہ کی قسم کھانا اللہ کی شان میں گستاخی [illegible] سلامتی اسی امر میں نظر آتی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو شریک [illegible] اپنی بے گناہی اور صداقت کے ڈھول پیٹتے ہیں۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی تدبیر کی اور انہیں پتہ بھی نہ چلا۔

مذکورہ نو خاندانوں نے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے اہل [illegible] تجویز کی، یہ ان کا مکر تھا۔ اردو زبان میں لفظ مکر صرف منفی معنوں میں استعمال ہوتا ہے [illegible] خیر الماکرین بھی ہے۔ وہ خفیہ تدبیر اللہ تعالیٰ [illegible] خبر بھی نہیں ہوتی۔ [illegible]

انہیں عذابِ الٰہی نے پکڑ لیا۔ یہ پکڑ اس قدر اچانک تھی کہ انہیں ہلاکت میں مبتلا ہونے سے پہلے اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔

حاصل : منکرینِ حق کی کوئی خفیہ تدبیر اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوتی۔ اور منکرینِ حق جب عذابِ الٰہی کی گرفت میں آتے ہیں تو انہیں اس کے اچانک آنے کا پتہ بھی نہیں لگتا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾

تو نظر کرو ان کے مکر کا انجام کیسا ہوا۔ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو اکٹھے کر کے ہلاک کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو اور آپ کے اہل کو رات کے اندھیرے میں ختم کرنے کا ارادہ رکھنے والے سب جمع ہو گئے۔ اور یہ سمجھ لیا کہ ان کا مکر چل جائے گا۔ تو مقصد کے حصول سے پہلے ان لوگوں کو اپنی چال کے کارگر ہونے میں اپنے یقین کی وجہ سے خوشی بھی ہوئی۔ اس لئے انہیں عذابِ الٰہی نے آگھیرا اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوا۔ اور یہ منکرینِ حق عبرتناک انجام کو پہنچے۔ صبح کو یہ سب لوگ اوندھے منہ پڑے تھے۔

حاصل : منکرینِ حق کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔ حق کو ماننے والوں سے دشمنی، منکرین حق کو اکٹھا کر دیتی ہے۔ وہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور ان کا ارادہ انتہائی بُرائی کا ہو تو وہ سب منکرینِ حق ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

تو یہ ہیں ان کے گھر جو برباد پڑے ہیں، اس لئے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔ بے شک اس میں علم والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔

ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو ختم کرنے کی خفیہ تدبیر کی، تو حضرت صالح علیہ السلام تک پہنچنے سے پہلے ہی یہ لوگ عذابِ الٰہی میں پکڑ لئے گئے۔ ان ظالم لوگوں کے آثار قدیمہ اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ علم والے لوگوں کے لئے اس میں یہ نشانی ہے۔ کہ خلافِ حق کرنے والے جتنا بڑا محاذ بھی بنالیں، ان ظالموں کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔

حاصل : آثار قدیمہ سے درسِ عبرت ملتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے ظالم ہوتے ہیں، اور ان کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔

وَأَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور ہم نے انہیں نجات دی، جو ایمان

t.com

والے تھے اور تقویٰ کرتے تھے۔

نجات پانے والوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ وہ ایمان والے ہوتے ہیں ان کو آخرت سے محبت ہوتی ہے اور وہ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ کوئی کام اللہ کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے۔ اس معیار کو ملحوظ رکھتے ہیں وہ تقویٰ ہے۔ نجات اللہ ہی دیتا ہے اور اپنے علم سے دیتا ہے۔

حاصل : نجات اللہ ہی دیتا ہے۔ اور ایمان والوں اور تقویٰ کرنے والوں کو دیتا ہے۔

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾

اور لوط (علیہ السلام) کو جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم بے حیائی کرتے ہو اور تم دیکھ رہے ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کی اس کام کے برے ہونے کے بارے میں اور اس کے بے حیائی ہونے کے بارے میں تم جانتے ہو اور آنکھوں دیکھتے ہوئے اس برائی کو کیے چلے جا رہے ہو۔

حاصل : بے حیائی کو روکنے کی کوشش کرنا پاک لوگوں کا حق ہے۔

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾

کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کے لئے جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

اپنی قوم کی بداعمالی پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کے لئے جاتے ہو یہ تو انتہائی جہالت ہے اور اسراف ہے۔ ازدواجی زندگی میں عورتوں کے پاس جانے کا جو طریقہ ہے وہ اختیار کیا جائے۔ اس میں بھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔

حاصل : ازدواجی زندگی میں عورتوں کے پاس جائز صورت میں جانا حق ہے۔ حق سے ہٹ کر جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے۔ جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے جاہل ہوتے ہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا

تو آپ کی قوم کا جواب یہی تھا کہ انہوں نے کہا آل لوط کو اپنے شہر سے

اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾

نکال دو، بے شک یہ لوگ تو پاکی ح
چاہتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ حق تھا۔ اور کوئی اس کا انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا، اس لئے آپ
قوم کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ لوگ اس بے حیائی کو یقیناً بے حیائی جانتے تھے، مگر اس کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ ا
لئے وہ اس بات پر متفق ہوئے کہ لوط علیہ السلام اور ان کی آل کو اپنی بستی سے نکال دیا جائے، یہ پاک بندے ناپاک لوگوں ک
ساتھ کیوں رہتے ہیں۔

حاصل : جو لوگ بے حیائی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں، وہ ناصحین سے پیچھا چھڑانے کی ک
ترکیب پر متفق ہو جاتے ہیں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾

تو ہم نے آپ کو اور آپ کے اہل ک
نجات دی، سوائے آپ کی بیوی کے جس
ہم نے پیچھے رہ جانے والوں میں ٹھہرایا۔

آل میں وہ سب شمار ہوتے ہیں جو عقیدے کے لحاظ سے ایک ہوں، طریقِ زندگی کے لحاظ سے ایک ہوں اور حال پر ان ک
رنگ بہر صورت ایک ہو۔ اہل میں گھر والے اور متعلقین شمار ہوتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی آپ کے گھر والوں میں
سے تھی، مگر وہ پاکیزگی کی قدر نہیں کرتی تھی، اس لئے اللہ نے اس کو نجات پانے والوں میں نہ رکھا۔ یہ پیچھے رہ جانے والوں میں
ٹھہرا دی گئی۔

حاصل : نجات دینا اللہ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکیزگی اور ناپاکی کے درمیان وقف لازم کو پسند
کرتا ہے۔ حق کو روشن کرنے والوں کا قرب نصیب ہونے کے باوجود خلاف حق کیا جائے تو سزا بھی
اسی نسبت سے ہونی چاہئے۔

ع ۱۹ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾

اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا، تو کیا
ہی بُرا برساؤ تھا ڈرائے گئے لوگوں پر۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھروں کا برساؤ برسایا گیا، اور ان لوگوں کی بستی کو تہس نہس کر دیا گیا۔ حق کا پہنچایا جانا،
لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ کر دینا، یہ اتمام حجت کا حصہ ہے اور اتمام حجت کے بغیر کسی جگہ عذاب نہیں آیا۔ اور جب
عذاب الٰہی نے منکرین حق کو گھیر لیا ہے تو پھر وہ کبھی اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہوئے۔ منکرین حق کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہی

ہوا ہے۔

حاصل : عذاب الٰہی، اللہ کے علم سے ہوتا ہے، جرم کے حوالے سے ہوتا ہے، اتمام حجت سے ہی ہوتا ہے اور ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔

شہادت : ان لوگوں کے متعلق سورۃ الاعراف (۷) میں فرمایا گیا ہے۔
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾
تو نظر کرو مجرمین کا انجام کیسا ہوا۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

فرما دیجئے، حمد اللہ ہی کی ہے اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے پسند کیا۔ بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے، ہر شے کا مالک ہے، ہر شے کو پالنے والا ہے۔ اس کو حمد [illegible] ہر شے [illegible] محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ پاک بندوں کو پسند کرتا ہے۔ جن بندوں کو اللہ پسند [illegible] ہیں۔ ان کی قدر و منزلت کی جائے اور ان سے محبت کا رشتہ استوار کیا جائے تو اللہ کی [illegible] عصیاں سے کراہت ہو جاتی ہے۔ بھلا اللہ سے کسی کا مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ خالق [illegible] لاشریک ہے۔ قادر مطلق لاشریک ہے۔ علیم مطلق لاشریک ہے۔ [illegible] لوگ اپنی خواہشات کی بندگی کرتے ہیں، وہ شرک کرتے ہیں [illegible] سکتی ہے۔

حاصل : اللہ کی حمد کے ساتھ اس کے پاک بندوں پر سلام بھیجنے کی توفیق [illegible] زیادہ ہماری پرواہ کسی کو ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ سے زیادہ ہم پر مہربان [illegible] نہیں ہے۔ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۭ

بھلا کس نے خلق فرمائے آسمان اور زمین اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا، تو ہم نے اس سے رونق والے باغ اگائے، تم شجر اگانے والے نہیں [illegible]

rfat.com

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿٦٠﴾

ساتھ کوئی معبود ہے۔ بلکہ وہ لوگ راہ
سے ہٹے ہوئے ہیں۔

آسمان سے انسان کو جوں جوں اپنے تعلق کا علم ہو رہا ہے. آسمان کے بنانے والے کے علم کی شان بھی واضح ہو رہی ہے۔ زمین سے انسان کا تعلق ان فوائد کے حوالے سے ہے. جو اسے زمین سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو شمار کرنا بھی مشکل ہے. اور یہ زمین جس خالق کل نے بنائی ہے. اس کے علم کے مقابل کسی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جب زمین کی قوت روئیدگی بہت کم ہو جاتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے تو زمین کو مردہ کہا جاتا ہے. اس مردہ زمین کو زندہ کرنا بھی اللہ کا کام ہے۔ وہ اسے بارش سے زندہ کر دیتا ہے۔ زندہ زمین سے خوش منظر باغ اگانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ شجر اگانے کے لئے موزوں ماحول. موزوں نمی اور موزوں درجہ حرارت کے علاوہ علم سے اگانے والا بھی ہو گا تو شجر اگے گا۔ کون ہے اللہ کے سوا. جو اس علم کا حامل ہونے کا دعویٰ کرے۔ اللہ کے ساتھ کسی معبود کا تصور ہی درست نہیں. کہ احتیاج معبود کی شان کے منافی ہے۔ ان روشن اسناد کو دیکھتے ہوئے بھی جو لوگ اللہ کو لاشریک نہیں مانتے. وہ راہِ راست سے ہٹے ہوئے لوگ ہیں۔

حاصل : آسمان و زمین کو خلق فرمانے والا اللہ ہی ہے۔ آسمان سے پانی برسانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ پُررونق باغ اگانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ ہمیں اگر محنت کرنے کی توفیق حاصل ہے تو یہ بھی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ لاشریک ہے۔ روشن اسناد کو دیکھ کر جو صحیح نتائج اخذ نہ کر سکے وہ راہِ راست سے ہٹا ہوا ہے۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ ﴿٦١﴾

بھلا کس نے زمین کو قرار ٹھہرایا. اور اس میں ندیاں بہائیں. اور اس میں لنگر رکھے. اور بحرین کے مابین پردہ بنایا۔ کیا اللہ کے ساتھ کسی کو معبود بتاتے ہو۔ بلکہ وہ اکثر لاعلم ہیں۔

اللہ نے زمین کو جائے قرار بنایا ہے۔ یہاں رہنے والوں کی ضروریات کا جو علم اللہ کو ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ دریا کا انسانوں کی بستی سے ایک طبعی رشتہ ہوتا ہے۔ ندیاں بھی انسانی علم سے نہیں بہہ رہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے فوائد بھی بے حساب ہیں۔ پہاڑوں کو بنانے والا بھی اللہ ہے۔ پہاڑوں سے حاصل ہونے والے فوائد بھی بے شمار ہیں۔ میٹھے اور کھاری پانی کے دریا بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ان کے درمیان غیر مرئی پردہ رکھنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ اس میں بھی انسانوں کے لئے بہت سے فوائد رکھے گئے ہیں۔ ان روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا. وہ لاعلمی کے اندھیرے میں رہنے پر بضد ہو گا۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ ایسے ہی لوگ ہیں۔

t.com

حاصل : زمین کو جائے قرار بنانے والا اللہ ہی ہے۔ دریاؤں کو بہانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ پہاڑوں کا بنانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ کھارے اور میٹھے پانی کے دریاؤں کے درمیان ایسا غیر مرئی پردہ رکھنا بھی اللہ کی شان ہے۔ جو ان کے پانیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ لاشریک ہے شرک پر اڑے رہنے والے کو لاعلم کہنا چاہئے۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

بھلا بے کس کی کون سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے۔ اور سختی کو کھول دیتا ہے۔ اور اس نے تمہیں زمین میں خلیفہ ٹھہرایا ہے۔ کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ۔ تم نصیحت کو کم ہی مانتے ہو۔

مصیبت ہمیشہ باذن اللہ آتی ہے۔ اور بندہ جس وقت تمام اسباب کو نافع نہیں پاتا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ کو پکارتا ہے۔ یہ اعتراف بھی کرتا ہے کہ اس مقام پر تو ہی مدد کر سکتا ہے۔ تو ہی [illegible] اس مشکل سے نکال سکتا ہے۔ اسباب سے مالک کل کی طرف رجوع [illegible] درست [illegible] مدد کی جاتی ہے۔ مدد کرنے والا علیم مطلق ہے۔ وہ اپنے علم سے کرتا ہے جو بھی کرتا ہے۔ [illegible] صاحب نظر ہو جاتا ہے۔ اللہ نے ہی بندے کو زمین میں خلیفہ ٹھہرایا ہے۔ [illegible] وہ اللہ ہی دے سکتا ہے اور وہی دیتا ہے۔ اپنی بے علمی کی وجہ سے [illegible] کا باعث بن جاتی ہے۔ بندے کو یہی کہنا چاہئے کہ یا اللہ تیری عطا تیرے علم سے ہے [illegible] عطا کر دے اور مجھے راہ راست پر رکھ۔ بندے کی اپنی سوچ اس کا مسئلہ بن [illegible]

حاصل : مصائب و آلام باذن اللہ ہوتے ہیں۔ اسباب کا [illegible] کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر اسی کو پکارا جاتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مدد [illegible] علیم مطلق نے ہمیں کام سونپا ہے۔ اس کی عطا [illegible] مانتا ہے۔ جو علم الٰہی کے سامنے اپنی بے علمی کو دیکھ لے۔

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ

بھلا بری اور بحری ظلمات میں کون تمہیں راہ دیتا ہے۔ اور اپنی رحمت سے آگے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ اللہ ان سے اعلیٰ ہے جنہیں یہ شریک بتاتے ہیں۔

بندہ ظلمات میں راستے کا تعین نہیں کر سکتا۔ خشکی ہو یا سمندر مطلوبہ مقام تک جانے کا محفوظ راستہ بندے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ معیار جس سے راستے کا تعین ممکن ہوتا ہے۔ اللہ نے رکھے ہیں اور وہی معیار ہمیشہ قابلِ اعتماد ہوتے ہیں۔ ستاروں کو دیکھ کر رخ کا تعین کرنے والے اللہ کے بنائے ہوئے نظام سے ہی فائدہ اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ بارانِ رحمت انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اچانک نہیں بھیج دیتا۔ اس کے آنے سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے کہ بارانِ رحمت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی تیاری کر لی جائے۔ جب بندہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنانے کی بات کرتا ہے تو پھر وہ اپنی خواہشات کے دائرے سے کبھی نکل نہیں سکتا۔ یک سوئی کی باتیں بھی کرتا ہے تو اسے یک سوئی حاصل نہیں ہو جاتی۔ قادرِ مطلق سے مجبورِ محض کا تقابل بڑی جہالت ہے۔ بڑا ظلم ہے۔ اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔

حاصل : ستاروں کے حوالے سے رخ متعین کرنے کا علم سیکھنا چاہئے۔ بارانِ رحمت سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں یہ بتاتی ہیں کہ لوگوں کو فیض دینے سے پہلے حصولِ فیض کے لئے تیاری کا وقت بھی دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ خالقِ کل بھی وہی ہے۔ مخلوق کی ضروریات کا علم رکھنے والا بھی وہی ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

بھلا کون ہے۔ جو خلق کی ابتداء فرماتا ہے پھر اس کا اعادہ فرمائے گا۔ اور کون تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ فرما دیجئے لاؤ برہان اگر تم سچے ہو۔

اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ جو پہلے خلق فرما چکا ہے۔ اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا مشکل نہیں۔ پہلے اس نے لوگوں کو پیدا کر کے عمل کرنے کی توفیق دی ہے۔ دوبارہ اٹھا کر وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ آخرت کا یقین رکھنے والا ہی راہِ راست پر رہ سکتا ہے۔ آسمان کے متعلق یہ فرما دیا گیا ہے۔ کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا۔ زمین کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ کہ ہم نے اس میں ہر شے موزوں پیدا کی اور اس میں تمہارے لئے معاش کی صورت رکھی۔ رزق آسمان سے ملے تو بھی اللہ دیتا ہے۔ زمین سے ملے تو بھی اللہ دیتا ہے۔ اتنے روشن ثبوت پیش کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ اب بھی منکرین حق اسی بات پر زور دیں کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں۔ تو پھر اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے برہان لا کر دکھائیں۔ برہان وہ سند ہوتی ہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔

Marfa

حاصل : اللہ نے ہی پہلے خلق فرمایا ہے وہی دوبارہ خلق فرمائے گا۔ وہی آسمان اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے۔ جو ہماری متعدد بات کو نہ مانے اسے یہ کہنا چاہئے کہ تم اپنی صداقت کے ثبوت میں برہان لا کر دکھاؤ۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝٦٥

فرما دیجئے آسمانوں اور زمین میں غیب کا علم اللہ ہی رکھتا ہے۔ اور انہیں پتہ نہیں کب اٹھائے جائیں گے۔

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اللہ کا علم حق ہے [illegible] آسمانوں اور زمین کا کوئی غیب نہیں جو ایک کتاب مبین میں نہ ہو۔ [illegible] کو اللہ کے ساتھ معبود ٹھہرایا جاتا ہے ان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ غیب کا علم نہیں رکھتے۔ [illegible] کب جائے گا۔ یہ معبودی شان کے منافی ہے کہ اس کا علم پورا نہ ہو اور وہ محدود ہو۔

حاصل : اللہ آسمانوں اور زمین میں غیب کا علم رکھتا ہے۔ اس علم سے جس کو چاہتا ہے مطلع کر دیتا ہے۔ جن کو اللہ کے ساتھ معبود ٹھہرانے کی بات کی جاتی ہے ان کی [illegible] صورت میں نظر آجائے تو اپنے عقیدے کو درست کر لینا چاہئے۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝٦٦

بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم [illegible] بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

[illegible]

حاصل : آخرت کا انکار کرنے والے [illegible]

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام (۵۹) میں ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.c

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ ظلمات میں ہیں، بہرے اور گونگے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور کافر کہتے ہیں، کیا جب ہم اور ہمارے آباء مٹی ہو جائیں گے، ہمیں پھر نکالا جائے گا۔

کافروں کو ہمیشہ یہ بات عجیب لگتی ہے۔ کہ انسان کی موت کے بعد جب اس کا جسم مٹی ہو جائے تو اس کو دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ دوبارہ اٹھانے والا اللہ ہی ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ پہلے پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ پالنے والا بھی وہی ہے۔ موت دینے والا بھی وہی ہے۔ اسے دوبارہ پیدا کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اللہ نے ہی نطفے سے علقہ بنایا، علقہ سے مضغہ بنایا، پھر اس میں ہڈیاں بنائیں پھر ان پر گوشت چڑھایا، پھر اسے پیدا کیا۔ اس قادر مطلق کے لئے منتشر اجزاء کو اکٹھا کر کے زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا، تو یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے۔ اور کہیں گے ہائے خرابی یہ کس نے ہمیں ہمارے مرقد سے اٹھا دیا ہے۔ یہ تو وہی دن ہے جس کا الرحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا اور رسول سچ فرماتے تھے۔ مگر اس وقت حق کو ماننا نفع نہ دے گا۔ کہ اصلاح حال کا وقت گزر چکا ہو گا اور اس وقت توبہ قبول نہ ہو گی۔

حاصل : اللہ نے ہی ہمیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہی ہمیں دوسری بار اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے اور اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ دار عمل بھی اسی نے بنایا ہے، دار جزا بھی وہی بنائے گا۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

بے شک یہی وعدہ ہمیں اور اس سے قبل ہمارے آباء کو دیا گیا، یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہی ہیں۔

منکرین حق نے ہر زمانے میں بعث بعد الموت کی تکذیب کی ہے۔ اسی تکذیب سے انہیں اپنی خواہشات کی پیروی کا راستہ ملتا ہے۔ یہ لوگ خلاف حق کرنے میں جو راحت محسوس کرتے ہیں، اس راحت کے مقابل انہیں کچھ عزیز نہیں ہوتا۔ یہ لوگ غفلت میں خلاف حق کرتے چلے جاتے ہیں۔ جب حق ان کو سنایا جاتا ہے۔ آخرت کی خبر دی جاتی ہے، تو یہ کہتے ہیں، یہی سنتے آرہے ہیں کہ آخرت ہوگی، ہمارے اجداد بھی یہی سنتے رہے ہیں، ان کے اجداد بھی یہی سنتے رہے ہیں، مگر آخرت کبھی دیکھی نہیں گئی۔ کافروں کی یہ بات بہت ہی لغو ہے۔ حیات دنیا کا وقت ختم ہو گا، تو آخرت کا مقام آئے گا اور ایک صور پھونکا جائے گا تو سب جزا کے میدان میں حاضری کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔

حاصل : بعث بعد الموت کا انکار منکرین حق کا طریق زندگی رہا ہے۔ غفلت میں پڑے ہوئے

Marfa

لوگ بیان حق کو پہلوں کی کہانیاں کہہ کر خسارے کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾

فرما دیجئے زمین میں سیر کرو، پھر نظر کرو مجرمین کی عاقبت کیسی ہوئی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حق کے انکار کی بدولت غرق ہوئی۔ قوم عاد حق کے انکار کی بدولت ہلاک ہوئی۔ [illegible] علیہ السلام کی قوم حق کے انکار کی بدولت ہلاک ہوئی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم حق کے انکار کی بدولت [illegible] ہوئی۔ [illegible] فرعون حق کے انکار کی بدولت ہلاک ہوئے۔ زمین میں سیر کرنے سے یہ نظر آتا ہے کہ پہلے مجرموں کا انجام دیکھ کر [illegible] حال پر خلاف حق کرنے والوں کو اپنی نسبت بھی نظر آنے لگی۔ عقل کی موجودگی میں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ [illegible] طریق زندگی خلاف حق کرنا ہی ہوتا ہے اور وہ اس انجام کو بھی پہنچتے ہیں جو سنت الٰہی سے مطابق مجرموں کا ہوتا ہے۔

حاصل : زمین میں سیر کا منشاء اصلاح ہونا چاہئے۔ مجرمین کے انجام سے سبق لینے والے [illegible] نظر ہوتے ہیں۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُن فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

اور ان پر غم نہ کھائیے اور ان کے مکر سے آپ کو تنگی نہ ہو۔

اللہ کی رضا کے لئے حق کی تبلیغ کرنے والے صاحب [illegible] ظلمات کی طرف بڑھتے گئیں تو انہیں دکھ ہوتا ہے۔ اور جب منکرین حق [illegible] انجام کو جاننے کی بدولت تنگی محسوس کرتے ہیں۔ [illegible] والے کے [illegible] نہیں ہے۔ قادر مطلق منکرین حق [illegible] ہے۔ اس کا فیصلہ قادر مطلق ہی کرتا ہے۔

حاصل : منکرین حق پر غم نہ کھانے سے اور ان سے [illegible] حق کرنے والے اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کر سکتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾

اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر آپ سچے ہیں۔

منکرین حق آخرت کے انکار پر اپنے اعمال کی بنیاد رکھتے ہیں اس لئے آخرت کے انکار [illegible] ہیں۔ قیامت کے دن کے بارے میں [illegible]

rfat.com

کو بعید جانتے ہوئے غفلت میں پڑنے والوں کا شمار ہی نہ رہے گا۔ منکرینِ حق حال پر عذاب الٰہی کو تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کی نشانی قرار دے کر عذاب الٰہی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کا ثبوت مل جائے اور منکرین حق کی تسلیم بعد از وقت ہو تو انہیں خسارے اور حسرت کے علاوہ کیا حاصل ہوگا۔

حاصل : آخرت کا انکار اور عذاب الٰہی کا مطالبہ بڑی بےوقوفی ہے۔ جو اپنے انجام سے غافل ہو اس کی بات کو وقعت نہیں دینی چاہئے۔

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

فرما دیجئے۔ قریب ہے کہ وہ تمہارے پیچھے آ لگی ہو جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔

انسان کو عمل کے لئے دیا گیا وقت محدود ہے۔ اسی وقت میں اس نے حق کو مان کر فلاح پانے والوں میں شمار ہونا ہے۔ یا حق کا انکار کر کے خاسرین میں شمار ہونا ہے۔ اس وقت کو اگر غفلت میں ضائع کیا جا رہا ہو تو اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر حق کو ماننا نفع نہیں دیتا۔ کہ اس وقت حق کے انکار کے سب راستے بند ہوتے ہیں۔ جو حق کا انکار کر رہا ہے۔ خسارہ اس سے دور نہیں ہے۔

حاصل : جو حق کا انکار کر رہا ہے۔ وہ خسارے کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ عمل کے لئے دی گئی توفیق کو ختم ہوتے بھی زیادہ دیر نہیں لگتی۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور تمہارا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے ولیکن وہ اکثر شکر نہیں کرتے۔

رب العالمین ہر ایک کو پالتا ہے اور اپنے علم سے پالتا ہے۔ بندوں کے لئے صراط مستقیم کا تعین کرتا ہے۔ انہیں شعور کے ساتھ راہ کا انتخاب کرنے کا وقت دیتا ہے۔ خطا ہو جائے۔ بھول ہو جائے تو معاف بھی کرتا ہے رحمت سے بھی نوازتا ہے۔ خلاف حق کرنے والے کو اتمام حجت کے بعد ہی سزا دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی عطا کو حق کے مطابق تصرف میں لاتے ہیں، وہ اس کے شکر گزار بندے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی عطا کو اپنی کوشش کی بدولت جانتے ہیں وہ اپنی پسند کے دائرے میں پھنسے رہتے ہیں۔ وہ شکر نہیں کرتے۔

حاصل : اللہ کا فضل حال پر موجود ہوتا ہے۔ شکر گزار بندوں کی قدر کرنی چاہئے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور بے شک تمہارے رب کو خوب علم ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہے اور جو کچھ وہ

ظاہر کرتے ہیں۔

منکرین حق مخلصین سے اپنے سینوں میں جو عداوت رکھتے ہیں وہ بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوتی اور [illegible] وہ بھی اپنی حقیقت کے ساتھ رب العالمین کے سامنے ہوتا ہے۔ قادر مطلق کے سامنے [illegible] تدبیر ان کی کوئی چالاکی چل نہیں سکتی۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر شے پر ہے [illegible] انجام سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے۔

حاصل : ظاہر و باطن کے ایک ہونے سے اور حق کے مطابق ہونے سے [illegible] منکرین حق کی کوئی تدبیر اللہ سے مخفی نہیں ہوتی اور اللہ مومنین کی نصرت فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

اور جو بھی غائب چیز ہے آسمان اور زمین میں وہ ایک کتاب روشن میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے [illegible] ظاہر کرتے ہیں۔

حاصل : علم حقیقی اسے ہی حاصل ہو سکتا ہے [illegible]

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

بے شک یہ قرآن [illegible]

قرآن پاک [illegible] اسرائیل ذہنی اختلافات میں پڑے ہوئے ہیں [illegible] مان لیا جائے [illegible] صورت میں ممکن ہے جب ہدایت طلب ہو۔

حاصل : بنی اسرائیل ذہنی اختلافات میں پڑے ہوئے ہیں قرآن پاک ان اختلافات [illegible]

rfat.com

مستند ذریعہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۷

بے شک وہ مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

جو لوگ حق کو مان لیتے ہیں. جیسے مان لینے کا حکم ہے. وہ مومن ہیں. اور وہ نصیحت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ لوگ خود کو حق کے مطابق بنانے کے لئے قرآن پاک سے ہدایت لیتے ہیں. وہی رحمت الہی سے نوازے جاتے ہیں۔

حاصل : قرآن پاک مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ اختلافات سے پاک معاشرہ اسی حوالے سے وجود میں آسکتا ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۷۸

بے شک تمہارا رب ان کے مابین اپنے حکم سے فیصلہ فرما دے گا. اور وہی عزت والا علم رکھنے والا ہے۔

فرمان خداوندی میں اختلاف کرنے والے طالب ہدایت نہیں ہوتے. وہ حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے میں ہی لگے رہتے ہیں. اسی میں عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ رب العالمین کی یہ شان ہے کہ وہ اختلاف کرنے والوں کے مابین فیصلہ فرما دے گا. مگر اس فیصلے سے صرف خسارہ ہی منکرین کے حصے میں آئے گا۔ اللہ سے بڑا عزت والا کوئی نہیں ہے. اس سے بڑا علم والا بھی کوئی نہیں ہے۔

حاصل : حق کے ساتھ اختلاف کرنے والے اپنی پسند کو حق کے برابر اہمیت نہ دیں تو اختلاف کی بیخ کنی ہو جاتی ہے. فیصلہ کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا ہے اور علم والا ہے۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝۷۹

تو اللہ پر توکّل کرو. بے شک تم روشن حق پر ہو۔

منکرین حق کی تعداد جو بھی ہو. اللہ کی قدرت کے سامنے وہ حیثیت ہی کیا رکھتی ہے۔ وہ لوگ سند سے بات نہیں کر سکتے۔ حق پہنچانے والے کا مقام یہ ہے کہ وہ یہ یقین رکھے. کہ جو اسے حال پر درکار ہے وہ اس کے پاس ہے. جو آئندہ درکار ہو گا وہ علیم مطلق کی طرف سے عطا ہوتا رہے گا۔ توکّل کرنے والے اللہ کو پسند ہوتے ہیں۔ وہی روشن حق پر ہوتے ہیں۔ روشن حق وہ ہوتا ہے. جس کو طالب ہدایت رکھنے والے مان لیتے ہیں اور جو موجود سے مقصود کی طرف جانے والے راستے کو روشن کر دیتا ہے۔

حاصل : اللہ پر توکل کرنے والے ہی تبلیغ کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ جو روشن حق پر ہو اس [illegible] سے طلب ہدایت رکھنے والوں کو بڑا سکھ ملتا ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾

بے شک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔

طلب ہدایت ہو تو زندگی کا ثبوت موجود ہے۔ جو طالب ہدایت نہیں ہے وہ مردہ [illegible] تبلیغ کرنا حق ادا حاصل ہے۔ بہرے کانوں سے نہیں سنتے [illegible] ہدایت طلبی کے خلاف ہو تو پھر ان کی بیماری بڑھ جاتی ہے۔

حاصل : جو طالب ہدایت نہ ہو وہ مردہ ہے اس کو تبلیغ حق سے [illegible] من مانی کرتا چلا جائے وہ بہرہ ہے اور حق سے پیٹھ پھیر [illegible] کی جا سکتی۔

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت نہیں دے سکتے۔ تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لائے تو وہ فرمانبردار ہوں گے۔

منکرین حق کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں [illegible] خلاف حق کر رہا ہو اور اصلاح حال سے غافل ہو [illegible] کی زندگی میں اس وجہ سے نظر آئے [illegible] ملتا ہو ایسے ہی لوگ ماننے والے ہوتے ہیں [illegible]

حاصل : دل کے اندھے طالب ہدایت نہیں ہوتے ان کا [illegible] سنایا جا سکتا ہے جو طالب ہدایت ہو۔ حق ماننے والے کی زندگی میں [illegible] ساتھ اصلاح حال کی کوشش کرے اور فرمان الٰہی کو حق مانتا ہو۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ

اور جب قول ان پر واقع ہوگا [illegible]

دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ ع

سے ایک چوپایہ نکالیں گے۔ جو ان سے کلام کرے گا۔ اس لئے کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔

عمل کے لئے دی گئی مہلت کے ختم ہونے پر حق کو ماننا کسی کو نفع نہ دے گا۔ اس وقت حق کو ماننا قطعاً آسان ہو گا۔ لوگوں کا واسطہ اللہ کی ایک ایسی نشانی سے ہو گا۔ جو حیران کن ہو گی۔ جانوروں کی زبان کو سمجھنا ایک علم ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔ آپ نے چیونٹی کی پکار کو سن کر جو چیونٹیوں کو اپنے مساکن میں داخل ہونے کا حکم دے رہی تھی، تبسم فرمایا اور اللہ کے عطا کردہ علم کا شکر ادا کیا۔ یہاں جس چوپائے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ کلام کرے گا۔ یہ ایسی نشانی ہو گی کہ حق کا انکار ممکن ہی نہ رہے گا۔ مگر اس وقت حق کو ماننا بھی کسی کو فائدہ نہ دے گا۔

حاصل : ایک وقت آئے گا جب حق کا انکار کرنا ممکن نہ رہے گا۔ مگر اس وقت حق کو ماننا بھی نفع نہ دے گا۔ جب اللہ زمین سے ایک چوپایہ نکالے گا۔ جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ تو اللہ کی نشانیوں کا یقین ہو جائے گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم (14) میں فرمایا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ - ﴿۱۰﴾

کافروں کی مثال ایسی ہے کہ ان کے اعمال راکھ کے ڈھیر کے موافق ہیں۔ جن پر ہوا کا سخت جھونکا آئے آندھی کے دن اور ان کی ساری کمائی میں کچھ ان کے ہاتھ نہ لگے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

جس دن ہم ہر امت سے ایک فوج کو اکٹھا کریں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتی تھی، پھر انہیں روکا جائے گا۔

حق کا انکار کرنے والے ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور حق کا انکار کرنے والے ہر امت میں ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن ان لوگوں کی جماعت بندی کی جائے گی۔ حق کا انکار اس جماعت بندی کی بنیاد ہو گا۔ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلانے والے یکجا ہو جائیں گے۔ اور جسے جس مقام پر ہونا چاہئے اسے وہاں رکھا جائے گا۔

حاصل : حق کو ماننے والوں کو عملاً ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے۔ حق کو جھٹلانے والے ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ حال پر جس کا ساتھ ہو گا۔ مستقبل میں بھی اسی کا ساتھ ہو گا۔

حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوْ قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

حتیٰ کہ جب سب آ جائیں گے، فرمائے گا: کیوں تم نے میری آیات کی تکذیب کی اور تمہارا علم انہیں محیط نہ تھا، یا کیا [illegible] کرتے تھے۔

منکرین حق اکٹھے ہو جائیں گے تو مالک یوم الدین کی طرف سے فرمایا جائے گا [illegible] رہے۔ علم تو عمل کے بعد عطا ہوتا ہے۔ جو کچھ تمہیں پہنچایا گیا اس کو [illegible] تم اپنا حال بیان کرتے۔ محض اپنے قیاس کی بنا پر حق و [illegible] پہنچایا گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

حاصل: حق کے انکار کی ترغیب دینے والے اور حق سے [illegible] یک جا ہوں گے تو ان سے فرمایا جائے گا کہ کس عمل کی بنا پر تم حق [illegible] تمہیں پتہ چلا کہ وہ حق جو تمہیں پہنچایا گیا ہے درست نہیں ہے۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور قول ان پر واقع ہو چکا [illegible] سبب [illegible] وہ کچھ نہیں بول سکے۔

منکرین حق سے یہ فرمایا جائے گا [illegible] پکاریں گے یقینا یہ حق ہے۔ [illegible] عذاب [illegible] نہ ہو گا۔

حاصل: منکرین حق ظالم ہوتے ہیں [illegible] بولنے والا ہی صحیح رخ پر ہوتا ہے۔

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو [illegible] سکون [illegible] اور دن کو [illegible] والا۔ بے شک اس میں [illegible] ہیں ایمان والے لوگوں کے لئے۔

Marfat.c

اللہ تعالیٰ نے رات کو خلوت بنایا ہے. دن کو جلوت بنایا ہے۔ رات کو سکون کے لئے اور دن کو معاش کے لئے ٹھہرایا ہے۔ رات اور دن کی موجودگی اس کائنات میں اتنی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے بغیر کار دنیا کا تصور ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ قیامت تک رات ہی رہے تو کسی کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ رات کے بعد دن کو لے آتا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ قیامت تک دن ہی رہے. تو کسی کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ اس کے بعد رات کو لے آتا۔ اللہ ہی خالق کل ہے۔ رات کو دن سے نکالتا ہے. دن کو رات سے نکالتا ہے۔ اس کے لئے بعث بعد الموت قطعاً آسان ہے. اور موت کے بعد اٹھائے جانے کو مان لیا جائے تو پھر جزا کا یقین عمل میں نظر آنا چاہئے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور لیل و نہار کے اختلاف میں عقل مندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔ جو رات اور دن سے فائدہ اٹھانے کے باوجود انہیں بے مقصد ہی جانتا رہے وہ بے عقل ہے۔ جو اپنی تخلیق کے مقصد کو ہی نہ مانے وہ ایمان نہیں لاتا۔ اللہ کی نشانیوں سے فائدہ اٹھانے والے لوگ. ایمان والے ہوتے ہیں۔

حاصل : رات اور دن اتنی بڑی ضرورت ہیں. کہ خالق لیل و نہار کی قدر کرنی چاہئے جیسے اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ ایمان والے لوگ مقصد حیات کو پالیتے ہیں۔ اللہ کی نشانیاں بہر حال موجود ہوتی ہیں. ان سے فائدہ ایمان والے ہی اٹھاتے ہیں۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور جس دن صور پھونکا جائے گا. تو گھبرا جائیں گے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر جنہیں اللہ چاہے. اور سب اس کے حضور عاجزی سے پیش ہوں گے۔

جس دن آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا. اس دن آسمان والے گھبرائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے۔ جس دن زمین کو ہلایا جائے گا. حتیٰ کہ یہ اپنے سارے بوجھ نکال دے گی. اس دن زمین والے گھبرائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے۔ یہ گھبراہٹ دار عمل کے خاتمے اور دار جزا کے قائم ہونے کی بدولت ہوگی۔ سب اللہ کے حضور عاجزی سے پیش ہوں گے. کہ یہ دن حساب کا دن ہو گا۔ جو حکم خداوندی کے تابع ہیں. ان کا مقصود رضاء الٰہی ہے۔ معیت الٰہی ان کی شان ہے۔ جنہیں تعلق مع اللہ کا درجہ حاصل ہو انہیں گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ جس کی اپنی کوئی بات نہ ہو. اسے گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

حاصل : بعث بعد الموت یقینی ہے۔ اس دن سب عاجزی کے ساتھ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ تعلق مع اللہ حاصل ہو تو نہ حال پر گھبراہٹ ہوتی ہے نہ مستقبل میں گھبراہٹ ہوگی۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ

اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر سمجھو گے کہ وہ جامد ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی

t.com

مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

چال۔ یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر شے حکمت سے بنائی۔ بے شک اسے خبر ہے جو فعل تم کرتے ہو۔

پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے لنگر ٹھہرایا ہے۔ قیامت کے دن ان [illegible] دیا جائے گا۔ دیکھنے میں یہ اس دن جامد نظر آئیں گے مگر بادلوں کی طرح اڑتے جا رہے ہوں گے۔ [illegible] اس نے ہر شے کو اپنی حکمت سے بامقصد پیدا کیا ہے۔ جزا دینے والے مالک کو [illegible] والا اگر یہ مان لے کہ جزا دینے والے کو اس کی نیت کا بھی علم ہے اور اس کے فعل کی بھی خبر ہے تو [illegible] ممکن نہیں ہو سکتا۔

حاصل: ہماری سمجھ سند کا درجہ نہیں رکھتی۔ اللہ کی کاریگری وہ شان رکھتی ہے [illegible] جواب ہی نہیں ہے۔ جزا کے یقین کے ساتھ کام کرنے والے ہی اپنے قول [illegible] سکتے ہیں۔

مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

جو کوئی بھلائی لے کر آیا تو اسے اس سے بہتر ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امان میں ہوں گے۔

جزا کے یقین کے ساتھ عمل کرنے والا محسنین کی قدر رکھتا ہے۔ وہ اپنے قول و فعل [illegible] کے حوالے سے اصلاح کرتا ہے اور اس امر کو پیش نظر رکھتا ہے کہ اسے [illegible] اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہے۔ جزا دینے والا اس کی حسن نیت [illegible] وہ اسے اس طرح نوازے گا کہ اسے قیامت کے دن گھبراہٹ نہیں ہوگی [illegible] تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔

حاصل: حسن نیت اور حسن عمل بھلائی کرنے والوں کی صفات ہیں۔ [illegible] پر رہنا ممکن ہوتا ہے۔ اپنا حق ادا کرنے کے بعد نتائج کو اللہ پر چھوڑنے والے [illegible] سے امان میں رہتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی وہ گھبراہٹ سے امان میں رہیں گے۔

وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي

اور جو برائی کے ساتھ آئیں گے وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ تم [illegible]

rfat.com

اَلنَّارِؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

وہی جزا ملے گی جو کچھ تم کرتے تھے۔

حکم الٰہی یہ ہے کہ شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جو شیطان کی پیروی کرتا ہے، وہ بُرائی کرتا ہے اور وہ بُرائی کے ساتھ ہی قیامت کے دن اپنے مالک کے حضور حاضر ہو گا۔ ایسے لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا اور فرمایا جائے گا، تم کو وہی جزا ملے گی جو کچھ تم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شعور دیا، حق اور ناحق تمہارے سامنے واضح کیا، اتمام حجت کیا گیا، تم لوگ بُرائی سے باز نہیں آئے۔ اس لئے اب تمہیں تمہارے بداعمال کی جزا بھی ملے گی۔

حاصل : جس کا رخ خلافِ حق ہو وہ آگ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ جب آگ اس کے سامنے ہو گی تو اس میں جانے سے گریز کرے گا، اس لئے اسے منہ کے بل آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ بداعمال کی جزا سے بچنا مطلوب ہو تو حال پر بداعمالی سے بچنا ضروری ہے۔

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾

بے شک مجھے تو یہ امر ہے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا ٹھہرایا ہے، اور ہر شے اسی کی ہے۔ اور مجھے امر ہے کہ میں تسلیم کرنے والوں میں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی، کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا ٹھہرا دے، اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو امان والا ٹھہرایا۔ اس لئے اس شہر کی شان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ویسے مالک کل اللہ ہی ہے۔ اللہ نے جس شہر کو حرمت والا ٹھہرایا ہے، اس شہر کی حرمت کا لحاظ رکھنا فرض ہے۔ رب کی بندگی ہو گی تو اس شہر کی حرمت کو ماننے کا ثبوت بھی ملے گا۔ یہاں ہر شے اللہ کی رضا کے مطابق استعمال ہونی چاہئے۔ اور یہاں آنے والوں کو خدائی مہمان جاننا چاہئے۔ خدائی مہمانوں کو سکھ دینے میں راحت ہونی چاہئے۔ یہ امر الٰہی کو ماننا ضروری ہے۔ امر الٰہی میں حکمت تلاش کرنے کے بعد اسے مانا جائے تو ماننے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ماننے کے بعد جاننے کا مقام آتا ہے اور سب کچھ روشن ہو جاتا ہے۔

حاصل : مکہ معظمہ کی حیثیت مرکزی ہے۔ اس شہر کی حرمت کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ یہاں رہنے والے میزبان ہوں اور آنے والے خدائی مہمان ہوں تو اس شہر کو حرمت والا ماننے کا ثبوت ملے گا۔ ماننے کے بعد ہی جاننے کا مقام آتا ہے۔

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا

اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں۔ تو جس نے ہدایت پائی اس کی ہدایت اسی کے لئے

يَهْتَدِي لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿۹۲﴾

ہے اور جو بہکے تو فرما دیجئے کہ میں تو ڈر سنانے والا ہوں۔

حق پہنچانے والے کی شان امر الٰہی سے تعلق رکھتی ہے کہ حق کا نازل فرمانے والا اللہ ہے [illegible] ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ احکام الٰہی کی تعمیل کرے [illegible] اٹھاتا ہے وہ اپنا بھلا کرتا ہے۔ اور جو حق کے مقابل [illegible] سنانے والے کے ذمے یہی ہے کہ حق کو امر الٰہی کے مطابق روشن کر دے۔

حاصل : حق کی تبلیغ میں قرآن پاک کی تلاوت لازم ہے۔ [illegible] ہوتا ہے۔ بھٹکنے والا اپنے کیے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ [illegible] کرتا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اور فرما دیجئے کہ [illegible] وہ تمہیں اپنی نشانیاں [illegible] انہیں پہچان [illegible] سے غافل نہیں ہے [illegible]

[illegible]

حاصل : [illegible] ہیں۔ [illegible] اپنے رب [illegible] ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے [illegible] (۲۲) میں فرمایا ہے۔
وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝
اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں۔

marfat.com

آیاتہا ۸۸ — سُوْرَۃُ الْقَصَصِ — رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ — حروف مقطعات

یہ حروف مقطعات ہیں۔ تقاضاء ادب ملحوظ رکھنا چاہئے اور تقدم سے بچنا چاہئے۔

حاصل : خاموشی کے مقام پر بولنا بے جا ہے۔

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ — یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔

کتاب مبین قرآن پاک ہے۔ اس کی آیات روشن ہیں۔ لیکن اس سے ہدایت اور رحمت مومنین کو ہی ملتی ہے۔ بھیجنے والے نے اس کتاب کے بارے میں یہی سند نازل فرمائی ہے۔ کہ یہ مومنین کے لئے ضرور ہدایت اور رحمت ہے۔ روشنی کو دیکھنے کے لئے آنکھ کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اور آنکھ کا صحیح ہونا یہ ہے کہ حق کو دیکھ کر اسے اختیار کیا جائے۔ حق کا انکار کرنے والا ظلمات کی طرف چل پڑتا ہے۔ اس لئے وہ روشنی سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حاصل : کتاب مبین کی آیات کو اپنے لئے باعث ہدایت و رحمت بنانے والے ہی اس سے فیض پاتے ہیں۔

نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ — ہم آپ پر موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کی خبر سے حقیقت بیان کرتے ہیں۔ ایمان والے لوگوں کے لئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی خبر پہلے بھی لوگوں کو تھی۔ مگر اس کا تعلق حقیقت سے نہیں تھا۔ واقعات کو اگر اس طرح بیان کیا جائے۔ کہ ان سے اصلاح حال کا پہلو اجاگر نہ ہو تو وہ بیان حقیقت سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ جو بیان حقیقت پر مبنی ہو وہ ایمان والے لوگوں کے لئے ہمیشہ مفید ہوتا ہے۔

حاصل : واقعات کو اس طرح بیان کرنا چاہئے کہ ان سے اصلاح حال کا پہلو ابھر رہا ہو۔ ایمان والے لوگ ہمیشہ ایسے بیان سے مستفید ہوتے ہیں۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۴

بے شک فرعون زمین میں بڑا بنا اور اس کے اہل کو گروہ گروہ کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو ضعیف کرتا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔

زمین میں بڑا بننے کی کوشش کرنے والوں میں سے ایک نام فرعون کا ہے۔ اس نے [illegible]
باشندوں کو ایسے رخ پر ڈال دیا کہ وہ اتفاق [illegible]
بنایا ہوا [illegible]
استعمال کرتا ہے۔ جب فرعون لوگوں [illegible]
اس نے ایک گروہ کو [illegible]
ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ [illegible]
رہتا تھا [illegible]
تمام [illegible]

حاصل : زمین میں بڑا بننے والوں کی شناخت [illegible]
فساد کرنے والے لوگوں کو پہچانیں اور حق سے [illegible]
لوگوں کی اس طرح مدد [illegible]
فساد کی جڑ کاٹنے کی صورت ہے۔

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۵

اور ہم نے ارادہ فرمایا کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں ضعیف کر دیے گئے تھے اور انہیں امام ٹھہرائیں اور انہیں ان کا وارث کر دیں۔

قادر مطلق کی شان ہے کہ وہ ضعیف کو طاقت ور پر غالب کر سکتا ہے. قلیل کو کثیر پر غالب کر سکتا ہے. مگر عاقبت ہمیش
متقین کی ہی اچھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر احسان کرتا ہے جو صبر کے ساتھ بھلائی کی راہ پر ہو۔ جن لوگوں پر اللہ کا احسان ہو
جائے انہیں امامت عطا ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کو کمزور کر دیا گیا تھا. ان کی تذلیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی. اللہ نے ان
لوگوں پر مہربانی فرمائی اور انہیں اسی جگہ کے شرق و غرب کا وارث ٹھہرا دیا اور انہیں جہان میں فضیلت دی۔

حاصل : قادر مطلق ضعیف کو طاقت ور پر غالب کر سکتا ہے. قلیل کو کثیر پر غالب کر سکتا ہے۔
جنہیں اللہ امام بنانا چاہے. ان کی اہلیت کو وہ خوب جانتا ہے۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ⑥

اور انہیں زمین میں جماؤ دیں اور فرعون اور ھامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھا دیں جس کا انہیں ان سے خطرہ تھا۔

بنی اسرائیل کو زمین میں جماؤ دینا اللہ کو پسند ہوا تو انہیں امامت و وراثت دینے کا عنوان رکھا گیا۔ فرعون اور اس کا وزیر
ھامان اور آل فرعون یہ سب اس خطرے کو محسوس کرتے تھے کہ بنی اسرائیل طاقتور ہو گئے تو فرعون اور آل فرعون کا مستقبل
تاریک ہو جائے گا۔ حق کے مطابق رہنے والوں کا ہمیشہ ایسا رعب ہوتا ہے. کہ ان کے دشمن کثیر الوسائل ہونے کے باوجود. ان پر
قادر ہونے کے باوجود. ان سے خائف بھی رہتے ہیں اور مستقبل کے خطرات کے پیش نظر اپنی تیاری میں بھی لگے رہتے ہیں۔ مگر
ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہے۔ اللہ کی مشیت کے سامنے کسی کی تدبیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

حاصل : جنہیں اللہ زمین میں جماؤ دے ان کے پاؤں اکھاڑنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی
قدرت سے بنی اسرائیل کو وہ مقام ملا جس کا ڈر فرعون. ھامان اور ان کے لشکروں کو تھا۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑦

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو حکم فرمایا کہ آپ کو دودھ پلائے. پھر جب تمہیں ڈر لگے تو آپ کو دریا میں ڈال دے. اور خوف و حزن نہ کرے. بے شک ہم آپ کو تمہاری طرف پھیر لائیں گے اور آپ کو مرسلین سے ٹھہرائیں گے۔

بنی اسرائیل کے بیٹوں کے ذبح کرنے کا طریقہ حکومت نے نافذ کر رکھا تھا۔ آل فرعون کے لوگ اس کام کے لئے مستعد
رہتے تھے۔ بچے کی پیدائش ماں کے لئے کتنا بڑا دکھ بن جاتی تھی اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

Marfa

والدہ محترمہ کے دل میں یہ بات ڈالی۔ کہ وہ بچے کو دودھ پلاتی رہے۔ جب اسے یہ خطرہ محسوس ہو کہ آل فرعون کی نظر بچے پر پڑ
گئی ہے اور وہ اسے اچک لے جائیں گے تو وہ اس کے لئے تیار رہے کہ بچے کو مناسب بندوبست کے ساتھ دریا میں ڈال دے۔ اور
یہ سمجھے کہ اس نے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بچے کو ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس لئے خوف و حزن نہ کرے۔ اللہ نے یہ وعدہ
فرمایا کہ وہ بچے کو اس کی ماں کے پاس واپس لائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ بچہ اللہ کا رسول ہو گا۔

حاصل : اللہ جو بات دل میں ڈال دے۔ اس سے بڑی تقویت ملتی ہے۔ مشکل مقامات پر پورا
رہنے کے لئے۔ اللہ کے سہارے کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ ماں کے لئے یہ بڑی مبارک خوشخبری [illegible]
اس کا بچہ اللہ کا رسول ہو گا۔ مگر اس سے پہلے یہ فرمایا گیا کہ وہ بچہ ماں کے پاس واپس لایا جائے گا
اور واپس لانے والے کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے۔

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝

پھر آپ کو فرعون کے گھر والوں نے اٹھا لیا۔ کہ آپ ان کے دشمن ہوں اور ان کے لئے غم بنیں۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطاکار تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچے کو دریا میں ڈالنے کی تیاری کر رکھی تھی۔ جب خطرے [illegible]
بچے کو بحفاظت دریا میں ڈال دیا۔ قدرت الٰہی نے اس بچے کو فرعون کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیا۔ انہوں نے [illegible]
کو اٹھا لیا۔ اللہ نے جس ذات پاک کے ذریعے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے فساد کو مٹانا چاہا اسے وہیں پہنچا [illegible]
مگر موسیٰ علیہ السلام کے لئے وہی محفوظ مقام تھا۔ فرعون، ہامان اور ان کے لشکر غلطی پر تھے [illegible]
انجام تک پہنچانے والی تھی۔ اس میں ان کی تدبیر کا مقام ہی کیا تھا۔ وہ جو خود [illegible]
فساد کو مٹانے والے کی پرورش کر رہا ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے کسی تدبیر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ [illegible]
بیخ کنی کا کام جس سے لینا ہوتا ہے۔ اس کی حفاظت مفسدین سے بھی کرا لیتا ہے۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور فرعون کی عورت نے کہا یہ تو میری اور تمہاری آنکھوں کا قرار ہے۔ اسے قتل نہ کرو۔ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور انہیں شعور بھی نہ تھا۔

فرعون کی عورت نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، تو اسے بہت خوشی ہوئی۔ اسے معلوم تو تھا کہ فرعون اس مقام پر کیا کرتا ہے۔ اس لئے اس نے یہ کہا، کہ یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کا قرار ہے، اسے قتل کرنے کا مت سوچو۔ قریب ہے کہ یہ بڑا ہو کر ہمارے لئے سکھ کا باعث ہو یا ہم اس سے اس قدر خوش ہو جائیں کہ اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اللہ کا ارادہ کیا تھا، اس کا انہیں شعور نہیں تھا۔

حاصل: ظالم اپنی غرض کو سامنے دیکھے تو ظلم کے معمول سے باز آجاتا ہے۔ اللہ کی مشیت کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰﴾

اور صبح کو موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل فارغ ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ اپنی بے قراری کو ظاہر کر دے اگر ہم اس کے قلب پر ربط نہ رکھتے کہ وہ مومنین سے ہو۔

ماں کا بچے سے جو تعلق ہوتا ہے وہ اللہ نے ہی رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بچے کو دریا کے سپرد کر دینے کے بعد کس حال میں تھا، اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ماں کو یہ تو یاد تھا، کہ اسے بچے کو اس کی گود میں واپس لانے کی بشارت دی گئی ہے، اسے یہ بھی یاد تھا کہ مستقبل میں اس بچے کے مرتبے کو بھی واضح فرما دیا گیا ہے، مگر اس کے دل کی بے قراری صبح تک انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ وہ اگر اپنی بے قراری کو ظاہر کر دیتی تو پھر رخ اور ہو جاتا۔ اللہ کو یہ پسند نہ تھا۔ اللہ نے اس خاتون کے دل کو سہارا دیا، اور اسی سہارے کی برکت سے وہ ماننے والوں میں شمار ہوئی۔

حاصل: طبعی طور پر ماں کے لئے بچے کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔ ماں کا بچے کی جدائی سے بے قرار ہو جانا طبعی بات ہے۔ دل اگر ماننے کے مقام پر ہو تو ماننے والوں میں شمار ہوتا ہے، اور دل کو اللہ ہی سہارا دے تو وہ مشکل مقام پر پورا رہ سکتا ہے۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ؗ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾

اور آپ کی ماں نے آپ کی ہمشیرہ سے فرمایا، آپ کے پیچھے چلی جا، تو وہ آپ کو اجنبی کی طرح دیکھتی رہی اور انہیں پتہ نہیں چلا۔

ماں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ وہ بچے پر نظر بھی رکھے اور پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ اس طرح چلتی جائے کہ کسی کو یہ

t.com

معلوم نہ ہو کہ اس کا بچے سے کچھ تعلق ہے۔ حقیقی تعلق کو ظاہری لاتعلقی کے پردے میں ملفوف کرنا بڑا نازک کام ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے یہ کام سرانجام دیا اور کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں لگا۔

حاصل : ماں کی شان یہی ہے کہ وہ بلاواسطہ بچے کے پاس نہ ہو تو بالواسطہ پاس رہنے کی تدبیر کرتی ہے اور بچے کی سلامتی کو بہرحال ملحوظ رکھتی ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ﴿١٢﴾

اور ہم نے اس سے قبل سب دودھ پلانے والیاں آپ پر حرام کر دی تھیں۔ تو وہ لڑکی کہنے لگی کیا میں آپ کو وہ اہل بیت بتاؤں جو آپ کے لئے اس کی کفالت کریں اور وہ اس کے لئے ناصح ہوں۔

فرعون کے محل میں بچے کو جو اعزاز دیا گیا اس حوالے سے بھی انتظام کیے گئے۔ دودھ پلانے والیاں [illegible] آپ نے کسی دودھ پلانے والی خاتون کا دودھ نہیں پیا۔ بادشاہ اور ملکہ کے لئے یہ پریشانی ہو رہی تھی کہ بچہ دودھ [illegible] گا، اور جو کچھ وہ کر سکتے تھے وہ تو کیا ہی جا چکا تھا۔ ان پریشان لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے [illegible] کہ میں آپ کو ایک جگہ بتا سکتی ہوں۔ وہ لوگ اگر اس بچے کی کفالت کرنا قبول کریں اور یہ اس پاک بی بی کا دودھ [illegible] دے تو یہ بہت اچھا انتظام ہو گا۔ کہ وہ لوگ بہت نصیحت کرنے والے ہیں۔ یقیناً آپ کی شان کے مطابق اس بچے کی [illegible] اہلیت ان میں ہے۔ بات ان کے اس خدمت کے لئے تیار ہونے کی ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے کسی کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ [illegible] ہو، تو معصوموں کی تجویز بھی قابل غور ہو جاتی ہے۔ حق یہی ہے [illegible] کو دی جائے جو ناصح ہوں، کہ کردار سازی انہی کا کام ہے۔

فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ ع

پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کے پاس پہنچا دیا۔ کہ اس کی آنکھ کو قرار ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور اسے علم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش بادشاہ اور ملکہ کو مطلوب تھی۔ یہ پرورش کرنے والوں کو بڑی عزت سے [illegible]

انہیں وہ سب سہولتیں دی گئیں جو انہیں درکار تھیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی ماں کے پاس پہنچا دیا۔ کہ اس خاتون کو قرار آئے۔ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔ اس کو غم نہ رہے اور اسے علم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ معاملات جو بھی ہوں اللہ کی مشیت ہمیشہ ہو کر رہتی ہے۔ علم تو عمل کے بعد ہی عطا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ وہ رخ ہی اختیار نہیں کرتے جو حصول علم کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ان پر جاننے کا مقام آتا ہی نہیں۔

حاصل : ہر حال میں اللہ کی مشیت ہی پوری ہوتی ہے۔ جدائی میں آنکھ کو قرار نہیں ہوتا اور غم بھی ہوتا ہے۔ میل ہو جائے تو آنکھ کو قرار آجاتا ہے اور غم دور ہو جاتا ہے۔ علم، عمل کے بعد ہی عطا ہوتا ہے۔ جس کا رخ درست نہ ہو اسے خیر کا علم کبھی حاصل نہیں ہوتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں فرمایا ہے۔
وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ
اور بُرا داؤ اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾

اور جب آپ جوانی کو پہنچے اور سنبھلے، ہم نے آپ کو حکم اور علم عطا فرمایا، اور ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

پرورش کے مراحل میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے وہ آسانیاں رکھ دیں، جن کو اس حال پر انتہائی کہا جا سکتا ہے۔ جب آپ جوان ہوئے اور آپ نے سماجی مسائل اور ان کے اسباب کو دیکھا، تو بہت سی ناہمواریاں آپ پر واضح ہو گئیں۔ رخ حق کے مطابق رہنے کا تھا کہ یہی محسنین کی طریقت ہے۔ اس لئے اللہ نے آپ کو حکم اور علم عطا فرمایا۔ آپ جو فرماتے تھے وہ ہو جاتا تھا اور اس کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ جوانی میں رخ کو درست رکھنے والے ہی اپنا توازن درست رکھ سکتے ہیں اور اپنا توازن درست رکھنے والے ہی حُسنِ عمل کا نمونہ ہوتے ہیں۔

حاصل : جوانی میں محسنین کی طریقت کو اختیار کرنا بڑی بات ہے، محسنین کو نوازنا اللہ کی سنت ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ

اور اس شہر میں داخل ہوئے جب کہ وہاں کے لوگ غفلت میں تھے، پھر اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ایک موسیٰ (علیہ السلام) کے گروہ سے تھا اور دوسرا

Marfa

الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ٘ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

آپ کے دشمنوں سے۔ تو وہ جو آپ کے گروہ سے تھا اس نے آپ سے مدد مانگی اس پر جو آپ کے دشمنوں سے تھا، تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے گھونسہ مارا پھر اس کا کام تمام کر دیا۔ کہنے لگے یہ عمل شیطان سے ہے۔ بے شک وہ [illegible] بہکانے والا ہے۔

شہر میں داخل ہونے کا وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی پسند کیا جب وہاں کے لوگ آرام کرتے تھے۔ [illegible] میں وہ بہت کچھ دیکھ سکتے تھے اور ان کے حالات پر نظر رکھنے کی کوئی خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن [illegible] مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ایک آپ کے گروہ سے تھا، دوسرا دشمنوں کے گروہ سے تھا۔ اس وقت تک حضرت [illegible] السلام بنی اسرائیل پر ہونے والے مظالم کو قریب سے دیکھ چکے تھے۔ اور ان کی مظلومی سے واقف [illegible] آپ سے مدد مانگی۔ آپ نے اس کے دشمن کو روکا تو وہ آپ سے الجھ پڑا۔ آپ نے اس [illegible] اس کا بہت افسوس ہوا۔ ارادہ اس کو مار دینے کا نہیں تھا۔ آپ نے [illegible] ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں جب فرعون نے آپ سے بعد میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا [illegible] مجھے میرے رب نے حکم عطا فرمایا اور مجھے مرسلین سے ٹھہرایا۔ اس سے یہ روشن ہوتا ہے [illegible] ہوئی تھی۔

حاصل : متکبر لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ خدمت کا ان کی حق میں [illegible] سے ہمدردی کا اظہار بھلے لوگوں کا وصف ہوتا ہے۔ مظلوم کے [illegible] کام ہوتا ہے۔ اس میں اپنی خوشی کو شامل نہیں ہونے دینا چاہیے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

دعا کی اے میرے رب میں نے اپنے پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے۔ تو اس نے بخش دیا۔ بے شک وہ بخشنے والا [illegible] والا ہے۔

آل فرعون کے ایک مرد کے آپ کے ہاتھوں مارے جانے پر [illegible]

rfat.com

کیا ہے۔ میرا ارادہ اس کو مار دینے کا نہیں تھا۔ یقیناً مجھ سے وہ کچھ ہوا ہے جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ مدد کرتے وقت ذاتی خوشی کو ساکن رکھنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ یا اللہ تو مجھے بخش دے۔ اللہ نے آپ کو بخش دیا۔ اللہ تو ہے ہی بخشنے والا، رحم فرمانے والا۔ بخشش طلب کرنے والا اپنی کوتاہی کا اعتراف کرلے اور کوتاہی کے سبب کو بھی پالے۔ تو اللہ اس کو بخش بھی دیتا ہے اسے اپنے رحم سے بھی نوازتا ہے۔

حاصل : اپنی کوتاہی کا اعتراف کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ سے بخشش طلب کرنی چاہئے۔ جس کو معاف کیا جائے اس کو آسانی بھی مہیا کرنی چاہئے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَهِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۷﴾

عرض کی اے میرے رب تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے، تو اب میں ہرگز مجرمین کا مددگار نہیں بنوں گا۔

بخشش کا شکر ادا کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا۔ کہ اے میرے رب تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے، مجھے اپنے فضل سے نوازا ہے۔ اب میں کبھی مجرمین کا مددگار نہیں بنوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کی حمایت سے پہلے جو ضروری باتیں نظر انداز کر دی تھیں۔ آپ نے انہیں مجرم کی مدد جانا اور آئندہ کسی کو مظلوم ماننے سے پہلے متعلقہ باتوں کو ملحوظ رکھنے کا عہد کیا۔

حاصل : بخشش اللہ کا فضل ہے۔ اپنے قول کی حفاظت کرنی ضروری ہے، اپنے عمل کی حفاظت کرنی ضروری ہے۔ مجرمین کی مدد نہ کرنے کا عہد اسی طرح پورا ہوتا ہے۔

فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَهٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

پھر صبح کی اسی شہر میں خائف ہوتے ہوئے کہ اب کیا ہوتا ہے، جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل نصرت چاہی تھی فریاد کر رہا ہے موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا، بے شک تم صریحاً بے راہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مذکورہ واقعہ سے متعلق آل فرعون کا ردعمل ابھی دیکھا نہیں تھا۔ ان سے بھلائی کی توقع تو ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ لوگوں کے آرام کرنے کے وقت میں آپ باہر نکلے تو آپ نے پھر وہی دیکھا جو اس سے پہلے ہو چکا تھا۔ وہی آدمی جس نے کل آپ سے مدد مانگی تھی، پھر آپ سے کسی کے خلاف مدد مانگ رہا تھا۔ آپ نے اس کو مظلوم ماننے سے پہلے ضروری سوالات کیے۔ تو وہ خلاف حق کرتا ہوا پایا گیا۔ آپ نے فرمایا، تم صریحاً بے راہ ہو۔

حاصل : ماضی کے واقعات سے حاصل ہونے والے سبق کو یاد رکھنا چاہئے۔ کسی سے مخاطب ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے متعلقہ امور کو ضرور دیکھنا چاہئے۔ مظلومیت کے ایسے میں جو خلاف حق کر رہا ہو، اس کو یہی کہنا چاہئے تم صریحاً بے راہ ہو۔

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ
عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ
تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ
تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ
وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

پھر جب ہاتھ ڈالنا چاہا اس پر جو دونوں کا دشمن تھا، کہنے لگا اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا آپ میرے قتل کا بھی ارادہ رکھتے ہیں جیسے آپ نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا۔ آپ کا ارادہ تو زمین میں جبر کرنے کا ہی ہے۔ اور آپ اصلاح کرنے والے نہیں بننا چاہتے۔

اسرائیلی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صریحاً بے راہ کہا تھا اس لئے [illegible] آپ کے نزدیک قطعاً درست تھی۔ اس لئے اسرائیلی حضرت موسیٰ [illegible] ہی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فساد سے روکنے کے [illegible] کرنا چاہتے ہیں جیسے کل آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور آپ تو زمین میں [illegible] طرف رغبت دلانا آپ کو پسند ہی نہیں ہے۔ [illegible] حق کے مقابل اپنی خواہش کی پیروی [illegible] مانتا اور اس سے متعلق نازیبا کلمات کہنے میں دیر بھی نہیں کرتا۔

حاصل : جو اپنی خواہشات کی پیروی کو حق کے مقابل [illegible] کے متعلق اسے نازیبا کلمات کہنے میں دیر نہیں لگتی۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ
قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ
لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا آیا۔ کہنے لگا اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔ تو نکل جائیے بے شک میں آپ کے لئے خیر خواہ ہوں۔

rfat.com

اسرائیلی کی زبان سے ماضی قریب کے قتل کا واقعہ بیان ہو چکا تھا. ایسی خبر پھیلنے میں دیر نہیں لگتی۔ فرعون اور اس کے درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں کی قوت کو مجتمع کرتے ہوئے دیکھتے تھے جن کو کمزور کرنے پر آل فرعون کا ہمیشہ زور رہا. اس لئے دربار والے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ صاحب جو اس خبر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام تک لے کر آئے. بنی اسرائیل سے نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ آل فرعون سے ہی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدر دان تھے۔ یہ صاحب اس کوشش میں تھے. کہ سرکاری لوگوں کے آنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سلامتی کے مقام کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ اس لئے دوڑنا اور قریب ترین راستے سے آنا اور اپنے تعلق کو لوگوں کی نظروں سے بچانا یہ سب کچھ ضروری تھا. اور ان صاحب نے اپنے تعارف میں یہی کہنا کافی سمجھا کہ میں آپ کے لئے ناصح ہوں۔

حاصل : اپنے درجے کے مطابق پاک لوگوں کی مدد کرنی چاہئے۔ ان کے بدخواہوں کی تدبیر کو ناکام بنانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ عمل کی ترغیب دینے میں وقت کو اپنے تعارف میں کم ہی لگانا چاہئے۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢١﴾ ع

تو خائف ہو کر اس شہر سے نکلے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ عرض کی اے میرے ربّ مجھے قومِ ظالمین سے نجات دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شہر سے نکلے جہاں آپ کے بارے میں بری تدبیر سوچی جا رہی تھی۔ اس وقت منزل بھی متعین نہ تھی. راستے کے محفوظ ہونے کے بارے میں کچھ سامنے نہ تھا اور تعاقب کرنے والوں کے بارے میں کسی بھلائی کو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ آپ نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ یہ لوگ ظالم اس لئے تھے کہ یہاں بات حق کے حوالے سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے کچھ اور معیار بنائے گئے تھے. آل فرعون کے لئے کچھ اور معیار بنائے گئے تھے۔

حاصل : ہنگامی حالات میں اگر اپنے مقام کو چھوڑنا پڑے. تو اپنے رب سے یہ دعا کرنی چاہئے: اے میرے ربّ مجھے قومِ ظالمین سے نجات دے۔ منزل پر پہنچانے والا بھی وہی ہے. راستے کو محفوظ بنانے والا بھی وہی ہے. تعاقب کرنے والوں سے بچانے والا بھی وہی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ھود (11) میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿١١٣﴾

اور ظالموں کے ساتھی نہ بنو. پھر تمہیں آگ لگے گی اور اللہ کے مقابل کوئی تمہارا دوست نہ ہو گا. پھر تمہاری مدد نہ ہو گی۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے، عرض کی کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔

آل فرعون کے ہاں سے نکل کھڑے ہونے کے بعد آپ مدین کی طرف چل پڑے تاہاں آپ کی منزل متعین تھی [illegible] آپ نے دعا کی کہ قریب ہے میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔ سیدھی راہ کی منزل پر پہنچنے کا شعور [illegible] ہوتا ہے۔

حاصل : منزل متعین ہو جائے تو سلامتی کی راہ کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

اور جب مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو پانی پلاتے پایا اور ان سے الگ دو عورتیں [illegible] روکے ہوئے تھیں [illegible] [illegible] نہیں [illegible] پانی [illegible] چرواہے چلے [illegible] بوڑھے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے قریب پہنچے تو آپ نے [illegible] رہے تھے۔ پانی [illegible] [illegible] تھیں اور جانور [illegible] پانی [illegible] [illegible] کے ہوئے ہیں ان سے پوچھا کیا بات ہے آپ اپنے جانوروں [illegible] جانے کے انتظار میں ہیں۔ [illegible] ہوتے ہیں۔

حاصل : ضرورت زندگی سے [illegible] کام [illegible] [illegible] چاہئے۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

تو آپ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف آئے تو دعا کی اے میرے رب [illegible]

فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فرمائے میں فقیر ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں کی مدد کرتے ہوئے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ زور کا کام تھا اور دھوپ میں تھا. فراغت ہوئی تو پھر سائے میں تشریف لائے اور دعا کی اے میرے رب جو تیرے نزدیک میرے لئے بہتر ہے وہ عطا فرما دے. میں فقیر ہوں۔ اظہار عبدیت. حسن طلب اور عرفان حق سب اس دعا سے روشن ہوتے ہیں۔

حاصل : اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے لوگوں کی مدد کرنی چاہئے۔ گرمی کی دھوپ میں سایہ بڑی نعمت ہے۔ بندے کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ سے وہی طلب کرے جو اللہ کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

تو ان دونوں میں سے ایک آپ کے پاس آئی حیا سے چلتی ہوئی. کہنے لگی میرے والد صاحب نے آپ کو بلایا ہے. کہ آپ کو اس کا اجر دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ پھر جب وہاں آئے اور انہیں اپنا احوال بتایا. انہوں نے فرمایا. خوف نہ کیجئے. آپ نے قوم ظالمین سے نجات پائی۔

جب یہ خواتین خلاف معمول جلد گھر پہنچیں اور اپنے والد صاحب کے سامنے سارا حال بیان کیا. تو انہوں نے فرمایا. ان صاحب کو بلا کر لاؤ کہ انہیں اس کار خیر کا صلہ دیا جائے۔ ایک خاتون آپ کے پاس آئی۔ حیا سے چلنا یہ ہے کہ نظر زمین پر ہو. جسم کو حق کے مطابق ڈھانپا گیا ہو اور منزل مقصود کی طرف سلامتی سے قدم اٹھائے جائیں۔ حیا سے چلنا پاک بیبیوں کی ایک صفت ہے۔ اس بی بی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا. کہ میرے والد صاحب نے آپ کو بلایا ہے کہ آپ کو اس کار خیر کا صلہ دیا جائے جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بلاوا اللہ کا فضل معلوم ہوا۔ آپ ان بزرگ کے پاس پہنچے. انہوں نے آپ سے احوال پوچھا. آپ نے بیان کیا۔ ان بزرگ نے فرمایا. خوف نہ کیجئے. آپ ظالم لوگوں سے نجات پا چکے ہیں۔

حاصل : عورت کو حیا سے چلنا چاہئے۔ بات کو حق کے حوالے سے پورا کرنا چاہئے۔ بڑے علم والے سے میل ہو تو اپنا حال اس کے سامنے بیان کرنا چاہئے. اور اس کی تسلی کو باعث راحت جاننا چاہئے۔

t.com

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ان دونوں میں سے ایک نے کہا اے ابا [illegible] صاحب ان کو مستاجر رکھ لیجئے یقیناً [illegible] مستاجر وہی ہے جو قوی ہو امین ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کارکردگی [illegible] تھیں۔ دوسری بی بی نے اپنے والد صاحب کی خدمت میں یہ گزارش پیش کی [illegible] ضرورت تو ہے۔ آپ ان صاحب کو رکھ لیجئے [illegible] علیہ السلام کے بارے میں اپنے باپ کے سامنے یہ [illegible]

حاصل : جس کی اہلیت مشاہدے میں آئے [illegible] ساتھ امانت کو بہرحال دیکھنا چاہئے۔ جو قوی ہو امین [illegible] بات ہوگی۔

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

فرمایا [illegible]

[illegible]

حاصل : باپ [illegible]

Marfat.c

سے ہوتا ہے شہادت عمل سے ہوتی ہے۔

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ؀ۧ

فرمایا۔ یہ میرے اور آپ کے مابین ہو چکا، ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو۔ اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شیخ کبیر کی بات کے جواب میں یہ کہا: کہ یہ معاہدہ میرے اور آپ کے مابین ہو چکا۔ آٹھ برس پورے کروں یا دس برس یہ دیکھنا میرا حق ہے۔ معاہدے سے تجاوز نہ ہو گا تو مجھ پر زیادتی نہ ہوگی۔ ہم نے جو بات آپس میں طے کی ہے اس پر اللہ ہمارا وکیل ہے اور وہی سب سے بڑا کفایت کرنے والا ہے۔

حاصل : معاہدہ طے پانے کا اعلان اسے کرنا چاہئے. جو ماننے کے مقام پر ہو۔ یہ بھی کہنا چاہئے. اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے۔ طرفین کو اللہ کی رضا مطلوب ہونی چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس (10) میں فرمایا ہے۔
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ؀ لَھُمُ الْبُشْرٰي فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ
ایمان لانے والے اور تقویٰ کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے حیات دنیا اور آخرت میں بشارت ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ؀

پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے مدت پوری کر لی اور اپنے اہل کو لے کر چلے. طور کی جانب سے ایک آگ دیکھی، آپ نے اپنے اہل سے فرمایا تم ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے. تو اس کی خبر لاتا ہوں یا تمہارے لئے چنگاری لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدے کے مطابق کام کو پورا کیا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوئے۔ راستے میں کوہ طور تھا۔ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے آگ کی ضرورت کا احساس ہوا۔ آپ نے گھر والوں سے فرمایا: تم نہیں ٹھہرو. میں نے آگ دیکھی ہے. تو اس کی خبر لاتا ہوں یا تمہارے لئے کوئی چنگاری لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔ سردی میں آگ کا

t.com

کوئی بدل نہیں ہوتا۔ جہاں روشنی موجود ہے وہاں سے مطلوبہ شے کی خبر مل سکتی ہے یا مطلوبہ شے بھی مل سکتی ہے۔ [illegible] مقام خلوت ہی ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ روشنی کی طرف [illegible] نہیں فرمایا۔

حاصل : وعدے کو پورا کرنا حق ہے۔ ساتھیوں کی سلامتی و بہتری ملحوظ رکھنا چاہئے اور حسب موقع اس کے ضروری اہتمام بھی کرنے چاہئیں۔ سردی میں آگ بے بدل نعمت ہوتی ہے۔ مسافروں کو آگ کی سہولت دینا بھی ایک خدمت ہے۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾

پھر جب وہاں پہنچے وادی کے دائیں کنارے شجر سے بقعہ مبارک سے آواز آئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں ہی اللہ ہوں رب العالمین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس وادی میں پہنچے تو یہ فرمایا گیا اے موسیٰ علیہ السلام [illegible] آمد ہے۔ وادی کے دائیں کنارے شجر پر انوار سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی [illegible] والا۔ یہ بھی فرمایا گیا برکت دیا گیا اس کو جو اس میں ہے اور جو اس کے گرد ہیں [illegible] ہے۔ اور یہ بھی فرمایا گیا میں ہی اللہ ہوں عزت والا حکمت والا۔ یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] راحت انہیں حاصل ہوئی وہ بیان میں کب آ سکتی ہے۔

حاصل : کسی مقام کے تقدس کا اظہار عمل سے ہوتا ہے۔ اللہ سے [illegible] اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خطاب تو سب ہی [illegible]۔

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

اور یہ کہ اپنا عصا ڈال دیجئے۔ پھر جب آپ نے اسے دیکھا کہ سانپ کی طرح چلے اور پیچھے نہ دیکھا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) آگے آئیے اور خوف نہ کیجئے بے شک آپ امان والوں سے ہیں۔

معجزات عطا کرنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا گیا۔ اس میں آپ سے [illegible]

کسی خوشی سے تقابل ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ سے یہ پوچھا گیا: آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے اپنے عصا کے استعمال کی صورتیں بیان کیں۔ حکم ہوا اسے زمین پر ڈال دیجئے۔ آپ نے اسے زمین پر ڈالا تو وہ لہراتا ہوا سانپ تھا۔ آپ اس منظر کو دیکھ کر مڑے اور پیچھے نہ دیکھا۔ سانپ کا ڈر ہوتا تو پیچھے دیکھنا ضروری تھا کہ وہ کس طرف کو جا رہا ہے۔ وادی کے تقدس کا آپ کو علم تھا۔ آداب حضوری میں کوتاہی دانستہ تو ہوتی ہی نہیں، نادانستہ کوتاہی کا ڈر ضرور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا: میرے حضور مرسلوں کو خوف نہیں ہوتا۔ یہ رسالت کے عطا ہونے کا اعلان تھا، اور امان والوں سے ہونے کا مقام تھا۔

حاصل : آداب حضوری میں نادانستہ کوتاہی سے بھی ڈرنا چاہئے۔ اللہ کی امان حاصل ہو تو چیزیں تابع فرمان ہو جاتی ہیں۔ قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ جس طاقت کا تقاضا کرتا ہے، وہ بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ عصا کا ساتھ ہونا رات کے سفر میں ضروری ہوتا ہے۔

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالئے، نکلے گا سفید چمکتا ہوا بے مرض۔ اور اپنے بازو کو ڈر سے سکیڑ لیجئے۔ تو یہ دو برہان ہیں آپ کے رب کے، فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کے لئے، بے شک وہ لوگ فاسق ہیں۔

دوسرا معجزہ عطا فرمانے سے پہلے اس کی کیفیت بیان فرما دی گئی اور اس کا طریقہ بھی بتا دیا گیا۔ جب آپ نے اپنا ہاتھ چمکتا ہوا پایا، تو اس سے آپ کو بہت راحت ہوئی۔ اس کے ساتھ ان معجزات کے محل استعمال کو بیان فرمایا گیا: کہ یہ دونوں برہان آپ کے رب کی طرف سے عطا فرمائے گئے ہیں، فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف آپ کو جانا ہے کہ وہ لوگ برائی کو اپنا معمول بنا چکے ہیں۔

حاصل : جس کو کام سونپا جائے، اسے اسناد بھی دینی چاہئیں اور لوگوں کے متوقع ردعمل سے بھی آگاہ کرنا چاہئے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

عرض کی اے میرے رب میں نے ان سے ایک کو مارا تھا، تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے ماریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آلِ فرعون کے جس آدمی کو مکا مارا تھا، آپ کا ارادہ اسے جان سے مارنے کا نہیں تھا مگر اپنے رب کے سامنے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ نے یہ کہا کہ ان کا ایک آدمی میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ [illegible] برس کے بعد بھی وہ اس بات کو نئے سرے سے شروع کر سکتے ہیں اور مجھے سزا بھی دے سکتے ہیں۔ اپنے اندیشے کو بیان کرنے سے تائید بھی ملتی ہے۔ یکسوئی بھی حاصل ہوتی ہے۔

حاصل : کام سپرد کرنے والے کے سامنے اپنی کیفیت کو بیان کرنا ہوشمندی ہوتا ہے۔

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

اور میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ تو اسے میری معیت میں بھیجئے کہ وہ میری تصدیق کرے۔ بے شک مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: میرے رب میری زبان سے [illegible] سمجھیں۔ ہارون علیہ السلام بڑے فصیح اللسان ہیں ان کو میرا مددگار [illegible] تو مجھے تقویت رہے گی۔ فرعون اور اس کے درباریوں سے [illegible] انہیں ہدایت کی طلب نہیں ہے۔

حاصل : تائید ایزدی کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ فصیح اللسان [illegible] تصدیق کرے اس کی فصاحت روشن ہو جاتی ہے۔ تصدیق [illegible] راحت اس کو برداشت کرنے میں مدد دیتی ہے [illegible]

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

فرمایا ہم آپ کے بازو کو آپ کے بھائی سے قوت دیں گے اور آپ دونوں کے لئے غلبہ ٹھہرائیں گے۔ وہ آپ تک دراز دستی نہیں کر سکیں گے۔ ہماری آیات کے ساتھ، آپ دونوں اور جو آپ دونوں کا اتباع کریں گے غالب ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔ حضرت ھارون علیہ السلام کو آپ کے لئے قوتِ بازو بنایا گیا۔ اور غلبے کی بشارت بھی دی گئی۔ یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ منکرین حق کبھی آپ پر دست درازی نہیں کرسکیں گے۔ اطمینان کے ساتھ آپ ہماری نشانیاں لے کر جائیے۔ آپ دونوں اور جو آپ کا اتباع کریں گے غالب ہوں گے۔ تائیدِ ایزدی کے شامل حال ہو جانے سے جو استقامت حاصل ہوتی ہے۔ مشکل مقامات پر اسی کے ساتھ پورا رہنا آسان ہو جاتا ہے۔

حاصل : اظہارِ حق میں بھائی کا قوت بازو ہو جانا اللہ کی بڑی عنایت ہے۔ غلبہ تائیدِ ایزدی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور تائیدِ ایزدی پاک لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لائے۔ کہنے لگے یہ تو سحر ہے باندھا ہوا۔ اور ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں میں بھی یہ نہیں سنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام غلبے کے یقین کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے تشریف لائے۔ آپ کی حرمت و کلمات حق کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتی تھیں اور فرعون اور اس کے درباریوں کے لئے بنی اسرائیل کی یہ شان باعث حیرت تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغامِ حق سنایا تو سامعین نے اسناد کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اللہ کی عطاکردہ روشن نشانیاں ان کے سامنے رکھیں، تو انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو صریحاً جادو ہے۔ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کے متعلق ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ تو ہم نے اگلے باپ دادوں کی زبان سے بھی نہیں سنا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تھا: کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والا علم کبھی نور کی طرف نہیں لے جا سکتا۔ مالک کل ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ اور اللہ کی عطاکردہ توفیق کے صحیح استعمال کے بارے میں ہی بندے سے پوچھا جائے گا۔ جسے حق کو ماننا ہو اسے میرا اتباع کرنا ہو گا۔

حاصل : سند کے ساتھ بات کرنا بڑی شان ہے۔ باپ دادوں کا ذکر حق کے حوالے سے ہو تو رخ درست ہوتا ہے۔ اور جب حق کو باپ دادوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے تو رخ کبھی درست نہیں ہوتا۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا۔ میرے رب کو خوب علم ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا ہے اور جس کو

Marfa

عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۷

دار عاقبت ملے گا۔ بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

فرعون اور اس کے درباری حق کو سن کر اور اس کی نشانیاں دیکھ کر ٹھکرا چکے تھے [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے رب کو خوب علم ہے کہ جو اس کے پاس سے ہدایت لایا ہے [illegible] عاقبت [illegible] متقین کا ہی ہوگا۔ خلاف حق کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے [illegible] فرق کرنے کی راہ دکھائی اور مروجہ علوم سے آگے بڑھنے کی ترغیب دی۔ [illegible] سے نہیں ملتا وہ قطعی حق ہے اور روشن نشانیوں سے ثابت ہے [illegible] سکتے ہیں۔

حاصل : جو حال میں ہدایت کی راہ پر ہو وہی آخرت میں عذاب سے بچے گا [illegible] بڑے علم کا کام ہے۔ بات حق کے حوالے سے [illegible] پاتے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸

اور فرعون نے [illegible]

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی [illegible] موسیٰ علیہ السلام [illegible] (علیہ السلام) [illegible]

حاصل : [illegible]

rfat.com

ہی بلند ہو سکتا ہے اور یہ بلندی اس مقام سے بہت نیچے ہوگی جہاں سے شیطانوں کو مار کر بھگا دیا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے معبود کی خبر تو موسیٰ علیہ السلام دے رہے تھے، اور اس کے ساتھ اسناد بھی دکھا رہے تھے۔ فرعون کو ہدایت کی طلب ہوتی تو وہ ہدایت پالیتا۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾

اور اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ انہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہی نہیں۔

فرعون اور اس کے درباری جس بات پر ناخوش ہوئے وہ یہ تھی کہ حق اللہ کا فرمان ہے، اس کی اطاعت ہونی چاہئے۔ اور انسانوں کی پسند اللہ کے فرمان کے تابع رہے تو معاشرہ بھلائی کے رخ پر ہوتا ہے، ورنہ تباہی کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے زمین میں ناحق کو نافذ کر رکھا تھا۔ حق کو سن کر وہ ناحق سے باز نہ آئے اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے تیزی دکھانے لگے۔ وہ یہ سمجھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہی نہیں۔

حاصل: تکبر سے ظلم و فساد میں اضافہ ہوتا ہے۔ جزا کا انکار حقائق کا انکار ہے اور یہ بڑی بے سمجھی ہے۔

فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو دریا میں پھینک دیا، تو نظر کیجئے ظالمین کی عاقبت کیسی ہوئی۔

فرعون کا امر راستی کا نہ تھا نہیں مگر فرعون کے درباریوں نے اسی کے امر کا اتباع کیا، اور وہ ظلم و فساد میں بڑھتے چلے گئے۔ جب انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ پانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی پیروی کرنے والوں کو راستہ دے دیا ہے، یہ انہوں نے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا، سنا بھی نہیں تھا۔ مگر استکبار نے انہیں بنی اسرائیل دشمنی میں اندھا کر دیا تھا۔ وہ بنی اسرائیل کی سرکوبی کے ارادے سے دریا میں داخل ہوئے تو انہیں غرق کر دیا گیا، اور وہ لوگ عبرتناک انجام کو پہنچے۔ ظلم کرنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

حاصل: جس کا امر راستی کے خلاف ہو اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔ عذابِ الٰہی کی گرفت سے بچ نکلنا ناقابل تصور مان لیا جائے تو اصلاحِ حال سے غفلت بھی نہیں ہونی چاہئے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ

اور ہم نے انہیں امام ٹھہرایا کہ آگ کی

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾

طرف بلاتے ہیں، اور قیامت کے دن ان کی نصرت نہ ہوگی۔

جو لوگوں کو استکبار کی ترغیب دیتا ہے، وہ زمین میں فساد پھیلاتا ہے اور لوگوں کو عذاب الٰہی کی طرف بلاتا ہے۔ ایسے مفسد کو امام ماننے والے جہنم میں ہی پہنچیں گے۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی بات ماننے والا [illegible]

حاصل : لوگوں کے سامنے استکبار کو مرغوب بنا کر پیش کرنے والے فرعون صفت [illegible] آگ کی طرف بلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن ان [illegible] نہ ہوگا۔

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿٤٢﴾ ع

اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی، اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

جو خلاف حق کرنے والا اقتدار چاہتے ہیں، وہ دنیا میں لعنتی ہیں۔ [illegible] دن وہ اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں آگ میں [illegible] ان کو لعنتی کہنے کے مترادف ہے۔ فرعون صفت [illegible] دن ان ظالموں کا حال بہت برا ہوگا جو استکبار کو اپنا معمول بنالیتے ہیں۔

حاصل : استکبار کو قابل فخر جاننا چاہتے ہیں [illegible] لعنتی لوگوں کا حال قیامت کے دن بہت برا ہوگا۔

شہادت : سورۃ ہود (11) میں فرمایا ہے۔
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾
اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ مجرم تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور بے شک قرون اولیٰ کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی، لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت مانیں۔

آلِ فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو اسی زمین کے شرق و غرب کا وارث بنا دیا گیا جہاں وہ ضعیف بنا دیئے گئے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی گئی کہ احکام الٰہی سے لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ انہیں ہدایت و رحمت ملے اور وہ نصیحت سے فیض پائیں۔ نصیحت تبھی فائدہ دیتی ہے جب ناصح سے محبت ہو۔ ہدایت اور رحمت سے وہی لوگ نوازے جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

حاصل : منکرینِ حق کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں کو آسانیاں عطا فرمایا کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت سے فیض یاب ہوں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿۴۴﴾

اور آپ غربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو امر دیا اور نہ آپ شاہدین سے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ طور کے غربی جانب کلامِ الٰہی سے نوازا گیا۔ آپ کو رسالت عطا فرمائی گئی۔ پھر آپ کو کتابِ الٰہی عطا فرمائی گئی۔ یہ سب کچھ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں ہوا۔ مگر آپ اس کی تفصیل بڑے یقین کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ تو یہ سند ہے اس بات کی کہ اللہ نے آپ کو اس علم سے نوازا ہے جس کا تعلق ماضی بعید سے ہے۔ آپ نے کبھی کسی بنی اسرائیل کی روایت سے ان باتوں کا تعلق بھی نہیں ہے۔

حاصل : فرمانِ حق جس کی صداقت پر شاہد ہو وہ قطعاً سچا ہے۔ ہمیں ایسے سچے کی تصدیق کرنی چاہئے اور اس کی معیّت اختیار کرنی چاہئے۔

وَلَٰكِنَّآ أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيٓ أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۴۵﴾

لیکن ہم نے کئی قرن اٹھائے پھر ان پر عمر دراز ہوئی۔ اور آپ اہلِ مدیَن میں نہیں رہتے تھے کہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتے۔ لیکن ہم رسول بھیجتے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سی نسلیں اٹھائی گئیں۔ ان پر ایک طویل زمانہ گزر گیا اور وہ ہدایت و رحمت جس سے انہیں نوازا گیا تھا بھلا دی گئی۔ تو وہ لوگ اپنے انجام کو پہنچے۔ اسی طرح اہلِ مدیَن میں آپ رہتے نہیں تھے کہ ان پر آپ نے ہماری آیات تلاوت کی ہوں۔ مگر حال یہ ہے آپ ان آیات کا ذکر کر رہے ہیں۔ ماضی بعید کے احوال کو اس صحت کے ساتھ بیان کرنا کہ گویا سب کچھ آپ کے سامنے ہوا۔ یہ روشن کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے بات کرتے ہیں۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ہی رسول بھیجے ہیں۔ اب بھی اسی علیم مطلق نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

حاصل : علم الٰہی سے بات کرنے والے کی شان بہت روشن ہوتی ہے ... [illegible]
علم سے ہوتی ہے۔ اور رسول کو اللہ نے ہمیشہ حال کی ضرورت سے ... [illegible]

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا
وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا
مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾

اور آپ طور کی جانب ... [illegible]

[illegible]

حاصل : [illegible]

وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا
رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

اور اگر ... [illegible]

[illegible]

احتمال ختم ہو جاتا ہے. اپنے کیے کی بدولت گرفتارِ مصائب ہونے کا امکان نہیں رہتا۔ اگر رسول کو نہ بھیجا جاتا تو یہی کہا جاتا کہ اے رب ہمارے تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والے ہوتے۔

حاصل : حکمِ الٰہی کو ماننا اسی طرح آسان ہوتا ہے کہ ماننے والے کی صورت میں احسن نمونہ سامنے ہو۔ مومن آیاتِ الٰہی کا اتباع کرتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ٙ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

پھر جب ان کے پاس حق آیا ہماری طرف سے. کہنے لگے ان کو موسیٰ (علیہ السلام) کی مثل کیوں عطا نہ ہوا۔ کیا اس کا انکار نہیں کر چکے جو اس سے قبل موسیٰ (علیہ السلام) کو ملا تھا۔ کہنے لگے دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کے موافق. اور کہنے لگے ہم دونوں کو نہیں مانتے۔

حق کو سن کر منکرین حق نے یہ کہا کہ یہ حق اس طرح کیوں نہیں آیا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ فرمایا کیا اس کو بھی تو نہیں مانا گیا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا تھا۔ اس پر منکرین یہ کہنے لگے کہ وہ بھی جادو تھا یہ بھی جادو ہے. یہ دونوں ایک دوسرے کے موافق ہیں. اور ہم دونوں کو نہیں مانتے۔

حاصل : منکرین حق کو اپنی خواہشات کی پیروی اتنی عزیز ہوتی ہے. کہ وہ حق کے انکار میں کوئی مشکل نہیں دیکھتے۔ ان کے اپنے استدلال کی نفی بھی ہو رہی ہو. تو بھی وہ حق کا انکار کرتے ہی چلے جاتے ہیں۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾

فرما دیجئے. اب تم کوئی کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو کہ میں اس کا اتباع کروں، اگر تم سچے ہو۔

جب منکرین حق نے تورات شریف اور قرآن شریف کا یکسر انکار کر دیا. تو یہ فرمایا گیا: کہ ان دونوں کو جادو کہہ کر تم بات کو ختم نہیں کر سکتے۔ بنی آدم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ جس حق کے حوالے سے

لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اس کا نازل فرمانا اللہ کی شان ہے۔ ان دونوں کتابوں [illegible]
ہے۔ کہ تم ان سے بہتر کتاب ہدایت اللہ کے پاس سے لے آؤ کہ اس کی پیروی کی جائے۔ [illegible]
سکتا ہے۔

حاصل : جو حال پر حق کا انکار کرتا ہو اس سے حق کے بارے میں پوچھ لینا [illegible] ہے۔ حق
کی پیروی سے ہدایت ہوتی ہے۔ جس قول کا عمل شاہد نہ ہو وہ قول [illegible] نہیں ہوتا۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا
یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ
اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾ ع

پھر اگر وہ آپ کا فرمان قبول نہ کریں تو
معلوم کر لے کہ وہ اپنی خواہشات کا اتباع
کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑا گمراہ کون
ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات
کا اتباع کرے۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو
ہدایت نہیں دیتا۔

[illegible]
بات حق کی نہیں [illegible] اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ [illegible]
کی پیروی کی جائے۔ خلاف حق [illegible]

حاصل : حق کا انکار [illegible]
مقابل اپنی خواہشات کی پیروی کی جائے۔ خلاف حق [illegible]
وہ ہدایت نہیں پایا کرتے۔

شہادت : اس قول کی سورۃ الانبیاء (۲۱) میں [illegible]
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾
ہر ایک نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے [illegible]
ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ

اور بے شک ہم ان کے [illegible]
[illegible] تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

rfat.com

قرآن پاک رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ یہ روشن کتاب ہے۔ صریحاً عربی زبان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی پہلی کتابوں میں اس کا ذکر خیر ہے۔ جس حال پر جو کچھ درکار تھا۔ علیم مطلق ہی اس کا سب سے بڑا جاننے والا تھا اور حکم الٰہی بھیجنے والا بھی وہی تھا۔ حکم الٰہی ہر حال پر موجود رہا ہے کہ لوگ اس نصیحت سے فیض پائیں۔ اللہ تعالیٰ حیات دیتا ہے۔ موت دیتا ہے۔ وہ موت کے بعد اٹھانے پر قادر ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ جسے فلاح عزیز ہو وہ ہدایت سے غافل نہیں ہو سکتا۔

حاصل : ہدایت کا تسلسل قائم رکھا گیا ہے۔ نصیحت کو ماننے کے لئے نصیحت کی موجودگی لازم ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جن کو ہم نے اس سے قبل کتاب عطا فرمائی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اہل کتاب جانتے ہیں کہ انہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارات مل چکی ہیں۔ ہدایت کی طلب رکھنے والوں کے لئے آپ کو پہچاننا مشکل نہیں ہے۔ جو تورات کو مانتے تھے، انجیل کو مانتے تھے۔ وہ قرآن پاک پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پہلے بھی وہ حق کو مانتے تھے اور مسلمان تھے۔ حال پر بھی وہ حق کو مانتے ہیں اور مسلمان ہیں۔ بے حقیقت لوگ وہ ہیں جو بغیر کسی سند کے حق کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے مقابل وہ لوگ بڑی اہمیت رکھتے ہیں جو ماضی میں بھی حق کو مانتے تھے۔ حال پر بھی حق کو مانتے ہیں۔

حاصل : لاخیرے اور ناقدرے لوگ بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اہمیت انہیں دینی چاہئے جو نصیحت کو مانتے ہوں۔ اور باحقیقت ہوں۔

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور جب ان پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے۔ بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے۔ بے شک ہم اس کو پہلے ہی تسلیم کرتے ہیں۔

اہل کتاب کے باحقیقت لوگ جب قرآن پاک کو سنتے ہیں، تو کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے۔ بے شک یہ وہی ہے جس سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے۔ بے شک یہی وہ حق ہے جو ہمارے رب کے پاس سے آیا ہے۔ ہم اس کے انتظار میں تھے اور ہم اس کو بڑے ادب سے ماننے والے ہیں۔ طالب ہدایت ہو تو حق کی صداقت کی علامات کے سامنے آنے سے جو راحت ہوتی ہے اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بیان میں وہ کب آ سکتی ہے۔

t.com

حاصل : طلب ہدایت ہو تو حق کی صداقت کو ثابت کرنے والی نشانیوں سے بڑی راحت ملتی ہے اور اس حال پر حق کو تسلیم کرنے کا برملا اظہار کیا جاتا ہے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤﴾

انہیں ان کے صبر کی بدولت دو دو اجر ملیں گے۔ اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

جو لوگ کتب سابقہ پر ایمان رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی دعوت [illegible] کو ماننے میں بڑی راحت پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے عمل [illegible] باذن اللہ [illegible] صبر کرتے ہیں اور [illegible] مقرر کردہ حدود کا احترام کرتے ہیں۔ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے [illegible] رزق ہوتا ہے۔ یہ رزق پاک ہوتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ [illegible] کیا جائے وہ اللہ کا دیا ہوا نہیں ہوتا۔ وہ قطعی پاک نہیں ہوتا۔

حاصل : ماضی کے حوالے سے حال پر حق کو ماننا بڑی راحت [illegible] والوں کو دوہرے اجر سے نوازا جاتا ہے کہ وہ صبر کرتے ہیں، برائی کو بھلائی سے [illegible] کے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾

اور جب [illegible] نہیں چاہتے۔

خلاف حق باتیں کرنے والے [illegible]

Marfat.c

حاصل : لغو سے اعراض کرنا. خلافِ حق باتیں کرنے والوں سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال کی جزا ہوگی تمہارے لئے تمہارے اعمال کی جزا ہوگی. ہم بے سند باتیں کرنے والوں کو نہیں چاہتے. یہ ایمان والوں کا طریقِ زندگی ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۵۶﴾

جسے آپ چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے. ولیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے. اور وہی ہدایت پانے والوں کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔

ہدایت اسے ملتی ہے جو ناصحین سے محبت رکھتا ہو. جسے ناصحین سے محبت ہو وہ اپنی پسند اور ناپسند کے دائرے سے نکل جاتا ہے، یک سو ہو جاتا ہے. اللہ سے راضی ہو جاتا ہے. اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ نصیحت کرنے والے پاک لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو بھی ان کے پاس آئے خیر لے کر جائے. مگر اللہ یہ دیکھتا ہے کہ کون اپنی پسند کو حق کے تابع رکھ کر کام کر رہا ہے اور کون حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دے رہا ہے۔ جو حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دیتا ہو اسے اللہ نور ہدایت سے نہیں نوازتا۔ اللہ ہی ہدایت کی طلب رکھنے والوں کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ جو ہدایت کا طالب نہ ہو اس کا رخ درست نہیں ہوتا. اس کے عمل کی ظاہری صورت جو بھی ہو۔

حاصل : جو ناصحین سے محبت رکھتا ہو. اسے اللہ نور ہدایت سے نوازتا ہے۔ ناصحین کی شان یہی ہے کہ وہ لوگوں کی فلاح کے لئے حریص رہیں۔ اعمال کی ظاہری صورت اور ان کے پیچھے نیتوں کا سب سے بڑا جاننے والا. اللہ ہی ہے۔

وَقَالُوۡۤا اِنۡ نَّـتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُـتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰٓى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

اور کہتے ہیں. اگر آپ کی معیّت میں ہدایت کا اتباع کریں تو لوگ ہمیں ہماری زمین سے اچک لے جائیں گے۔ کیا ہم نے امان والے حرم میں انہیں جگہ نہ دی جہاں ہر شے کے ثمرات لائے جاتے ہیں ہمارے پاس کے رزق سے۔ ولیکن وہ اکثر لاعلم ہیں۔

منکرین حق معاشی استحکام کو خواہشات انسانی پر کھڑا دیکھتے ہیں. اس لئے یہ کہتے ہیں اگر اس نظام کو چھوڑ دیا گیا. تو موجودہ

t.com

شیرازہ بکھر جائے گا اور ہماری سیادت جاتی رہے گی۔ مکہ شریف والوں کو دیکھنا چاہئے وہ یہاں ہیں اس [illegible] کا مقام کس نے بنایا ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کو ثمرات سے رزق دیا جاتا ہے۔ [illegible] حکمت عملی میں اس سکھ کا سبب تلاش کر رہے ہوں۔ وہ قطعاً لاعلم ہیں۔ [illegible] اتمام حجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت جاننا چاہئے۔

حاصل : انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم میں برکات ہو ہی نہیں سکتیں۔ مکہ شریف میں امن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آیا۔ ثمرات سے رزق بھی آپ کی دعا سے [illegible] اور آتا رہے گا۔ جو اس کو اپنی حکمت عملی کی بدولت سمجھیں وہ لاعلم ہیں۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۗ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور کتنی ہی قریے ہم نے [illegible] اپنی معیشت پر اترا [illegible] [illegible]

[illegible]

حاصل : اپنی معیشت پر اترانا [illegible] [illegible] ماننا چاہئے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا

اور تمہارا رب [illegible] [illegible] آیات [illegible]

rfat.com

وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ کرتے مگر جب ان کے اہل ظالم ہوں۔

بستیوں میں وہ بستی مرکزی حیثیت رکھتی ہے. جہاں حکم نافذ کرنے والے رہتے ہوں. جہاں عدل کا نظام قائم ہو. جہاں سے انتظام وانصرام کو کنٹرول کیا جائے۔ صدر مقام کو داخلی اور خارجی معاملات کے حوالے سے محفوظ جگہ پر ہونا چاہئے۔ مرکزی بستی میں ڈرسنانے والا آجائے تو بات سب متعلق مقامات پر پہنچ جاتی ہے۔ حق پہنچانے والے کی شان یہی ہے کہ وہ آیات الٰہی کی تلاوت فرمائے. لوگوں کو خیر کا رخ دکھائے. خلاف حق کرنے سے منع کرے۔ سنتِ الٰہی بستیوں کی ہلاکت کے حوالے سے یہی چلی آرہی ہے. کہ جب ان کے اہل خلاف حق کرنے کو اپنا معمول بنالیں تو پھر انھیں برباد کر دیا جاتا ہے۔

حاصل : مرکزی بستی کے لوگوں کو اخلاق و کردار کے حوالے سے مثالی ہونا چاہئے۔ حق کا خلوت و جلوت میں ماننا. نور ہدایت کو پھیلانا ہے۔ خلاف حق کرنا جن لوگوں کا معمول ہو جائے ان کی ہلاکت کو دور نہیں جاننا چاہئے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور جو کچھ تمھیں عطا ہوا ہے. تو وہ حیاتِ دنیا کی متاع اور اس کی زینت ہے. اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے. تو کیا عقل نہیں کرتے۔

متاعِ حیات دنیا یہ دیکھنے کے لئے ہوتی ہے کہ کون اس کو حق کے مطابق استعمال کرتا ہے. کون اس کو حق کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ حیات دنیا کی زینت کو مقصود بنالیا جائے تو یہ انجام سے غفلت کا ثبوت ہو گا۔ جو متاع حیات کو رضاء الٰہی کے مطابق استعمال کرے گا. وہ عقل مند ہو گا. کہ یہاں خوف و حزن سے بچے گا. آخرت میں انعامات دائمی سے نوازا جائے گا۔ دعویٰ عاقل ہونے کا ہو تو کام خلاف عقل نہیں ہونا چاہئے۔

حاصل : متاعِ حیاتِ دنیا کو صالحین کی صورت سے استعمال کرنا چاہئے. یہی عقل مندی ہے۔ حیاتِ دنیا کی زینت فانی ہے. اس کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو انعامات دائمی ملتے ہیں۔ عقل مند لوگوں کی قدر کرنی چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ (2) میں فرمایا ہے۔
اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾
شیطان تمھیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے. اور اللہ تم سے مغفرت اور اپنے فضل کا وعدہ فرماتا ہے. اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

t.com

أَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾

بھلا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا ہے احسن وعدہ، تو اس کا پانے والا اس جیسا ہو جائے گا جسے ہم نے متاع دی متاع حیات دنیا، پھر قیامت کے دن وہ پکڑ کر حاضر کیے گئے لوگوں سے ہوگا۔

ایمان والوں سے اللہ نے فلاح کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے لوگوں سے اللہ نے [illegible] ہے۔ یہ دونوں کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ان کا مقصد بھی ایک نہیں ہوتا۔ اس لئے ان [illegible] کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ محرم کو حاکم کی طرف سے بلاوا آئے تو عزت کے ساتھ [illegible] ہے۔ کافر کو بھی متاع ضرور دی جاتی ہے کہ یہ رب العالمین کی شان ہے۔ وہ متاع حیات دنیا [illegible] کے منکر کو قیامت کے دن پکڑ کر مالک یوم الدین کے ہاں حاضر کیا جائے گا۔

حاصل : جن کا مقصود ایک نہ ہو ان کا رخ ایک نہیں ہوتا۔ محرم اور مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ان سے یکساں سلوک کرنا خلافِ حق ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾

اور جس دن انہیں پکارے [illegible] کہاں ہیں میرے وہ شریک [illegible] زعم تھا۔

جو لوگ حال پر اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے جیسے ماننے کا حق ہے وہ [illegible] ان کا مقصود ہوتی ہے وہ گویا انہیں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں [illegible] جاتے ہیں۔

[illegible]

ان پر بھروسہ کرتے ایسے لوگ مجرم کی حیثیت سے [illegible] ان سے پوچھا جائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تمہیں زعم تھا [illegible] رہتے ہو۔

حاصل : ہمارے رخ کو حق کے مطابق اللہ کے ساتھ درست ہونا چاہیے۔ خلافِ حق [illegible] والوں کو دیکھنا چاہیے جن کا انہیں زعم ہے، وہ انہیں کام سے بچا نہیں سکتے۔

[illegible]
rfat.com

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا ۚ أَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿۶۳﴾

جن پر قولِ حق ہو چکا ہے کہیں گے، اے رب ہمارے، یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے بہکایا، ہم نے انہیں بہکایا جیسے خود بہکے تھے، ہم تیرے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، وہ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔

منکرین حق جن کی پیروی میں اپنا سب کچھ لگا دیتے ہیں، وہ عذاب الٰہی کا اپنے بارے میں فیصلہ سن لینے کے بعد یہ کہیں گے۔ یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا۔ ہم نے انہیں بہکایا جیسے خود بہکے تھے۔ مگر انہوں نے وہی کیا جو ان کو اچھا لگا۔ اب ہم ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ لوگ قطعاً ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ ان کو حق کے مقابل ہماری خوشی عزیز نہ تھی۔ یہ تو وہی کرتے تھے جو ان کو اچھا لگتا تھا۔

حاصل : حکم خداوندی ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے نہ چلو جو لاعلم ہیں۔ بے شک وہ تمہیں اللہ سے بچانے میں کام نہیں آئیں گے۔ جو خود بہکا ہوا ہو وہ کسی کو فلاح کی دعوت نہیں دے سکتا۔ جزا کے وقت حق کو مان لینا فائدہ نہیں دیتا اور غرض و غایت کے تعلقات بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۴﴾

اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو، تو وہ پکاریں گے، تو وہ ان کی پکار کا جواب نہ دیں گے اور عذاب دیکھ لیں گے۔ کہیں وہ ہدایت پاتے۔

وہ خیالی معبود، وہ اصنام جن کی پوجا میں منکرین حق نے اللہ کی عطا کردہ توفیق کو ضائع کر دیا، ان کے بارے میں یہ فرمایا جائے گا، انہیں پکارو جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ تو وہ انہیں پکاریں گے۔ مگر ان کی پکار کا جواب کہیں سے نہیں آئے گا۔ تب یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی، کہ یہ تو محض ان کا گمان تھا، جس کے پیچھے وہ لگے رہے ہیں۔ اب عذاب الٰہی ان کے سامنے ہوگا اور حسرت ان پر چھا رہی ہوگی۔ ہدایت کی اہمیت تو روشن ہوگی مگر یہ لوگ تو پچھتاتے ہی رہیں گے۔

حاصل : ہر مقام پر اللہ کی رضا مقصود ہو تو بندگی اللہ کی ہوگی، ورنہ جو بھی ہوگا وہ خلاف حق ہوگا۔ اپنے عقیدے کی صحت کو حال پر دیکھنا چاہئے، آخرت میں اس کا بے حقیقت ثابت ہو جانا دائمی افسوس میں مبتلا کر دے گا۔

Marfa

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾

اور جس دن انہیں ندا کرے گا، تو فرمائے گا، تم نے مرسلین کو کیا جواب دیا۔

منکرینِ حق سے پوچھا جائے گا، جب مرسلین نے تمہیں حق سنایا تھا تو تم نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔ [illegible] کرنے والے جواب دہی کو مانتے ہی نہیں، اس لئے یہ سوال ان کے لئے [illegible] اس کا ماننا لازم ہے۔ جو حق کو نہ مانے وہ حق کے انکار سے نہیں بچ سکتا۔

حاصل : مرسلین کبھی حق کو پہنچانے میں کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ منکرینِ حق سے پوچھا جائے گا، تم نے مرسلین کو کیا جواب دیا۔

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿٦٦﴾

تو اس دن ان پر [illegible] کی، پھر وہ ایک دوسرے سے [illegible] نہیں گے۔

منکرینِ حق مرسلین کا مذاق اڑاتے رہے ہیں [illegible] کے۔ جن کی بات وہ بے معنی سمجھتے رہے ان کی بات [illegible] گا۔ جو لوگ اللہ سے [illegible] کا انکار کرتے ہیں وہ یقیناً [illegible] کسی دوسرے سے بات کرنے میں [illegible] اس دن [illegible] جائیں گے۔

حاصل : آیاتِ خداوندی کو جھٹلانے والے [illegible] اس دن مرسلین کی شان دیکھ کر [illegible] ہو جائیں گے۔

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى أَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

تو جو تائب ہوا اور ایمان لایا اور [illegible] قریب ہے کہ وہ فلاح پانے والوں سے ہو۔

[illegible]

والے سے محبت ہو جائے۔ اور صالح اعمال یہ ہوں گے کہ اصلاحِ حال پر اس کو گواہ بنایا جائے جس کا اتباع کیا جارہا ہے۔ یکسوئی کے حصول کی یہی صورت ہے۔

حاصل : تائب ہونے کے بعد ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان صالح اعمال سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ مومن کے لئے فلاح کی بشارت موجود ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور تمہارا رب خلق فرماتا ہے جو چاہے. اور پسند کرتا ہے جس کو چاہے۔ ان کے ہاتھ میں پسند کرنا نہیں۔ پاکی ہے اللہ کو. اور وہ بہت بلند ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اللہ ہر شے کا خالق ہے۔ اس نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ وہ جو چاہے خلق فرماتا ہے۔ اس میں یقیناً حکمت موجود ہوتی ہے۔ اپنی تخلیق سے کسی نوع کو اور کسی نوع کے کسی فرد کو اللہ کسی منصب کے لئے پسند کرے۔ تو علیم مطلق کا فیصلہ ہی سب سے اعلیٰ فیصلہ ہوتا ہے۔ جن کو منصب عطا فرمایا جائے. ان کو پسند کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ ملائکہ کو اللہ نے جو مقامات دیئے ہیں. ان میں فرشتوں کی پسند کو دخل نہیں ہے۔ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے۔ اللہ کی شان بہت بلند ہے۔ کوئی اس کی مثل نہیں ہے۔ کوئی کام جو اللہ کے علم سے ہوتا ہے. دوسرا کوئی اس کو کرنے کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔

حاصل : مخلوق کا مقصدِ تخلیق. خالقِ کل کے علم میں ہے۔ خالقِ کل. مختارِ کل ہے۔ اس کا ہر فیصلہ علمِ مطلق سے ہوتا ہے۔ لوگوں کی اپنی تجویز و انتخاب سے جس کو اللہ کا شریک بنایا جائے گا وہ ہمیشہ بے سند ہو گا۔ مشرک. شرک سے اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتا. اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے۔

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور تمہارے ربّ کو خوب علم ہے. جو وہ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جس کا وہ اعلان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ وہ سینوں کی بات کا بھی علم رکھتا ہے اور جو ظاہر کیا جائے اس کا بھی علم رکھتا ہے۔ نیت بھی اس کے سامنے ہوتی ہے. قول بھی اس کے سامنے ہوتا ہے۔ جو ظاہر و باطن کے تضاد میں مبتلا ہو. وہ اپنے آپ

کو ہی دھوکا دے رہا ہوتا ہے کہ اسے جزا کا یقین نہیں ہوتا اور اس کی جزا کے بارے میں بے یقینی اسے [illegible] نہیں سکتی۔

حاصل : یہ یقین ہو کہ اللہ ہماری نیت کو بھی جانتا ہے، ہمارے قول وہی سنتا ہے، تو ہماری نیت بھی پاک ہونا چاہئے، قول کو بھی پاک ہونا چاہئے۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اول و آخر حمد اسی کی ہے، اور حکم اسی کا ہے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

آیات خداوندی اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہیں۔ خالق کل ہونا اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہے [illegible] وعلانیہ کا پورا علم رکھنا اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔ تخلیق دینے والا جس کی ہے [illegible] ہونا صرف اسی کی شان ہے۔ وہ ہر ایک کو پالتا ہے اور ہر [illegible] تعلق رکھتا ہے۔ سب سے آخری حکم بھی اسی لاشریک کا ہوگا اور احکام میں حق وہی ہے۔ [illegible] اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کو معبود ماننا دعویٰ ہے، اس دعوے کے ساتھ [illegible] ہے، حکم اسی کی اطاعت ضروری ہے، اپنے حکم کو حکم الٰہی سے [illegible] تعالیٰ کی طرف جانے کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ [illegible] دعوے [illegible] دعویٰ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾

فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر روز قیامت تک رات ہی رہنے دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے تو کیا تم سنتے نہیں۔

[illegible]

rfat.com

لانے کی قدرت کا دعویٰ کرنے والا کون ہو گا۔ رات کو بنانے والے نے اسے اپنے علم سے پردے کے لئے اور آرام کے لئے ٹھہرایا ہے۔ یہ اس کی بڑی مہربانی ہے کہ اس نے رات کو مستقل نہیں ٹھہرا دیا. ورنہ آنکھیں ہوتے ہوئے بھی ہم وہ کچھ نہ دیکھ سکتے جو دن میں دیکھ سکتے ہیں۔ رات میں سننے کا عمل ہوتا ہے. اس لئے اس کے ساتھ سننے کا ذکر کیا گیا ہے۔

حاصل : رات کا لانا اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔ رات کا لانے والا اسے مستقل ٹھہرا دے تو کوئی دن کی روشنی لانے کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ رات میں سننا آسان ہوتا ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر یوم قیامت تک دن ہی رکھے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تمہیں سکون ہو. تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

دن واللہ تعالیٰ نے آنکھیں کھولنے والا بنایا ہے۔ اس سے معاش کا تعلق ہے۔ اللہ کے فضل کو تلاش کرنا دن میں ہی ممکن ہوتا ہے۔ دن کو اگر اللہ تعالیٰ مستقل ٹھہرا دیتا. تو لوگ کتنی دیر مشقت میں پڑ سکتے تھے۔ دن اللہ کے علم سے ہے تو رات بھی اللہ کے حکم سے ہے۔ دن کے بعد رات کو لانا اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ اس مہربانی سے ہر روز فائدہ اٹھانے والے کو دیکھنا بھی چاہئے کہ جس نے یہ سب اہتمام کیا ہے. اس کی طرف واپسی بھی ہو گی. اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے حوالے سے پوچھ بھی ہو گی۔

حاصل : رات اور دن کا تسلسل قائم رکھنا اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ خلوت و جلوت لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں مقامات پر حق کے مطابق رہنے میں ہی فلاح ہے۔ دیکھنے کا تعلق دن سے ہے۔ جو کچھ دن میں دیکھا جا سکتا ہے وہ مصنوعی روشنی میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے لیل و نہار ٹھہرائے کہ تم ان میں تسکین پاؤ اور اس کا فضل تلاش کرو. اور تاکہ تم شکر کرو۔

لیل و نہار کا تسلسل اللہ کی رحمت ہے۔ رات کا مقام پہلے ہے. کہ وہ خلوت کا درجہ رکھتی ہے. سکون کے لئے ہے۔

t.com

پردے اور نیند کے لئے ہے۔ دن معاش کے لئے ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے ہے۔ نعمت کا شکر اس نعمت کو حکم کے مطابق استعمال کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو خلاف حق کرتے ہیں، وہ مشقت میں پڑتے ہیں۔ پاتے وہ ہی ہیں جو ان کے حصے کا ہوتا ہے مگر لیتے ناپاک ہاتھ سے ہیں، اس طرح خرابی میں پڑ جاتے ہیں۔

حاصل : لیل و نہار، اللہ کی رحمت ہیں۔ رات کو آرام کرنا اور دن کو اللہ کا فضل تلاش کرنا [illegible] زندگی ہے۔ دونوں مقامات پر پاک رہنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۶۲﴾

اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا تو ارشاد ہوگا، کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تمہیں زعم تھا۔

لیل و نہار میں خلاف حق کرنے والے ناشکرے لوگوں سے جو اپنے نفس کا اتباع کرتے ہیں [illegible] کرتے ہیں اپنی بنائی اصطلاحات میں لوگوں کو الجھاتے ہیں، پوچھا جائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن [illegible] کے زعم کی وجہ سے تم من مانی کرتے رہے۔ [illegible] تکذیب [illegible] پھر نہیں ہوگا۔ [illegible]

حاصل : جزا کا یقین راہ راست پر رہنے کے لئے ضروری ہے۔ اپنے عقیدے [illegible] کی سند کو دیکھنا چاہئے۔ حلال و حرام کا تعیین کرنا اللہ کی شان ہے۔ [illegible] نقش قدم ہے۔ جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۷۵﴾

اور ہم ہر امت سے [illegible] نکالیں گے [illegible] برہان لاؤ [illegible] اللہ ہی کا ہے اور [illegible] جو افترا وہ باندھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر امت کو حق پہنچانے [illegible]

تمہارے پاس تھا اس کی سند لاؤ۔ منکرین کے پاس حق کا انکار کرنے کے لئے کوئی سند تو موجود نہیں ہوتی. وہ تو محض اپنے ظن کا اتباع کرتے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں علم ہو جائے گا کہ حق اللہ ہی کا ہے. اسی کی طرف سے نازل فرمایا گیا تھا۔ اس دن حق کے انکار میں گھڑی ہوئی باتیں بے حقیقت ہونے کی وجہ سے گم ہو جائیں گی اور منکرین کچھ بھی نہ بول سکیں گے۔ پھر فرمایا جائے گا. کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کی اور تمہارا علم ان پر محیط نہ تھا. وہ کیا عمل تھے جن کی بنا پر تمہیں علم ہوا کہ جو راستہ تم نے اختیار کر رکھا ہے وہی درست ہے. پھر وہ کچھ نہ بولیں گے۔

حاصل : حق کے پہنچانے کا اہتمام اللہ تعالی کی طرف سے کیا جاتا ہے. اور ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ دعوی وہی سچا ہوتا ہے جس کے ساتھ ثبوت موجود ہو۔ جب یہ معلوم ہو جائے کہ حق فرمان خداوندی ہے اور صالح عمل کرنے کے لئے وقت موجود نہ ہو. تو اس سے ناقابل بیان دکھ ہوتا ہے۔ اس دکھ میں وہ سب باتیں جو افترے کے طور پر گھڑی گئی تھیں گم ہو جاتی ہیں۔

شہادت : سورۃ النمل (27) میں فرمایا گیا ہے
مَن جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُۥ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ ءَامِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَن جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِى النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾ جو نیکی لائے ان کے لئے اس سے بہتر ہے اور انہیں اس دن گھبراہٹ سے امان ہوگی. اور جو برائی لائے ان کے منہ آگ میں اوندھائے گئے۔ تمہیں کیا جزا ملے گی مگر جو عمل تم کرتے تھے۔

إِنَّ قَـٰرُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَءَاتَيْنَـٰهُ مِنَ ٱلْكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ بِٱلْعُصْبَةِ أُو۟لِى ٱلْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُۥ قَوْمُهُۥ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾

بے شک قارون قوم موسیٰ سے تھا. تو اس نے ان سے بغاوت کی. اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی. جب اس کی قوم نے اسے کہا اترامت. بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا۔ مال کی کثرت کو دیکھ کر اس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے حق سے بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ اس نے وسعت مال کی بنا پر سیادت کو اپنا استحقاق جانا اور اپنی پسند کو حق کے مقابل بیان کرنے لگا۔ مال اس کے پاس اتنا تھا کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کے لئے بھی ایک طاقتور جماعت کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ مال لوگوں کی بھلائی پر خرچ نہیں کیا جاتا تھا. قارون اس مال کی بدولت اتراتا رہتا تھا۔ قوم کے دانا لوگوں نے اسے بتایا: مال اللہ نے دیا ہے۔ جس نے دیا ہے وہ لینے پر بھی قادر ہے۔ تم اس مال پر اترانا چھوڑ دو۔ اترانے والے اللہ کو نہیں بھاتے۔

حاصل : وسعتِ مال کو کبھی قیادت و سیادت کی اہلیت کا معیار نہیں بننے دینا چاہئے ورنہ خرابی کو روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مال کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرنا چاہئے۔ اترانا بڑی ہی نادانی ہے۔ اترانے والے اللہ کو پسند نہیں ہوتے۔

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور جو تجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے دارِ آخرت طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

بھلے لوگوں نے قارون کو وسعتِ مال پر اترانے سے منع کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جو مال اللہ نے تجھے عطا کیا ہے [illegible] فانی اگر اس کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرو گے تو دارِ آخرت میں تمہارا [illegible] خلافِ حق استعمال ہو گا۔ مال کا خلافِ حق استعمال باعثِ عذاب بن جاتا ہے۔ [illegible] حصہ ہے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ سب تمہارے استعمال میں [illegible] دینا پڑے گا کل کو۔ اللہ نے تم کو [illegible] تو لوگوں کو [illegible] ملے گا۔ مال کو خلافِ حق استعمال کرنے سے زمین میں فساد [illegible] نہیں جاتے۔

حاصل : بھلے لوگوں کو اظہارِ حق کرتے ہوئے اترانے والوں سے [illegible] نے عطا فرمایا ہے اس سے دارِ آخرت کو طلب [illegible] نے تم پر احسان کیا ہے۔ زمین میں فساد نہ چاہو۔ اللہ زمین میں [illegible] نہیں کرتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ

کہنے لگا یہ تو مجھے میرے ذاتی علم کی بدولت ملا ہے۔ کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے قبل کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس سے اشد اور مال میں اس

قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

سے کثیر تھے۔ اور مجرموں کے گناہ ان سے نہ پوچھے جائیں گے۔

قارون نے سمجھانے والے لوگوں کی بات کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا: آپ کہہ رہے ہیں جو کچھ میرے پاس ہے. یہ اللہ نے دیا ہے. اس لئے اسے لوگوں کی بھلائی پر خرچ ہونا چاہئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ میرے ذاتی علم کی بدولت ہے۔ جو کچھ میرے ذاتی علم کی بدولت مجھے ملا ہے اسے میرے علم کے مطابق ہی خرچ بھی ہونا چاہئے۔ قارون نے یہ دیکھا بھی تھا. سنا بھی تھا کہ خلاف حق کرنے والے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اسے یہ علم تھا کہ اس سے زیادہ اسباب و وسائل کے مالک اور اس سے بڑی جمعیت والے ماضی میں خلاف حق کرنے کی بدولت ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ کو ہر شے کا علم ہوتا ہے. اسے مجرموں کے گناہوں کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کا عذاب جب کسی جگہ آتا ہے. تو اس کے سامنے انسانی تدبیریں سب دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

حاصل : مفسد کی یہ نشانی ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے. کہ وہ اللہ کی عطا کو اپنے ذاتی علم کی بدولت جانتا ہے. اس لئے اپنی پسند پر ہی خرچ کرتا ہے۔ ماضی میں یہی رویہ باعثِ ہلاکت رہا ہے. حال پر بھی یہی رویہ باعث ہلاکت ہے۔ مال کا خلاف حق استعمال ناقابلِ معافی جُرم ہے۔ عذابِ الٰہی کے سامنے انسانی تدبیریں کچھ کام نہیں آتیں۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

تو قوم کو اپنی زینت دکھانے کو نکلا۔ حیاتِ دنیا کے چاہنے والوں نے کہا. اے کاش ہمیں بھی اس کی مثل ملتا جیسے قارون کو ملا ہے. بے شک وہ بڑی قسمت والا ہے۔

حیات دنیا کی زینت میں کشش بہت ہوتی ہے. اور جو لوگ اللہ کی عطا کو اپنے علم کی بدولت جانتے ہیں. وہ لوگوں کو اس وسعت مال سے مرعوب کرنے کی ہر صورت کو ضروری جانتے ہیں جو انہیں حاصل ہوتی ہے۔ زینتِ حیاتِ دنیا سے مرعوب ہونے والے یہی کہا کرتے ہیں کہ اے کاش ہمیں بھی اس کی مثل ملے. اور یہ مال والے صاحب بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔

حاصل : زینت حیاتِ دنیا سے لوگوں کو مرعوب کرنا اترانے والوں کی صفت ہے. اس صفت سے بچنا حق ہے۔ اترانے والوں کے بارے میں اپنے مشاہدے کو حقیقی بنانا چاہئے۔ جو وہ دکھا رہے ہوتے ہیں. اس کے مقابلے میں وہ بات اہم ہوتی ہے. جس کے لئے وہ دکھاوا کر رہے ہوتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾

اور وہ لوگ جنہیں علم عطا ہوا تھا کہنے لگے، خرابی ہو تمہاری، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور صالح عمل کرے، اور یہ انہی کو ملتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔

علم حقیقی صالح اعمال کے بعد عطا ہوتا ہے۔ علم حقیقی رکھنے والوں نے [illegible]
زینت سے تم مرعوب ہو رہے ہو، اس میں بھلائی کچھ نہیں ہے۔ قارون دولت [illegible]
خوف و حزن میں مبتلا ہے۔ دولت کا دکھاوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ [illegible]
کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال میں لائے۔ یہ اللہ کا عطا کردہ ثواب ہے اور [illegible]
کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی احسن ادائیگی سے [illegible]
استعمال کیا جائے تو عطائے الٰہی کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ [illegible]
پیش نظر رکھتے ہیں اور اس کے لئے وہی چیز [illegible]

حاصل : علم حقیقی صالح اعمال کے بعد عطا ہوتا ہے۔ [illegible]
اہمیت کو واضح کریں۔ اللہ کے ثواب کو زینت حیات دنیا سے [illegible]
کریں اور صابر لوگوں کی قدر و منزلت کو اپنا طریق زندگی بنائیں۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۗ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾

تو ہم نے اسے اور اس کے [illegible]
دھنسا دیا تو اس کے [illegible]
ہوئی کہ اللہ سے [illegible]
نہ وہ خود [illegible]

قارون جو اللہ کی عطا کو اپنے علم کی بدولت سمجھتا تھا [illegible]
سمیت اپنے خزانوں کے اور ہمراہ اپنے ساتھیوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا [illegible]
نہ ہوئی نہ وہ خود ہی اپنی مدد کر سکا۔ خلاف حق کرنے والے [illegible] انجام کو پہنچتے ہیں۔

حاصل : عذاب الٰہی کے سامنے کوئی قوت کام آتی ہے نہ کوئی [illegible]
حق کرنے والے ہمیشہ تباہ کن انجام کو پہنچتے ہیں۔

rfat.com

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور صبح کو وہ لوگ جو کل شام کو اس کے درجے کی تمنا کرتے تھے. کہنے لگے: ارے بلاشبہ یہ تو وہی بات ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے جس کے رزق میں چاہے بسط فرما دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ارے یہ تو وہی بات ہے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔

جو لوگ شام کو قارون کے درجے کی تمنا کرتے تھے. وہ اسے گرفتارِ عذاب دیکھنے والے بھی ہوئے۔ اترانے والے کا انجام ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ انہیں یہ بھی احساس تھا کہ وہ بھی اللہ کے فضل و مہربانی سے ہی قارون کے ساتھ سے اور اس کے انجام سے بچ گئے ہیں۔ قارون کا ساتھ ہوتا تو انجام بھی وہی ہوتا جو اس کے ساتھیوں کا ہوا۔ ان پر یہ بھی روشن ہو گیا کہ رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ کا کام ہے. اور یہ بڑے علم کا کام ہے۔ اللہ جو کرتا ہے. اس میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ مال کو مقصود نہیں ہونا چاہئے۔ مال کو حق کے مطابق استعمال میں نہ لایا جائے تو یہ بڑے دکھ کا باعث بنتا ہے. اور خلاف حق کرنے والے بھی فلاح نہیں پاتے۔

حاصل: اللہ کی عطا کو اپنے لئے پورا جاننا اور اسے حق کے مطابق خرچ کرنا فلاح پانے والوں کی طریقت ہے۔ کشادگی ہو یا تنگی ہو اللہ کی مشیت سے ہی ہوتی ہے۔ اللہ سے اس کا فضل مانگنا چاہئے۔ بُرے کے ساتھ سے بچنا ضروری ہے۔ خلاف حق کرنے والے کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکھف (18) میں فرمایا ہے۔
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾
یہ روشن ہوا کہ اختیار سچے اللہ کا ہی ہے۔ اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ

وہ دارِ آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے

لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

ٹھہرائیں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد نہیں چاہتے۔ اور عاقبت تو متقین کے لئے ہی ہے۔

آخرت میں بھلائی انہی لوگوں کو نصیب ہوگی۔ جو زمین میں اپنی بڑائی کے [illegible] نہیں چاہتے اور [illegible] خلافِ حق خرچ کر کے فساد نہیں پھیلاتے۔ [illegible] چاہنے والے ہمیشہ اس انجام کو پہنچتے ہیں۔ جو انہیں عزیز نہیں ہوتا۔ [illegible] تقویٰ کے ساتھ حیاتِ دنیا کو گزارتے ہیں ان کا انجام بہت اچھا ہوگا کہ وہ خدائی مہمان ہوں گے۔

حاصل : زمین میں بڑائی اور فساد چاہنے والے راہِ ہدایت سے بہت دور ہوتے ہیں [illegible] کبھی تقویت نہیں دینی چاہئے۔ متقین حال پر خوف و حزن سے بچتے ہیں۔ آخرت میں [illegible] ہوں گے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

جو بھلائی لے کر آیا [illegible] بہتر صلہ ہے۔ اور جو برائی [illegible] برے عمل کرنے والوں کو [illegible] مگر وہی جو عمل وہ کرتے تھے۔

جو حال پر ایمان لائے اور صالح اعمال سے اپنے ایمان کی شہادت دے [illegible] معیار کے حوالے سے حسنِ عمل کو دیکھا جاتا ہے۔ اس سے [illegible] اس کے عمل سے [illegible] یہی شان ہے۔ جو لوگ خلافِ حق کرتے ہوئے اپنی بڑائی چاہتے ہیں [illegible] یہاں سے برائی کمانا چاہتے ہیں۔ ان کو جزا ان کے اعمال کے مطابق ہی دی جائے گی [illegible] کی جزا سے بچ نہیں سکتے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کے معیار کے حوالے سے حسنِ عمل کو دیکھتے ہیں [illegible] ثبوت مل جائے اس کو اس کے صلے سے زیادہ دینا اللہ کی شان ہے۔ برائی کرنے والے کو [illegible] حوالے سے سزا دینی چاہئے۔

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ

بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا ہے وہ تمہیں شان دار انجام تک پہنچائے گا۔

rfat.com

اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

فرما دیجئے میرے ربّ کو خوب علم ہے جو ہدایت لایا اور وہ جو کھلی گمراہی میں ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ قیامت تک کے لئے ہے۔ یہ اسی کا حکم ہے جس کی طرف سے ہم آئے ہیں۔ اور جس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ حکمِ خداوندی سے بہتر کوئی حکم نہیں ہو سکتا۔ اللہ سے بڑی قدرت والا کوئی نہیں۔ اس لئے یقیناً حکمِ خداوندی کو ماننے سے ہی دنیا و آخرت میں شان دار انجام نصیب ہو سکتا ہے۔ جو لوگ راہِ ہدایت کو روشن کرتے ہیں۔ منکرینِ حق ہمیشہ ان پر اعتراض کرتے رہے ہیں۔ ان کے جواب میں یہی کہنا چاہئے: ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کی جزا ہوگی۔ جزا دینے والا خوب جانتا ہے۔ کہ کون راہِ ہدایت پر ہے اور کون گمراہی میں ہے۔

حاصل: قرآن پاک کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ قرآن پاک کو ماننے والوں کا انجام ہی دنیا و آخرت میں شان دار ہوتا ہے۔ منکرینِ حق سے ان کے اعتراضات کے جواب میں یہی کہنا چاہئے کہ جزا دینے والے کو خوب علم ہے کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے۔

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

اور تم توقع نہیں رکھتے تھے کہ کتاب تمہاری طرف اتاری جائے گی۔ مگر تمہارے ربّ نے رحمت فرمائی۔ تو ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا۔

قرآن پاک عربی زبان میں ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں تاکہ لوگ متقی ہو جائیں۔ پھر اس کے متعلق ارشاد ہے۔ یہ یقیناً ہدایت و رحمت ہے مومنین کے لئے۔ کتاب اللہ کا نزول، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔ لوگوں کی خواہشات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ یقیناً ربّ العالمین کی رحمت ہے۔ کہ اس کی طرف سے اس کی رضا کو روشن فرما دیا گیا ہے۔ اب اس علم رحمت کو اس طرح استعمال کرنا منع فرما دیا گیا ہے۔ جس سے کافروں کو تقویت ملتی ہو۔ صیغہ ضرور واحد حاضر کا ہے۔ مگر ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ معیارِ مطلق ہے جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ جس کے اتباع سے اللہ کے محبوب ہونے کا شرف ملتا ہے اور گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے رحمتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے والا فرد ہی یہاں مخاطب ہے۔

حاصل: کتاب اللہ ہدایت و رحمت ہے اور لوگوں کی توقعات سے بہت بلند ہے۔ جو عطا بندے کی توقع سے تعلق رکھتی ہو اس میں مشقت ضرور ہوتی ہے۔ جو عطا بغیر طلب کے ہو اس میں اللہ کا فضل ہر مقام پر شامل حال ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک کا علم رحمت ہے۔ اس کو کبھی خلافِ حق کرنے والوں کی تقویت کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ ورنہ پاک اور ناپاک میں وقف لازم کو ملحوظ رکھنے کے

t.com

حکم کی عملاً نفی ہو جائے گی۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور ہرگز وہ تم کو اللہ کی آیات سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف آچکیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ اور مشرکین سے مت ہونا۔

لغت اور گرامر ہم ان کے لئے پیدا نہیں ہے۔ [illegible] ایمان [illegible] ہوتے ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی بات صاحب والے کی شان سے [illegible] نے اپنے رسول کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ شاہد کے ذمے [illegible] والوں کو ان کے انجام سے ڈراتا ہے۔ جو معلم ہو کتاب و حکمت [illegible] ہو جس کے اسوۂ حسنہ کو معیارِ مطلق بنا دیا ہو۔ [illegible] اللہ کی آیات سے [illegible] ہے۔ یہ مومن فرد سے خطاب ہے کہ وہ استقامت سے [illegible] دے اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلاتا رہے اور ان سے [illegible]

حاصل: اللہ کے فرمان کے مقابل کسی بات کو اہمیت نہ [illegible] لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلانا چاہئے۔ مشرکین کی صحبت سے بچنا چاہئے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور اللہ کے [illegible]

اللہ کی رضا [illegible]

rfat.com

حاصل : ہمارے قول کو بھی شرک سے پاک ہونا چاہئے۔ ہمارے عمل کو بھی شرک سے پاک ہونا چاہئے۔ ہمارے رخ کو ہر مقام پر درست ہونا چاہئے۔ اللہ کے حکم کو ادب سے ماننا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین ہمارے عمل سے نظر آنا چاہئے۔

شہادت : سورۃ ھود (11) میں فرمایا گیا ہے۔

أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾

وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے۔ اور گواہی دینے والے کہیں گے کہ یہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔ سن لو ظالمین پر اللہ کی لعنت ہے۔

آیاتها ٦٩ — سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ — رکوعاتها ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ — حروف مقطعات

حروف مقطعات معنوں کے اعتبار سے خلوت کا درجہ رکھتے ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہیں۔ ان پر زبان نہ کھولنا اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے۔

حاصل : اظہارِ حق میں بولنا ایک مقام ہے تو خاموشی بھی ایک مقام ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾

کیا لوگ یہ حساب لگاتے ہیں کہ محض اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انہیں جانچا نہیں جائے گا۔

ایمان لانا دعویٰ ہے۔ صالح اعمال کی شہادت سے ہی یہ دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے۔ صالح اعمال [illegible] ہوں تو یہ حسن نیت اور حسن عمل کا پتہ دیتے ہیں۔ اگر محض دکھاوے کے لیے ظاہری اعمال [illegible] خلوت پاک نہیں ہوتی۔ صرف اس دعوے کی بنا پر کہ کوئی ایمان لے آیا ہے اس کی صداقت [illegible] وہیں اس کا ثبوت پیش کرنا بھی لازم ہو جاتا ہے۔ جس قدر دعویٰ بڑا ہو اسی قدر [illegible] دعوے کی تکرار بھی صداقت کا ثبوت نہیں ہوتی۔ ہونے کے مقام پر [illegible] طریقت ہے۔ مقام شکر پر بھی بندے کو دیکھا جاتا ہے۔ مقام صبر پر بھی بندے کو دیکھا جاتا ہے۔

حاصل : دعویٰ کرنا کبھی کافی نہیں ہوتا۔ دعوے کے مطابق صداقت کا ثبوت پیش کرنا [illegible] دعویٰ کرنے والے پر حق ہوتا ہے۔ ایمان کا دعویٰ ہو تو صبر و شکر سے ہی اپنی صداقت کا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ صداقت حسن نیت اور حسن عمل سے ثابت ہوتی ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ

اور ہم نے ان لوگوں کو بھی جانچا جو ان سے قبل تھے۔ تو اللہ یقیناً صدق والوں [illegible]

rfat.com

لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۞ ۳

ممیز کرے گا اور یقیناً کاذبین کو ممیز کرے گا۔

پہلے جن لوگوں نے ایمان کا دعویٰ کیا، انہیں بھی اعمال کے مقام پر ان کے دعوے کے حوالے سے دیکھا گیا۔ صداقت و کذب کو دیکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی معیار رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ خالق کل بھی وہی ہے۔ توفیق بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ حق بھی اسی کا نازل کردہ ہے۔ رخ کو اختیار کرنے کی توفیق بندے کو دی گئی ہے۔ اس کو کیسے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ حال پر دیکھا جاتا ہے۔ اسی سے صدق والے ممیز ہو جاتے ہیں، اسی سے کذب والے ممیز ہو جاتے ہیں۔

حاصل : دعوے کے بعد عملاً ضرور دیکھا جاتا ہے۔ صداقت و کذب کا فیصلہ حال پر ہوتا ہے۔ جو اختیار اللہ نے ہم کو دیا ہے، اس کے استعمال سے ہی ہماری صداقت یا ہمارے کذب کا درجہ متعین ہوتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۞ ۴

کیا بُرے عمل کرنے والے یہ سمجھتے ہیں، کہ ہم سے بچ جائیں گے۔ کتنا غلط فیصلہ کرتے ہیں۔

جو لوگ خلافِ حق کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں، انہیں یہ گمان ہوتا ہے، کہ ان پر گرفت کا مقام نہیں آئے گا۔ یا اگر وہ مقام ان پر آبھی گیا تو وہ کسی طرح سے بچ جائیں گے۔ یہ بہت ہی غلط فیصلہ ہے جس کی بنا پر وہ خلافِ حق کرنے کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے باہر ہونا ممکن ہی نہیں۔ مہلت دینا اور اتمامِ حجت کرنا اللہ کی سنت ہے۔ ماضی میں بڑی بڑی استطاعت والے خلافِ حق کرنے کی وجہ سے عذابِ الٰہی کی گرفت میں آچکے ہیں، اس لئے حال پر کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ جس کو جزا کا یقین ہو، جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اسے خلافِ حق کرنے کا خیال بھی نہیں آنا چاہئے۔ خلافِ حق کرنے کی نیت بہت ہی غلط فیصلہ ہوتا ہے، اور یہ غلط فیصلہ ہمیشہ بُرے عمل سے پہلے ہوتا ہے۔

حاصل : خلافِ حق کرنا بہرصورت بُرا عمل ہے۔ عمل سے پہلے اس کی نیت ہوتی ہے۔ جزا کا یقین ہو تو رخ درست ہوتا ہے، ورنہ رخ درست نہیں رہتا۔ نیت کی بُرائی وہ غلط فیصلہ ہے، جو بُرے عمل سے پہلے کیا جاتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ ۵

جو اللہ کی ملاقات کی توقع رکھتا ہے، تو بے شک اللہ کا وعدہ آرہا ہے۔ اور وہ سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔

at.com

جزا کا یقین رکھنے والا یہ توقع رکھتا ہے۔ کہ اسے جزا دینے والے سے ملاقات نصیب ہو گی۔ اسے اللہ کی رضا کے مقابلے میں [illegible] کی خوشی مطلوب نہیں ہوتی۔ اسے اللہ کے ڈر کے مقابل کسی کا ڈر مرعوب نہیں کرتا۔ ایسے بندے بڑی شان رکھتے ہیں۔ انہیں اطمینان دلایا جارہا ہے۔ کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو گا۔ جو کچھ بھی کہا جارہا ہے۔ اللہ اس کو سنتا ہے اور جو دلوں میں چھپا ہے اللہ اس کا بھی علم رکھتا ہے۔ بندے کے اللہ سے زیادہ قریب کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : حال پر یہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ ہماری ہر بات کو سنتا ہے۔ ہماری نیت کا علم رکھتا ہے۔ اللہ سے ملاقات کی توقع رکھنے والوں کی صفات ہم میں پائی جائیں تو ہمارے قول و عمل [illegible] عمل کو بھی صالح ہونا چاہئے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾

اور جو کوئی جدوجہد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ بے شک اللہ عالمین سے مستغنی ہے۔

جو صالح عمل کرتا ہے۔ وہ یقیناً حق کی احسن اطاعت کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔ اس میں فائدہ اسی کا ہے۔ وہ فلاح کے رخ کو اختیار کر کے اللہ کی عطا کردہ توفیق کا درست استعمال کر رہا ہے۔ اس [illegible] حق ہے۔ آخرت میں وہ خدا کی مہمان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ احتیاج سے پاک ہے [illegible] ربوبیت سے وہ کبھی اکتاتا نہیں ہے۔ اس نے سب کچھ بنایا ہے۔ مگر کوئی شے اپنے لئے نہیں بنائی۔

حاصل : صالح اعمال کے لئے جدوجہد کا راستہ ہی رکھا گیا ہے۔ [illegible] ہوتی ہے۔ جس کی بات حق کے حوالے سے ہو اور بغیر کسی خواہش اور [illegible] بات کو بڑے ادب سے مان لینا چاہئے کہ اس کی بات میں یقیناً [illegible]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٧﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کئے ہم ان پر سے ان کی برائیاں [illegible] کے اور انہیں ان کے اعمال کی احسن جزا دیں گے۔

جو لوگ ناحق کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حق کو مان لیتے ہیں اور اپنے ایمان کو صالح اعمال سے [illegible] کی جو برائیوں سے تعلق رکھتا ہے [illegible] باقی ہے۔ کہ ان کا حال ان کے ماضی سے کوئی تعلق [illegible] کرنے سے ان لوگوں کی حسن نیت اور حسن عمل کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان [illegible]

والا ہے۔

حاصل : جو ناحق سے تائب ہو جائے. حق کو مان لے اور صالح اعمال سے اپنے ایمان کا ثبوت دے. اس کے ماضی کی برُائیوں کا ذکر کرنا قطعاً منع ہے۔ اس کی قدر کرنا اللہ کے نزدیک بڑا پسندیدہ کام ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی۔ اور اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ تُو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف تمہیں مراجعت کرنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو عمل تم کرتے تھے۔

اللہ کے سوا کسی کی بندگی حق نہیں ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی تبھی ہو سکتی ہے. جب ان کی منشاء کے مطابق ان کو سکھ دیا جائے۔ اس اعتبار سے ان کی اطاعت کا بڑا مقام ہے۔ جب یہ اطاعت. اطاعت الٰہی سے متصادم ہو تو پھر والدین کی اطاعت کا حق ختم ہو جائے گا. کہ یہی اللہ کا حکم ہے۔ والدین کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو اپنے بچوں کا عقیدہ بنائیں۔ بلوغت کے بعد انسان اپنے عمل کے نتیجے میں حاصل ہونے والے علم کو دیکھتا ہے تو اسے حق اور ناحق میں فرق نظر آنے لگتا ہے۔ اس وقت وہ شرک کی نفی کرنے کا یقینی علم رکھتا ہے۔ اس صورت میں والدین کی خدمت کا حق باقی رہ جاتا ہے۔ اطاعت اسی کی ہونی چاہئے جو حق کو مانتا ہو. کہ اسی کا رخ درست ہوتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف مراجعت کا یقین نہ ہو. اس کا رخ درست نہیں ہوتا۔ جزا دینے والا ہر ہر عمل کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال کی حقیقت اس کے سامنے آجائے گی۔

حاصل : والدین کے ساتھ بھلائی کرنا فرض ہے. کہ یہ اللہ کی وصیت ہے۔ جب وہ شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ خدمت کا حق بہر حال قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی کا یقین ہو تو رخ درست ہوتا ہے۔ جزا دینے والا ہی سب سے بڑا جاننے والا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے انہیں ہم صالحین میں داخل کریں گے۔

جو لوگ اپنے دعویٰ ایمان کو صالح اعمال سے سچا ثابت کرتے ہیں، یہ حق کو مانتے ہیں جیسے حق کو ماننا چاہئے۔ ان کی

at.com

صداقت کا انعام انہیں حال پر بھی ملتا ہے۔ آخرت میں بھی ملے گا۔ حال پر بھی یہ صالحین کے ساتھ [illegible] ہوتے ہیں
آخرت میں بھی یہ صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ صالحین کا قول و فعل حق کے حوالے سے ہوتا ہے اس لئے [illegible]
ہوتے ہیں۔

حاصل : صالحین کا ساتھ حیات دنیا میں بھی انعام ہے۔ آخرت میں بھی یہ انعام ہے اور یہ انعام
اللہ ہی دیتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩

اور کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں ایذا پہنچے تو لوگوں کے فتنے کو اللہ کے عذاب کی مانند ٹھہراتے ہیں۔ اور اگر تیرے رب کی نصرت آئے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ [illegible] والا نہیں ہے جو عالمین کے سینوں میں ہے۔

بعض لوگ ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں پر جب انہیں اللہ کی راہ میں [illegible]
چھوڑ دیتے ہیں۔ لوگوں کے فتنہ کو بھی اللہ کا عذاب [illegible]
وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ کا عذاب [illegible]
دیتا ہے۔ مشکل مقام پر [illegible]
اس وقت صالحین کے ساتھ کا دعویٰ کرنا باعث [illegible]
جانے والا ہے۔ [illegible] ایمان [illegible]
کچھ باتیں بنانا ممکن نہیں [illegible] یقین نہ ہو تو ایمان کا دعویٰ [illegible]

حاصل : ایمان کا دعویٰ [illegible] صداقت [illegible]
نہیں ہوتا۔ اللہ کی مدد سے حالات بدل جاتے ہیں۔ [illegible]
کرتے ہیں۔ یہ یقین ہو کہ اللہ [illegible]
بولنے میں احتیاط ضروری چاہئے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

اور اللہ ایمان والوں کو [illegible]

rfat.com

الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

منافقین کو ممیز کرے گا۔

ایمان کا دعویٰ کرنے والے جب صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کریں گے، تو وہ صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ اللہ ان کو ممیز کردے گا۔ حسن عمل ان کا امتیاز ہو گا۔ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد من مانی کرنے کو اپنا طریق زندگی بنائیں گے ان کی منافقت کو بھی اللہ واضح کردے گا۔ یہ اللہ کے کام ہیں اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایمان والوں کو ممیز کرنا اور منافقین کو ممیز کرنا اللہ کی سنت ہے۔

حاصل : ایمان والے بھی واضح ہو جاتے ہیں، منافق بھی چھپے نہیں رہتے۔ یہ اللہ کا کام ہے اور اللہ جو کرتا ہے بڑے علم سے کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫

اور کفر کرنے والے ایمان والوں سے کہتے ہیں، تم ہماری راہ پر چلو، ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اٹھالیں گے۔ اور وہ ان کی خطاؤں کا کچھ بھی بوجھ نہ اٹھائیں گے۔ بے شک وہ کاذب ہیں۔

خلافِ حق کرنے والے کافر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان والوں کو اپنی ملت میں لوٹ آنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔ جب ایمان والے اعمال کی جزا کا ذکر کرتے ہیں، تو بے سند باتیں کرنے والے انہیں یہ جواب دیتے ہیں کہ تم اس کی فکر نہ کرو، تم ہمارے پیچھے چلے آؤ، تمہاری خطاؤں کا بوجھ ہم اٹھائیں گے۔ حالانکہ قیامت کے دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر عامل جو خلافِ حق کرتا ہے وہ اپنے جلانے کا سامان اکٹھا کرتا رہتا ہے اور اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت وہ اپنے اعمال کے حاصل کی صورت میں اسے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ دوسروں کو خلافِ حق کرنے کی دعوت دینے والے اور ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا دعویٰ کرنے والے یقیناً جھوٹے ہوتے ہیں۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے ایمان والوں کو اپنی ملت میں لوٹ کر آنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن صرف متقین کی دوستی قائم رہے گی، باقی سب دوستیاں، دشمنیوں میں بدل جائیں گی۔ جو خلافِ حق کرنے کی دعوت دے اور پیچھے آنے والوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا دعویٰ کرے، اس کے کاذب ہونے کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہے۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز

اور یہ لوگ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے

Marfa

۱۳ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اور قیامت کے دن ان سے ضرور پوچھ ہوگی جو افترا یہ باندھتے تھے۔

جو لوگ خلاف حق کرتے ہیں اور خلاف حق کرنے کی ترغیب دیتے ہیں [illegible] افترا باندھنے [illegible] ہیں۔ ان سے قیامت کے دن ان کے باندھے ہوئے افتروں کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ اس وقت [illegible] خسارے سے نہ بچ سکیں گے۔ ان پر ان کے گناہوں کا بوجھ ہوگا اور [illegible] کچھ بوجھ ان پر ہوگا۔ مگر اس ترغیب کو ماننے والوں کو بھی اپنے [illegible]۔

حاصل : بات کرتے وقت دھیان رکھنا چاہئے کہ بات ہمیشہ [illegible] خلاف حق کرنا اور خلاف حق کرنے کی ترغیب دینا اللہ کے پاک بندوں سے تمام [illegible] کو دوست نہیں بنانا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں فرمایا ہے۔
إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ أَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾
بے شک ہم نے شیاطین ان کا دوست ٹھہرایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور بے شک ہم نے نوح [illegible] آپ کی قوم کی طرف بھیجا [illegible] پچاس برس [illegible] طوفان نے [illegible]

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا [illegible] کرو۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں [illegible] ان لوگوں میں رہے۔ اپنی بعثت سے لے کر طوفان [illegible] سنتے رہے اور ان کے جواب میں بھلی باتیں کرتے رہے۔ بالآخر قوم نے آپ [illegible] سے باز نہ آئے تو تم آپ [illegible] حضرت نوح علیہ السلام [illegible] اللہ کے حکم سے کشتی بنائی۔ اس میں سب [illegible] سوار ہوئے۔ منکرین حق بصورت طوفان عذاب الٰہی کی گرفت میں آئے۔ [illegible] تھا۔ ان ظالموں کو قرآن پاک میں [illegible] قوم فرمایا گیا ہے۔

Marfat.c

حاصل : تبلیغ حق کرنے والے منکرینِ حق سے دکھ اٹھاتے رہے ہیں اور صبر کرتے رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حق کی احسن ادائیگی میں صدیاں لگا دیں۔ اللہ نے ظالموں کو عذاب میں پکڑا اور وہ پیچھے آنے والوں کے لئے باعثِ عبرت بنا دیئے گئے۔

فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَاَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ وَجَعَلۡنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾

توہم نے آپ کو اور کشتی والوں کو نجات دی، اور اسے عالمین کے لئے نشانی ٹھہرایا۔

اتمام حجت ہو جانے کے بعد، عذاب الٰہی آجایا کرتا ہے۔ پھر انسان کی خلافِ حق تدبیریں کسی کام نہیں آتیں۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی، یا اللہ میرے اور حق کا انکار کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ایمان والے ساتھیوں کو نجات دے، تو طوفان کے آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ حضرت نوح علیہ السلام حکمِ خداوندی کے مطابق کشتی میں سوار ہوئے اور ان کی آنکھوں کے سامنے منکرینِ حق غرق کر دیئے گئے، اور یہ واقعہ عالمین کے لئے نشانِ عبرت ہو گیا۔

حاصل : جس کی بات، اللہ کی بات ہو اس کا ساتھ دنیا و آخرت میں باعثِ فلاح ہوتا ہے۔ منکرینِ حق کے انجام سے سبق سیکھنا چاہئے۔ سیکھنے والوں، کے لئے نشانیاں ہمیشہ موجود ہوتی ہیں۔

وَاِبۡرٰهِیۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

اور ابراہیم (علیہ السلام) جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اسی سے ڈرتے رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔

جس طرح حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ کے رسول تھے۔ انبیاء کرام کی تعلیم یہی تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کی بندگی کی تاکید کرتے رہے ہیں، انہیں بتاتے رہے ہیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں ہے۔ حق کی راہ اختیار کرنے والوں کو بھلے انجام کی بشارت دیتے رہے ہیں، حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے برے انجام سے ڈراتے رہے ہیں۔ اللہ کی بندگی کرنے والے، اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ہدایت کی راہ اختیار کرنے والے جانتے ہیں، کہ حیات دنیا میں خوف و حزن سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے اور متاعِ حیاتِ دنیا کے استعمال کی بہترین صورت بھی یہی ہے۔ اللہ کا ڈر ہو تو خلوت میں پاک رہنا ممکن ہوتا ہے، اور خلوت پاک ہو تو جلوت میں اللہ کی رضا کے مطابق پاک رہنا ممکن ہوتا ہے۔ ورنہ جلوت کی پاکیزگی میں لوگ اپنی نیک نامی کے لئے بھی زور لگاتے رہتے ہیں۔

at.com

حاصل : اللہ کی بندگی کرنے کی تاکید کرنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرنا انبیاء کی ہدایت رہی ہے۔ لوگ اپنے تجربات و مشاہدات سے صحیح نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔ جو اپنی عقل سے کام لیتا ہے وہ بھلائی کی طرف آتا ہے۔

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾

تم تو اللہ کے مقابل بتوں کی عبادت کرتے ہو، اور جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک وہ جن کی تم اللہ کے مقابل عبادت کرتے ہو، تمہارے رزق کے کچھ مالک نہیں۔ تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تمہیں مراجعت کرنا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بتاؤ تم کس کی [illegible] رہتے ہو۔ قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے۔ [illegible] لوگ بتوں کی بندگی کرتے ہو۔ یہ تمہارے بنائے ہوئے ہیں۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کی [illegible] ہیں۔ یہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے۔ یہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ خالق کل کی [illegible] مقرر کردہ حدود کو مانتے ہیں اور طیبات سے کھاتے ہیں۔ اللہ کی عبادت یہ ہے کہ [illegible] اس کا شکر یوں اس طرح ادا ہوتا ہے کہ اس کے رزق کو حق کے مطابق خرچ کیا جائے۔ [illegible] واپسی بھی ہوگی۔ جس کی طرف سے تم پر حق عائد کیا گیا ہے وہی تمہیں [illegible]۔

حاصل : معبود وہی ہے جو خالق کل ہے۔ مالک کل ہے۔ [illegible] کے عطا کردہ رزق کو حق کے مطابق خرچ کیا جاتا ہے۔ [illegible] اللہ کی طرف [illegible] غافل نہیں ہو سکتا۔

وَإِن تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾

اور اگر تم تکذیب کرو تو تم سے پہلی بھی امتیں تکذیب کر چکی ہیں اور رسول پر تو صاف پہنچا دینا ہی ہے۔

حق کو جھٹلانے والے جس انجام کو پہنچتے رہے ہیں، وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ اب اگر کوئی اسی راہ کو اختیار کرتا ہے، تو وہ بھی اسی انجام کو پہنچے گا۔ رسول کی شان یہ ہے، کہ اس نے حق کو کھول کر بیان کر دیا ہے، عملاً وہ کر کے دکھا دیا ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ بھلائی کرنے کے انجام کی بشارت دے دی ہے، برائی کرنے کے انجام سے ڈرا دیا ہے۔ ہدایت تو وہی پاتا ہے، جو طالب ہدایت ہو۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے اسی انجام کو پہنچ جاتے ہیں، جس انجام کو حق کی تکذیب کرنے والے پہلے پہنچتے رہے ہیں۔ اللہ کے رسول کی شان، اللہ کی عطا کردہ ہے۔ حق کی احسن ادائیگی کا معیار بھی اللہ کے نزدیک اللہ کا رسول ہی رہا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کیسے خلق کی ابتدا فرماتا ہے، پھر اعادہ فرمائے گا، بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ کائنات میں ہر شے کو ایک مقدار کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ اشیاء کے مابین ایک توازن رکھا گیا ہے۔ زمین کی قوت روئیدگی ختم ہو جائے تو وہ اپنے فعل کے اعتبار سے مردہ ہو جاتی ہے۔ بارش کے ساتھ مردہ زمین کو زندہ کر دینے والا اللہ ہی ہے۔ کسی بھی شے کے اجزاء ترکیبی کو زمین سے اکٹھا کر کے اس شے کو پیدا کر دینے والا اللہ ہی ہے۔ بیج سے پودا اور پودے سے بیج، انسان کے مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔ پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ اس پر بعث بعد الموت قطعاً آسان ہے۔ اور اس بات کا یقین ہو جانے سے کہ اللہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا، اصلاحِ حال سے غفلت کو ختم ہو جانا چاہیے۔

حاصل : خلق کی ابتدا کرنے والا، اعادہ کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ یہ اللہ پر آسان ہے۔ بعث بعد الموت کے یقین کو ہمارے عمل میں نظر آنا چاہیے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ۚ

فرما دیجئے زمین میں سیر کرو تو نظر کرو کہ کیسے پہلے خلق فرماتا ہے، پھر دوسری اٹھان اٹھائے گا۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

زمین میں سیر کرنے کا منشاء بیان فرمایا گیا ہے، کہ نظر کرو اللہ کیسے پہلی بار خلق فرماتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اس سے پیدا ہونے والے پتے بہت نازک ہوتے ہیں۔ مقصدِ تخلیق کے ساتھ انسان کو پیدا کرنے والا، اسے اپنے علم سے توفیق دینے والا، اسے اپنا رخ متعین کرنے کی ایک حد تک آزادی دینے والا۔ اس کے اختیار کردہ رخ کے مطابق اسے ہدایت یا گمراہی دینے والا، اب بھی قادر مطلق ہے۔ مستقبل میں بھی قادر مطلق ہو گا۔ قیامت کے دن لوگ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے تو اس وقت بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے کہیں گے: ہائے خرابی ہماری کس نے ہمیں قبروں سے اٹھا دیا۔ یہ ہے

Marfa

الرحمٰن کا وعدہ۔ اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

حاصل : اللہ کی قدرت کو دیکھنا چاہئے۔ خالق کل کے لئے دوسری بار [illegible] مشکل نہیں [illegible] کی قدرت کا علم ہو جائے تو اس قدرت کو ماننے والا خلاف حق نہیں کر سکتا۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾

عذاب دے [illegible] چاہے اور [illegible] جس پر چاہے اور اسی کی طرف [illegible] جاؤ گے۔

ماضی اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ جن قوموں نے حق سے خلاف [illegible] کی کوشش کی، وہ عذاب الٰہی میں پکڑے گئے [illegible] علیہ وسلم کی اطاعت کی ان پر رحم فرمایا [illegible] فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا [illegible] جس کی طرف لوٹ کر جانا یقینی ہے اس کی بڑی پرواہ ہونی چاہئے۔

حاصل : خلاف حق کرنے والے عذاب الٰہی کی طرف [illegible] والے اللہ کے رحم سے نوازے جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف واپسی [illegible] آنا چاہئے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾

اور تم عاجز کرنے والے [illegible] اور نہ آسمان میں [illegible] ولی [illegible]

[illegible]

حاصل : زمین و آسمان میں اللہ کو عاجز کرنے والا [illegible]

والوں کے ساتھ دوستی کرنا اور ان کی مدد کرنا ایک وقت تک ہی ممکن ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا مقام آجائے تو یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ھود (11) میں فرمایا ہے۔ ظالم لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ

وہ لوگ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور اللہ کے مقابل ان کے کوئی حمایتی نہیں۔ ان کے لئے دونا عذاب ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٣﴾

اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا وہی ہیں جو میری رحمت سے محروم ہوئے اور انہی کے لئے المناک عذاب ہے۔

اللہ کی آیات کا انکار کرنا اور اللہ کی ملاقات کا انکار کرنا۔ حیاتِ دنیا میں یہ رحمتِ خداوندی سے دور ہونے والوں کی نشانیاں ہیں۔ حکم خداوندی ہدایت اور رحمت ہے۔ مگر یہ تو مومنین کے لئے ہے۔ اب اگر دعویٰ ہو حق کو ماننے کا اور صالح اعمال سے اس دعوے کی تصدیق نہ ہو رہی ہو۔ تو یہ دعویٰ کسی کو سچا ثابت نہیں کرے گا۔ وہ لوگ یقیناً خسارے میں رہتے ہیں جو اللہ سے ملاقات کا انکار کرتے ہیں۔ اور وہ ہدایت والے نہیں ہوتے۔ حق کے بعد ہے ہی کیا مگر گمراہی۔ اور گمراہ کے لئے دردناک عذاب رکھا گیا ہے۔ تقابل سچے اور جھوٹے کے مابین ہو تو بات واضح ہوتی ہے۔

حاصل : اللہ کی آیات کا انکار اور اس کی ملاقات کا انکار رحمت الٰہی سے دور کر دیتا ہے۔ اس راستے کو اختیار کرنے والے المناک عذاب میں پکڑے جاتے ہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾

تو آپ کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا مگر یہی، کہنے لگے کہ انہیں قتل کر دو یا جلا دو، تو اللہ نے آپ کو آگ سے نجات دی۔ بے شک اس میں ایمان والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ حق کا جواب قوم کی طرف سے یہ دیا گیا کہ ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ دو طرح سے ہو سکتا ہے، قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ جلا دینے کی رائے اجتماعی فیصلے کی شکل اختیار کر گئی۔ منکرینِ حق نے اپنے معبودوں کی مدد کا یہ طریقہ قابلِ عمل جانا۔ اور اسی میں انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا جواب بھی نظر آیا جو آپ نے فرمائی تھی کہ یہ کیا معبود ہیں، جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں، نہ تمہیں ضرر دے سکتے ہیں۔ وہ لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ معبودوں کا تو ایک نظریہ ہوتا ہے۔ معبود کر کیا سکتا ہے، عملاً یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے آپ کے جلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ کا معبود اب کیا کر لے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں یہ دیکھا کہ قادرِ مطلق کے سامنے منکرین حق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ منکرین حق جو بھی کر رہے ہیں، اللہ کی عطا کردہ قوت سے ہی کر رہے ہیں۔ وہ جو چاہے گا وہی ہو گا۔ اب اللہ کی قدرت کی شان [illegible] طرح سے روشن ہو گی کہ لوگ نصرتِ الٰہی کو عملاً دیکھ لیں گے۔ اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی ہو جا۔ آگ ٹھنڈی ہو گئی، اور ابراہیم علیہ السلام بچا لئے گئے۔ لوگوں نے نصرتِ الٰہی دیکھ لی [illegible] منکرین حق کے وسائل کے حوالے سے بہت بڑی تھی، اللہ کی قدرت کے سامنے اس کو ختم ہونے میں دیر نہیں [illegible] ایمان والے لوگوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں۔ یہ نشانیاں دیکھنے والوں کو نظر آتی ہیں۔ ایمان [illegible] ہوتا ہے، اور اس سے ہمیشہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

حاصل : منکرینِ حق شمعِ ہدایت کو گل کرنا ضروری جانتے ہیں۔ اپنے معبودوں کی مدد کا یہ [illegible] ان کے نزدیک بہت مفید ہوتا ہے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے انسانی تدبیریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ایمان والے لوگ یہ مانتے ہیں کہ نفع اور ضرر باذن اللہ ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ کی قدرت کو دیکھتے ہیں، کسی دوسری طرف دیکھتے ہی نہیں۔ ایمان والے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کی مدد سے جو کچھ ہو سکتا ہے، وہ انسانی سوچ کے دائرے میں آ ہی نہیں سکتا۔

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ
أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ
وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ
النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٥﴾

اور فرمایا تم نے تو [illegible]
ٹھہرا [illegible]
حیات دنیا [illegible] قیامت [illegible]
دن تم میں [illegible] ایک دوسرے [illegible]
کرے گا اور [illegible] ایک دوسرے [illegible]
کرے گا۔ اور [illegible] تمہارا [illegible]
کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معبود نے انہیں آگ سے بچایا۔ منکرین حق نے اس وقت [illegible]

سنا بھی نہ تھا۔ مگر وہ ایمان لانے والے نہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا: تم نے اللہ کے مقابل یہ بت بنا رکھے ہیں۔ اور یہ سارا نظام تمہاری خواہشات پر قائم ہے اور آخرت کے انکار پر قائم ہے۔ مگر تمہارے انکار کرنے سے قیامت کے دن پر کیا اثر پڑے گا۔ وہ تو اللہ کے امر سے آئے گا۔ اور اس دن تمہاری سب باتیں بے حقیقت ہو جائیں گی۔ تمہیں اپنی اپنی پڑ جائے گی۔ تم میں سے ہر ایک دوسرے کا انکار کرے گا۔ ہر ایک دوسرے کو لعنتی کہے گا اور حیات دنیا کی یہ دوستیاں، دشمنیوں میں بدل جائیں گی۔ پھر آگ تمہارا ٹھکانا ہو گا۔ اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ حق جس کا پہنچانا آپ کے ذمے تھا کماحقہ پہنچا دیا۔

حاصل : اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی باطل عقائد کو جو لوگ چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ انہیں ان کے انجام سے آگاہ کر دینا حجت کو پورا کر دیتا ہے۔ جزا کا انکار کرنے والے قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ جہنم میں ہوں گے اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّىْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

تو لوط (علیہ السلام) نے آپ کی تصدیق کی۔ اور فرمایا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔ بے شک وہی عزیز ہے حکیم ہے۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان پرانوار کو دیکھئے اور نہ ماننے والوں کی کثرت کو دیکھئے۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نور ہدایت کے پھیلنے کے لئے ابتداء میں ایک صاحب کی تصدیق بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنے تعلق کا اظہار ایسے وقت میں کیا جب اس کے معنی پوری قوم سے دشمنی مول لینے کے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھ لیا۔ کہ لوگوں نے حق کو اس قدر روشن نشانی کے ساتھ دیکھ لینے کے باوجود بھی نہیں مانا تو آپ نے ہجرت کا عزم کیا اور اس عزم کا اظہار کیا۔ اور یہ بھی فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ بڑی حکمت والا ہے۔ یہاں قدردان نہیں ملے تو اللہ قدر دانوں کے پاس لے جائے گا۔ جو کچھ اللہ کر سکتا ہے وہ کسی دوسرے کے بس میں تو ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک قدر کرنے والا مل ہی جاتا ہے۔ جہاں اتمام حجت کے بعد بھی لوگ حق کے انکار کی روش کو ترک نہ کریں۔ وہاں سے ہجرت کا مقام آ جاتا ہے۔ علم والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم اپنے رب کے رخ پر ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

Marfa

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے آپ کو اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) عطا فرمائے اور ہم نے آپ کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں آپ کو آپ کا اجر عطا فرمایا اور بے شک آخرت میں وہ صالحین سے ہیں۔

ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے حساب آسانیوں سے نوازا۔ آپ کو حضرت اسحاق [illegible] عطا فرمائے جو آپ کے بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے جو آپ کے پوتے تھے۔ آپ کی [illegible] شان سے نوازا کہ نبوت اور کتاب اللہ انہی کے پاس رہی۔ اللہ نے دنیا میں بھی آپ کو آپ کے [illegible] میں تو آپ کا مقام صالحین میں ہوگا ہی۔

حاصل : ہجرت اپنے رب کی طرف ہو تو اللہ تعالیٰ بہت آسانیاں [illegible] احسن اعمال کا اجر دیا جاتا ہے۔ آخرت میں تو جزا ملے گی ہی۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

اور لوط (علیہ السلام) نے [illegible] سے فرمایا۔ بے شک تم [illegible] جو تم سے پہلے عالمین سے [illegible]

حضرت لوط علیہ السلام [illegible] فرمایا۔ تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے عالمین میں کسی نے [illegible] پہلے کہیں نہیں تھی۔ [illegible] بڑھتے ہیں [illegible] قطعاً قابل نفرت ہیں۔ [illegible] جائے تو پھر ان کی اصلاح کی طرف آنا مشکل ہوتا جاتا ہے۔

حاصل : بے حیائی سے بچنا فرض ہے۔ اپنی اولاد [illegible] معلوم ہو سکتی ہے۔ [illegible] بے حیائی [illegible] چاہئے اور ان سے اجتناب کرتے ہوئے لوگوں کو ان سے بچنے کی تاکید کرنی چاہئے۔

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

کیا تم مَردوں پر دوڑتے ہو اور راہ قطع کرتے ہو، اور اپنی مجلس میں بُرا کام کرتے ہو۔ تو آپ کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا مگر یہی کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب لے آیئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر شہوت کے لئے دوڑتے ہو۔ اللہ نے جس قوت کو بقاء نسل کے لئے رکھا ہے اور بقاء نسل کے لئے فطرت کا جو طریقہ رکھا گیا ہے تم اس کو قطع کر رہے ہو۔ تم اس قدر بے حیا ہو گئے ہو کہ مجلس میں برائی کرنے سے بھی تمہیں شرم نہیں آتی۔ جس راستے پر تم جا رہے ہو تم اس کے انجام سے بالکل غافل ہو۔ قوم نے یہی جواب دیا: آپ تو صرف پاکیزگی چاہتے ہیں۔ اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب لے آیئے جس سے آپ آگاہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔

حاصل: اللہ کے مقرر کردہ راستے کو اختیار کرنا ہی باعثِ فلاح ہوتا ہے۔ مجلس میں بُرائی کا ارتکاب بے حیائی کی انتہا ہے۔ ناقابل اصلاح لوگ عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔

ع قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

دعا کی اے میرے ربّ قومِ مفسدین پر میری مدد فرما۔

حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب قوم نے میری تکذیب کی حد کر دی ہے، اب تیری نصرت کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو آگاہ فرما دیا گیا، کہ صبح ہوتے ہی ان مفسدین کی جڑ کٹ جائے گی۔ آپ نے امرِ الٰہی کے مطابق اس بستی کو چھوڑ دیا۔ تو اللہ نے اس کے اوپر کو نیچے کر دیا۔ پھر انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

حاصل: مفسدین کے ناقابلِ اصلاح ہونے کا ثبوت مل جائے تو اپنے ربّ سے اس کی نصرت کی طلب کرنے کا مقام آ جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور (24) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ

اے ایمان والو شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا ہی امر دے گا۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو کہنے لگے ہمیں اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنا ہے۔ بے شک اس بستی کے لوگ ظالم ہیں۔

فرشتوں کا مقام یہ ہے کہ وہ وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی طرف سے دی گئی بشارت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی بشارت ہے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے کا قول، فعل بھیجنے والے کا ہوتا ہے۔ یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تو حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت لے کر آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے منکرین کی بستی پر عذاب کا حکم لے کر آئے۔ ان کا بیان سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مجادلہ کیا اور یہ کہا کہ اس بستی میں تو حضرت لوط علیہ السلام جیسے پاک لوگ بھی ہیں اور کچھ لوگ ان پر ایمان بھی لائے ہیں۔ سب اہل قریہ کی ہلاکت تو ان کے ظلم کی بدولت ہی ہو سکتی ہے اور وہ لوگ اس ظلم میں شامل نہیں ہیں اس لیے ان کا حشر ظالموں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

حاصل : فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوتا ہے۔ ظلم ہی بستیوں کی ہلاکت کا سبب بنتا رہا ہے۔ اپنی بستی کو ظلم سے بچانے کی فکر تمام اہل قریہ کا فرض ہوتا ہے۔

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڡ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

فرمایا اس میں لوط (علیہ السلام) بھی ہیں۔ وہ بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو لوگ اس میں ہیں۔ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے آپ کی عورت کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل قریہ کی ہلاکت کی بات سن کر یہ فرمایا کہ اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں۔ ان کے ساتھ اس بستی میں چند اور اہل ایمان بھی ہوں گے۔ فرشتوں نے یہ کہا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے علم کی رو سے ہم خوب جانتے ہیں، کہ کون کون اس بستی میں پاک ہے۔ ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پاک ساتھیوں کو اس بستی سے نکال لیں گے۔ ان کی عورت پاک لوگوں کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔ یہ تسلی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کافی تھی۔

حاصل : جس بستی میں پاک لوگوں کا کوئی دوست رہتا، وہ اس بستی کے بچانے کی دعا کرتے

rfat.com

رہتے ہیں۔ عذابِ الٰہی سے پہلے اچھوں کو بُروں سے الگ کر لیا جاتا ہے۔ اچھوں کو محفوظ کر لینے کے بعد بُروں پر عذاب کا کوڑا برسایا جاتا ہے۔ صالح کے صرف پاس ہونا کسی کے صالح ہونے کی سند نہیں مانی چاہئے۔ جس کے اعمال غیر صالح ہوں وہ صالح کے اہل میں شمار نہیں ہوتا۔

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے۔ آپ کو ان کا آنا اچھا نہ لگا۔ اور ان سے آپ کو تنگی ہوئی۔ فرشتوں نے کہا خوف نہ کیجئے اور غم نہ کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے اہل کو نجات دیں گے سوائے آپ کی عورت کے جو پیچھے رہنے والوں سے ہو گی۔

فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس امر الٰہی کے مطابق پہنچے۔ جس صورت میں وہاں پہنچنے کا حکم تھا۔ اس صورت میں پہنچے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی دعا کے حوالے سے نصرت الٰہی کا انتظار تو تھا ہی۔ تنگی اس لئے ہوئی۔ کہ مہمانوں کے حوالے سے اس بے حیا قوم کی مزید بے حیائی دیکھنی پڑے گی۔ فرشتوں نے آپ کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا کہ آپ پر خوف بھی نہ ہو اور آپ کو غم بھی نہ ہو۔ آپ اور آپ کے گھر والے سوائے آپ کی عورت کے محفوظ رہیں گے۔ اور ہمارے بارے میں کوئی غم نہ کیجئے۔ ہم امر الٰہی کے مطابق کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کو اس کی مشیت کے مطابق ظاہر کرتے ہیں۔

حاصل: مہمان کی سلامتی اور عزت افزائی کے لئے سعی کرنا بھلے لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ بے حیائی کے مناظر کو دیکھنے پر مجبور ہونا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ نجات کے بارے میں آگاہی سب کچھ واضح کر دیتی ہے۔ جو عملاً ناپاک ہو اس کا انجام کے وقت پاک لوگوں کے ساتھ ہونا ممکن نہیں ہوتا۔

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

ہم کو اس قریئے کے رہنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنا ہے۔ اس لئے کہ یہ فسق کرتے ہیں۔

نجات پانے والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرشتوں نے یہ کہا کہ اس بستی کے ناپاک لوگوں پر ہم کو عذاب نازل کرنے کے

Marfa

لئے بھیجا گیا ہے۔ اور یہ عذاب ان پر ان لوگوں کے فسق کی وجہ سے آرہا ہے۔ حق میں اپنی خواہش داخل کرنا حق سے [illegible] وہ صورت ہے جس کو فسق کہتے ہیں۔ شیطان کی پیروی کے لئے ترقی کے نام پر جو پیش کیا جاتا ہے اس کا انجام تباہی [illegible] کرتا ہے۔

حاصل : عذاب الٰہی آسمان سے اتارا جاتا ہے۔ رحمت و برکات بھی اوپر سے آتی ہیں۔
فسق کا انجام صرف ہلاکت ہی ہو سکتا ہے۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةً ۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور عقل والے لوگوں کے لئے ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں پر عذاب الٰہی آیا۔ اس عذاب سے بستی الٹ دی گئی [illegible] لوگوں پر پتھر برسائے گئے۔ عقل والے لوگ آثار قدیمہ سے بہت کچھ دیکھ سکتے ہیں [illegible] ہے جس سے ہم حال پر فلاح پانے والوں میں شمار ہونے کا یقین حاصل کر سکتے ہیں۔ آثار قدیمہ سے [illegible] لوگوں کے پاس کیا کچھ تھا اور ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کی حیثیت ان لوگوں کی [illegible] مقابل ان لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو وہ [illegible] انجام کو پہنچے اور ہم ان سے [illegible] کے انجام سے کیسے بچ سکتا ہے۔

حاصل : آثار قدیمہ کو دیکھ کر اپنے لئے راہ راست کا تعین کرنا عقل والے [illegible] ہے۔ عقل والے لوگ قابلِ قدر ہوتے ہیں۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اور یوم آخرت کی امید رکھو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔

پیغام حق کا پہنچانا اللہ کی شان ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی قوم کی طرف [illegible]
قوم اپنا رخ درست کرے۔ اللہ کی بندگی کرے اس سے ہو [illegible]
کی۔ کمی بیشی نہ کرو [illegible] ناپ تول پورا رکھو [illegible] اور لوگوں سے [illegible]
کے تو افراد کے مابین باہمی اعتماد کے رشتے [illegible] ختم ہو جاتے ہیں [illegible]

جائے گا. اور اس کا انجام کبھی اچھا ہو نہیں سکتا۔

حاصل : حق پہنچانے والے کا انہی لوگوں میں سے ہونا بڑی اہمیت رکھتا ہے. جن کو حق پہنچانا ہو۔ پیغام حق ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے. اللہ کی بندگی کی جائے اس کے سوا کسی کو معبود نہ بنایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کیا جائے۔ جو لوگ زمین میں فساد مچا رہے ہوں. وہ عملاً آخرت کے منکر ہوتے ہیں۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٣٧﴾

تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی. پھر انہیں زلزلے نے پکڑ لیا. تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہوئے ان کی قوم نے یہ کہا کہ آپ کی بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں. اور ہم اپنے معاشرے میں آپ کو ضعیف دیکھتے ہیں. اور اگر آپ کا کنبہ یہاں نہ ہوتا تو ہم آپ کو سنگسار کر دیتے اور آپ ہم پر زبردست تو ہیں نہیں کہ آپ کی بات کے نہ ماننے میں کوئی خطرہ ہو۔ اس قوم کو زلزلے کے عذاب میں پکڑ لیا گیا۔ ان کے نافرمانی میں دیر نہیں لگی۔ اگلی صبح یہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔

حاصل : جو لوگ صرف زبردست کی بات مانتے ہوں. وہ حق کو جھٹلانے والے ہوتے ہیں۔ ان کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔

وَعَادًا وَثَمُودَا۠ وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ مَسَاكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿٣٨﴾

اور عاد اور ثمود. اور ان کا حال ان کے مساکن سے تم پر واضح ہو چکا ہے۔ اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو زینت دی اور انہیں راہ سے روکا اور وہ تھے ہوشیار۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ قوم نے آپ کی تکذیب کی۔ آپ نے فرمایا اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا چکا ہوں. اور میرا رب یہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے ظلم کی بدولت ہلاک کر دیئے گئے۔ قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ کی قوم نے بھی آپ کی تکذیب کی۔ اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں. جو اللہ کی نشانی تھی اور جسے برائی کے ساتھ مس کرنے سے منع

at.com

فرما دیا گیا تھا۔ ان کو بھی عذاب نے پکڑا اور یہ نابود ہو گئے۔ ان کے مساکن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑے قوی لوگ تھے۔ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے۔ شیطان نے ان کی کارکردگی کو اس قدر زینت دے کر ان کے سامنے [illegible] اور اسی کو اپنا امتیاز جاننے لگے۔ یہ اللہ کی راہ سے رک جانے والی بات تھی۔ ان کی ہوشیاری دنیا کے کاموں میں بہت تھی مگر ان لوگوں نے شیطان کی انسان دشمنی کو پیش نظر نہیں رکھا اس لئے ان کی ہوشیاری ان کے لئے مفید نہ ہوئی۔

حاصل : اپنی صلاحیتِ کار اور استعداد کو اپنی بڑائی ثابت کرنے کی بجائے اللہ کے فضل کی بدولت دیکھا جائے تو شیطان کے دھوکے سے بچ جانا ممکن ہوتا ہے۔ ورنہ خود فریبی کا دھوکہ شیطان کا بڑا ہتھیار ہے جس سے ہوشیار بھی بچتے نہیں دیکھے گئے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۗ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

اور قارون اور فرعون اور ہامان، سب کے ان کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) روشن نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم پر سبقت نہیں حاصل کر سکتے تھے۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا۔ وہ فرعون کا ساتھی تھا۔ فرعون اور ہامان [illegible] کرنے میں انہیں اپنا امتیاز نظر آتا تھا۔ فرعون کا امر [illegible] لوگوں کے پاس جو سرمایہ بھی رکھتے تھے اختیار و اقتدار بھی رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس روشن نشانیوں کے ساتھ گئے۔ جس [illegible] کی بنا پر ان لوگوں نے حق کا انکار کیا [illegible] گئی۔ ان لوگوں کو حق کے ماننے میں اپنی بڑائی ختم ہوتی نظر آئی تو انہوں نے حق [illegible] میں بڑا بننے کی طلب میں وہ کہاں تک جا سکتے تھے۔ زمین پر [illegible] کا اظہار کر سکتے تھے۔ وقت بھی ان کے پاس محدود ہی تھا۔ [illegible] کی بات ہے۔

حاصل : متاعِ حیات، توفیق اور وقت یہ سب اللہ ہی دیتا ہے۔ [illegible] والے استکبار کا اظہار کرتے ہیں۔ جو اپنا مقام نہ پہچانے اس کی [illegible] اس کی پیروی میں خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ

تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا، تو ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور

Marfat.c

الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾

ان میں سے کسی کو چنگھاڑ نے پکڑا. اور ان میں سے کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا. اور ان میں سے کسی کو ہم نے غرق کر دیا. اور ایسا نہیں ہوا کہ اللہ نے ان پر ظلم کیا ہو ولیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے منکرین حق کو ان کے جرائم کے مطابق عذاب میں پکڑا۔ قوم لوط پر پتھراؤ کیا گیا۔ اہل مدین پر چنگھاڑ کا عذاب آیا۔ قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فرعون وھامان کو غرق کر دیا گیا۔ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں کیا گیا۔ کہ ظلم اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو جس طرح خلاف حق استعمال کیا اسی کے مطابق ان کو سزا دی گئی. اس طرح یہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

حاصل : سزا کو جرم کے مطابق ہونا چاہئے۔ اللہ کی پکڑ سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ خلاف حق کرنا ظلم ہے اور یہ مومنین کا طریق زندگی نہیں ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۚ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾

مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کے مقابل اور دوست بنا لئے ہیں ایسے ہے جیسے مکڑی کی مثال۔ اس نے ایک گھر بنایا. اور بے شک سب گھروں میں بودا گھر. مکڑی کا گھر ہی ہے. کہیں انہیں معلوم ہو۔

اللہ خالق کل ہے. علیم مطلق ہے. مالک یوم الدین ہے۔ بندہ اسی کی طرف سے آیا ہے. اسی کی طرف مراجعت کرے گا۔ حق وہ ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور حق پہنچانے والوں نے عملا وہ کر کے دکھایا ہے۔ اب اگر کوئی اللہ کے مقابل اپنی خواہش کی پیروی میں کسی اور کو دوست بنالیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنا ایک عقیدہ رکھتا ہے. اس کی زندگی اس عقیدے کے مطابق گزر رہی ہے اور وہ ایک پناہ گاہ میں ہے جہاں وہ حقائق کا سامنا کر سکتا ہے. تو اسے جاننا چاہئے کہ اس کا عقیدہ. اس کی پناہ گاہ مکڑی کے جالے کی طرح ہے جو محل وقوع کے اعتبار سے کسی اونچی جگہ پر ہو سکتا ہے. مگر ہوتا انتہائی کمزور ہے۔ کسی دباؤ کو برداشت کرنے کی سکت اس میں نہیں ہوتی۔

حاصل : اپنے عقیدے کے درست ہونے کی سند ہمارے پاس ہونی چاہئے۔ قادر مطلق کی دوستی

Marfa

کے مقابل جو راستہ اختیار کیا جائے گا وہ اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والی بات ہوگی۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾

بے شک اللہ کو علم ہے اس کے مقابل جس شے کی عبادت کرتے ہیں۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

جس شے کو بھی لوگ اپنا معبود بناتے ہیں، وہ شے اللہ کی تخلیق کردہ ہوتی ہے۔ اللہ سے [illegible] اس لئے اسے بہر حال علم ہوتا ہے کہ کس مقام پر کس وقت کیا کیا جا رہا ہے۔ [illegible] کیا جائے تو یہ شرک خفی ہوتا ہے کہ نظر آنے والا بت وہاں نہیں ہوتا [illegible] شے پر محیط ہے اور کوئی اس کی قدرت کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔ حکیم مطلق کی حکمت کے [illegible] مقابل کسی حکمت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ معبود کی شان ہے کہ وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ [illegible] جائے گا، نہ وہ عزت والا ہوگا نہ وہ حکمت والا ہوگا۔

حاصل : اللہ کے مقابل جس شے کو بھی معبود بنایا جائے، وہ قطعی خلاف حق ہے۔ [illegible] کے جالے کی طرح ہے۔ معبود کی شان ہے کہ وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ [illegible] بندہ قوی ہو سکتا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾

اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور [illegible] کرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

مذکورہ مثالیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ مقصد بیان یہ ہے [illegible] مثالیں اپنے اندر [illegible] باطن میں ہونے والی خرابیوں [illegible] سمجھیں۔ ایمان انہی لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں [illegible] مدد دیتے ہیں۔ عقل کا مطالبہ ہدایت کی تلاش ہے اور عقل [illegible] حق کے مطابق نہیں کہاں ہونا چاہئے۔ [illegible] کرنے والے عقل والے ہوتے ہیں۔

حاصل : مثال سے سیکھنا آسان ہوتا ہے۔ اپنے حال سے اس سے تعلق [illegible] کرنے والے کی شان کو دیکھا جائے۔ اپنے علم کو تقاضے [illegible]

عمل کرنے کا ثبوت ہو گا۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا۔ بے شک اس میں مومنین کے لئے نشانی ہے۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق لوگوں کی تخلیق کے مقابل بہت بڑی بات ہے۔ جہاں بھی کوئی مصروف کار ہے وہ آسمان اور زمین سے اپنے تعلق کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ حق کو مانتا ہے تو آسمان و زمین سے اس کی تائید ہوگی۔ اگر وہ حق کا انکار کرتا ہے تو یہ مفسدین کی راہ اختیار کرنے والی بات ہوگی۔ اس کا انجام ہمیشہ بربادی ہی ہوتا رہا ہے۔ ایمان والے یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں خوف و حزن سے نجات پانا، ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کرنے سے نصیب ہوتا ہے۔ صرف مال کسی کو راحت نہیں دے سکتا۔ مال کا حق کے مطابق استعمال ہی باعث راحت ہوتا ہے۔ زمین میں خلاف حق کرنے کی جو کوششیں بھی ہوئی ہیں، ان کا انجام ہمیشہ تباہ کن ہوا ہے۔ کوئی شے جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے، اسی مقصد کے لئے استعمال ہوگی، تو خالق کل کی طرف سے رحمت و برکات کا نزول ہو گا۔

حاصل : ہر مقام پر اپنے قول و فعل کو حق کے مطابق رکھنا لازم ہے۔ مومنین اللہ کی نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور نشانیاں حال پر موجود ہوتی ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن (40) میں فرمایا ہے۔
لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾
یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق لوگوں کی تخلیق کے مقابل بڑی ہے، ولیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿٤٥﴾

تلاوت کرو جو کتاب سے تمہاری طرف حکم فرمایا گیا ہے، اور نماز قائم کرو، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ کو علم ہے جو تم کرتے ہو۔

مومن کو یہ حکم ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے، نماز فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کو ہمیشہ جاری رکھے کہ یہ دین کا ایک رکن ہے۔ تلاوت کا مقصود یہ ہونا چاہئے، کہ حکم خداوندی کی بڑے ادب سے اطاعت کرنی ہے، اس

t.com

لئے دھیان رکھتا ہے۔ وہی کرتا ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ تلاوت قرآن کے بعد نماز قائم [illegible] طرح قائم ہوتی ہے کہ اس کے وقت سے پہلے اس کی نیت کی جائے۔ اس کے لئے تیاری کی جائے [illegible] وقت مقررہ پر اسے ادا کیا جائے۔ برائی اور بے حیائی سے روکنا نماز کی صفت ہے۔ [illegible] کو قائم نہ رکھا جائے تو بے حیائی پھیلے گی۔ حق کے مقابل من مانی کرنے کی تمام صورتیں [illegible] حصول سے ہو، بُرائی میں شمار ہیں۔ نماز ان دونوں سے روکتی ہے۔ خلوت و جلوت میں [illegible] سے روکنا نماز کی صفت ہے۔ بندہ نماز میں اللہ کے سامنے [illegible] حق اٹھنے لگتا ہے تو نماز میں کیا ہوا عہد فوراً اس کے سامنے آتا ہے اور وہ [illegible] رہنا سب سے اہم کام ہے اور ہمہ وقتی کام ہے۔ زبان کا کام [illegible] سے اس کو روکنا ممکن نہیں ہوتا اور ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ہے۔ [illegible] صفت کا ذکر کیا جائے، وہ ذکر میں موجود ہو تو اللہ سے اس کے تعلق [illegible] عبدالرحیم [illegible] رکھنا چاہتے۔ اگر وہ لوگوں پر اپنے معبود کی شان [illegible] رکھتا ہے۔ بندہ جو بھی کرے اللہ اس کی نیت کا بھی علم رکھتا ہے [illegible]

حاصل: تلاوت قرآن پاک بڑی مبارک مصروفیت ہے۔ [illegible] بے حیائی سے روکنا نماز کی صفت ہے۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہنا [illegible] بندے کو زیب نہیں دیتی۔ جو کام بھی کیا جائے حق کے مطابق [illegible] تقویت ملتی ہے وہ کسی دوسرے کے مان میں بھی نہیں آسکتی۔

وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ وَقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَاُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمۡ وَاحِدٌ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

اور اہل کتاب سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

ہے۔ اگر انہیں جواب بھی دینا ہو تو انہی کے استدلال کے اندر ان کی بات کا جواب موجود ہوتا ہے۔ وہی ان کے لئے موزوں جواب ہوتا ہے۔ اہل کتاب سے یہ کہنا چاہئے کہ جو کچھ ہماری طرف بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ جو کچھ تمہاری طرف بھیجا گیا تھا ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا تمہارے ساتھ یہ رشتہ ہے۔ کہ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے۔ جو لاشریک ہے۔ اور ہم اسی کو مانتے ہیں۔ آپ بھی اسی کو جانتے ہیں۔ اہل کتاب کے کسی نظریئے کی تصدیق یا تردید نہیں کرنی چاہئے۔ صرف یہ کہنا چاہئے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے وہ حق ہے۔

حاصل: مجادلہ کرنا بڑے علم والوں کا کام ہے۔ ظالم لوگوں سے بات کرنے کی بجائے ان سے اعراض کرنا بہتر ہے۔ اہل کتاب سے اپنے تعلق کو اس طرح بیان کرنا چاہئے کہ بات ان پر روشن ہو۔ یہ کہنا چاہئے۔ جو ہماری طرف بھیجا گیا ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہم اس پر بھی ایمان لائے ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور ویسے ہی ہم نے تمہاری طرف کتاب بھیجی۔ تو وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی۔ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافر ہی ہماری آیات کے منکر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور شریف نازل فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات شریف نازل فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل شریف نازل فرمائی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل فرمایا۔ اہلِ کتاب وہ لوگ ہیں جو پہلی آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں۔ انبیاء سابقین کی تعلیمات کی روشنی میں اس ذاتِ بابرکات کو دیکھتے ہیں جس پر قرآنِ پاک کا نزول ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ تو وہ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ جو اہلِ کتاب سے نہیں ہیں۔ مگر طلب ہدایت رکھتے ہیں۔ طبعی صورت یہی ہے کہ اللہ کی آیات پر ایمان لایا جائے۔ ہدایت کی طلب ہو تو اللہ کی آیات کو پانے کے بعد انہیں تسلیم کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ جو لوگ اللہ کی آیات کے منکر ہوتے ہیں وہ یقیناً کافر ہوتے ہیں۔

حاصل: اہلِ کتاب سابقہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات کی روشنی میں خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں۔ طالبِ ہدایت رکھنے والے لوگ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ کا انکار کرنے والے بلاشبہ کافر ہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور اس سے قبل آپ کوئی کتاب نہ تلاوت کرتے تھے نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ جھٹلانے والے ضرور شبہ میں پڑتے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی۔ اہل کتاب بھی آپ کو دیکھتے تھے [illegible] آپ کو دیکھتے تھے۔ آپ نے کسی آسمانی صحیفے کی تلاوت نہیں کی۔ آپ نے آسمانی کتابوں کی تلاوت [illegible] تھے۔ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا اس کا علم کسب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں [illegible] ہے کہ وہ علم لدنی کی روشنی کو پہچان سکیں۔ اگر پڑھنا لکھنا آپ کا معمول ہوتا تو جھٹلانے والے یقیناً [illegible] اظہار کرتے۔ قرآن پاک کی مثل پیش کرنے سے منکرین حق [illegible]

حاصل : قرآن پاک کے نزول سے پہلے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے [illegible] بھی نہیں تھے۔ جو حقائق و معارف آپ کی زبان پاک سے بیان ہوئے [illegible] بڑی روشن نشانیاں تھیں۔ علم کسب والے بھی علم لدنی کی شان [illegible] گنجائش اللہ نے نہیں رکھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لوگوں پر بڑی مہربانی ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

بلکہ وہ روشن آیات ہیں ان [illegible] میں جنہیں علم [illegible] ہماری آیات کا [illegible]

اہل کتاب [illegible] خاتم النبیین کی بعثت [illegible] پاک کی آیات روشن [illegible] ہیں [illegible] ان کی نشانیاں بھی بیان فرمائی گئی ہیں۔ قرآن پاک بھی ان میں سے [illegible] ہیں کہ انہیں وہ وقت نصیب ہوا [illegible] رکھنے کا ثبوت ہوتا ہے۔ اللہ کی آیات کا انکار [illegible] ہوتی ہے۔

حاصل : طالب ہدایت ہو تو حق کی روشن نشانیاں نظر آتی ہیں [illegible] جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں ان کی آنکھیں اندھی نہیں [illegible]

rfat.com

میں ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

اور کہتے ہیں آپ پر آپ کے رب کی کچھ نشانیاں کیوں نہ اتریں۔ فرما دیجئے نشانیاں تو عنداللہ ہی ہوتی ہیں. اور میں تو صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

منکرین کے نزدیک نشانیوں سے مراد. معجزات کا ظہور ہے۔ آپ سے پوچھا گیا. کہ معجزات رسالت کے ساتھ ہوتے رہے ہیں. آپ کے ساتھ معجزات کیوں نہیں اتارے گئے. تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ معجزات کا عطا کرنا اللہ کا کام ہے۔ وہ جو بھی کرتا ہے اپنے علم سے کرتا ہے۔ اسے حال کی ضروریات کا جو علم ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کو ہوتا ہی نہیں۔ اس نے معجزات سے کسی بھی حال پر علم کسب پر علم الٰہی کی فوقیت کو روشن کیا ہے۔ لوگ معجزات طلب کرتے رہے ہیں. مگر معجزات کی بےقدری کرنے پر انہیں ہلاک کر دیا جاتا رہا ہے۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ حق آپ کو سنا دوں اور انجام سے کما حقہ' آپ لوگوں کو آگاہ کر دوں. حکم الٰہی کے مطابق یہ کام کر دیا گیا ہے۔

حاصل : معجزات یقیناً علم الٰہی کی فوقیت کو ثابت کرتے رہے ہیں. مگر حق کو روشن کرنے کے لئے اور بھی نشانیاں ہوتی ہیں۔ معجزات کے انکار کے بعد اصلاحِ حال کے لئے مہلت ختم ہو جاتی ہے۔ علیم مطلق ہی جانتا ہے کس حال پر کیا بہترین ہے۔ وہ جو بھی کرتا ہے اپنے علم سے کرتا ہے. بندے کا حق یہی ہے کہ وہ امرِ الٰہی کی تعمیل میں لگا رہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے. کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ وہ ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

طالب ہدایت رکھنے والوں کے لئے یقیناً یہ کافی ہے. کہ کتاب اللہ کا نزول امی نبی پر ہوا ہے. جس کی مثل پیش کرنا منکرین حق کی اجتماعی کوشش سے بھی ممکن نہیں۔ وہ کتاب اللہ. ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔ وہ اس کے اندر بیان کردہ حقائق کو سنتے ہیں۔ اصلاحِ حال کے لئے جو کچھ بھی ضروری ہے. وہ اللہ نے اپنے علمِ مطلق سے اس کتاب میں رکھا ہے۔ اس کے اندر رحمت بھی ہے. اس میں نصیحت و یاد دہانی بھی ہے. اور اس رحمت و نصیحت سے فائدہ بھی اٹھایا جا رہا ہے۔ جو لوگ حق کو مانتے

ہیں، ان کا رخ درست ہو جاتا ہے۔ جن کا رخ درست ہو جاتا ہے، ان کے لئے قرآن پاک اپنی نعمت ہے، جس میں ماننے والے کی فلاح کی سند موجود ہے۔

حاصل : طلبِ ہدایت ہو تو حال پر اللہ تعالیٰ کی مطابقت پوری معلوم ہوتی ہے۔ ایمان لانے والے لوگ اپنے حال سے یہ گواہی دے رہے ہیں، کہ انہوں نے اللہ کی رحمت سے اور اس کی نعمت سے فیض پایا ہے، اور پا رہے ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں فرمایا ہے۔
طسٓ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ① هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ②
یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں، ہدایت و بشارت مومنین کے لئے۔

قُلْ كَفَىٰ بِٱللَّهِ بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْبَٰطِلِ وَكَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٥٢﴾

فرما دیجئے، میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے، جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لائے اور اللہ سے کفر کیا وہی خسارے والے ہیں۔

اللہ کا فرمان علم مطلق سے ہے، اس لئے اس کی گواہی بھی بے مثل ہے۔ اس کی گواہی یہ ہے کہ [illegible] طرف سے آیا ہے، اسی کی طرف مراجعت کرے گا۔ اس مرجع کے نتیجہ [illegible] اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی [illegible] پیدا کردہ ہے۔ اس لئے کسی بھی شے کا درست استعمال وہی ہوگا جو اللہ نے [illegible] ماننے سے بچ نہیں سکتے۔ جو باطل کو مانتا ہے، وہ اللہ کا انکار کرتا ہے [illegible] آخرت میں بھی اسے خسارے سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ کی عطا [illegible] ہو اور آخرت میں وہ سب کچھ خسارے کا باعث ہو، قطعاً ناممکن ہے۔

حاصل : اللہ کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہے۔ [illegible] کا انکار کرنے والے باطل پر ایمان لانے سے بچ نہیں سکتے۔ اللہ کا انکار [illegible] خسارے میں ہوتا ہے، آخرت میں بھی خسارے میں رہے گا۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِٱلْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَآ أَجَلٌ مُّسَمًّى

اور آپ سے عذاب کے لئے جلدی کرتے

Marfat.com

لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ہیں۔ اور اگر ایک اجلِ مسمّیٰ نہ ہوتی، ان پر عذاب آجاتا۔ اور وہ ان پر اچانک آئے گا اور انہیں شعور بھی نہ ہو گا۔

خلافِ حق کرنے کے انجام سے منکرینِ حق کو ہمیشہ ڈرایا جاتا رہا ہے۔ اس کے جواب میں وہ یہ مطالبہ کرتے رہے ہیں، کہ جس عذاب سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے وہ آ کیوں نہیں رہا، وہ جلدی آئے تو ہم اس کو دیکھیں۔ اللہ نے جو بھی کیا ہے وہ اپنے حکم سے کیا ہے۔ کس کو کس قدر مہلت دینی ہے۔ یہ بھی اللہ جانتا ہے۔ اتمامِ حجت کی باقی صورتیں کیا ہوں گی۔ یہ بھی اللہ ہی جانتا ہے۔ حق کا انکار کرنے والوں پر عذابِ الٰہی اچانک آئے گا، اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو گا۔ وہ اس طرح پکڑ لئے جائیں گے کہ ندامت ان پر چھا رہی ہوگی اور وہ بالکل بے بس ہوں گے۔

حاصل : عذاب کے لئے جلدی مچانا منکرینِ حق کی ایک نشانی ہے۔ عذابِ الٰہی اللہ کے حکم سے آتا ہے، اچانک آتا ہے، اور حق کا انکار کرنے والوں کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ۙ

آپ سے عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں، اور بے شک جہنم کافروں کا احاطہ کر رہی ہے۔

عذابِ الٰہی کے لئے جلدی مچانے والے یہ نہیں دیکھتے، کہ ان کو جو متاعِ حیات دی گئی ہے، وہ بھی استعمال ہو رہی ہے، عمل کے لئے دیا گیا وقت بھی گزر رہا ہے، گزرا ہوا وقت لوٹ کر بھی نہیں آتا، پھر جزا کا انکار کب کسی کو جزا سے بچا سکتا ہے۔ خلافِ حق کرتے ہوئے منکرینِ حق اپنے جلانے کا سامان جمع کرتے رہتے ہیں۔ اس احاطے سے نکل جانا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اس طرح دوزخ ان کا احاطہ کر رہی ہوتی ہے۔

حاصل : عذابِ الٰہی کے لئے جلدی مچانے والے، دوزخ کے احاطے میں گھر چکے ہوتے ہیں، اور وہ احاطہ ان پر تنگ ہو رہا ہوتا ہے، حتیٰ کہ انہیں اچانک پکڑ لیا جاتا ہے۔

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

جس دن عذاب ان کے اوپر سے انہیں ڈھانپ لے گا اور ان کے پاؤں کے نیچے سے، اور فرمایا جائے گا چکھو جو عمل تم کرتے تھے۔

جزا کا انکار کرنے والے اپنے اعمال کی جزا بصورت عذاب اس طرح پائیں گے کہ عذاب ان کو اوپر سے بھی ڈھانپ رہا ہوگا، ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی ان کو لپیٹ رہا ہوگا۔ عمل، عامل کو گھیر رہا ہوگا تو عامل سے پوچھا جائے گا کہ یہ وہی حق نہیں ہے اور یہ وہی مقام نہیں ہے جس سے تم کو آگاہ کیا گیا تھا۔ وہ کہے گا، یقیناً ایسا ہی ہے۔ فرمایا جائے گا تو چکھو اپنے عمل کی جزا۔

حاصل : جس کا اوڑھنا بچھونا خلاف حق ہو، جو جزا کا انکار کرتا چلا جائے اسے عذاب اوپر سے ڈھانپ لے گا، اس کے پاؤں کے نیچے سے بھی اس کو گھیر لے گا۔ اس وقت معبود حقیقی کی طرف دیکھا جائے گا تو وہ فرمائے گا، یہی تمہارے اعمال کی جزا ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، بے شک میری زمین وسیع ہے، تو میری ہی بندگی کرو۔

عبد اور معبود کا طبعی تعلق ہمیشہ عبد کی غفلت سے متاثر ہوتا ہے۔ جب عبد غفلت سے [illegible] اسے معبود ہی نظر آتا ہے۔ وہ مقامات جہاں اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنے میں مشکل حالات [illegible] موجود ہوتی ہیں۔ مگر یہ یقین بھی ہونا چاہئے کہ اللہ کی زمین وسیع ہے اس کے [illegible] ہجرت کا مقصد خلوت و جلوت میں اللہ کی بندگی ہی ہونا چاہئے۔ اللہ کی بندگی [illegible] اللہ کی بندگی کے مقابل پھر سہولتوں کو دیکھتے ہوئے [illegible]

حاصل : ایمان والے ناگزیر سے محبت رکھتے ہیں۔ اس [illegible] کی بندگی کے مقابل مومنین کو کچھ عزیز نہیں ہونا چاہئے۔ [illegible] کر سکتا ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہو سکتا۔ معبود پر توکل [illegible] یہی صورت ہے اور اس کے بغیر مشکل مقامات سے [illegible]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے [illegible] ہماری طرف ہی مراجعت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کو تخلیق فرمایا ہے [illegible] بطریق احسن ادا کیا جائے۔ حیات دنیا میں [illegible] مطابق رہتا ہے [illegible]

Marfat.com

خوف و حزن سے بچ جاتے ہیں. دوسرے طریقے کے مطابق رہنے والے خوف و حزن میں مبتلا رہتے ہیں۔ واپسی تو سب کی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوتی ہے. خلاف حق کرنے والے کس ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

حاصل : موت سے کسی کو مفر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے سے بچنا محال ہے۔ پھر عقل یہی تقاضا کرتی ہے. کہ زندگی میں اللہ کی عطا کردہ توفیق کو طبعی طریقے پر استعمال کرتے ہوئے فلاح پانے والوں میں شمار ہونے کی سعادت حاصل کی جائے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے. ہم انہیں جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا اجر ہے عاملین کا۔

ایمان کا دعویٰ تکرار سے نہیں. صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ جو لوگ حیات دنیا میں اپنی خواہشات کے دائرے سے نکل جاتے ہیں. ان کا مقام یہاں بھی بلند ہوتا ہے. آخرت میں بھی بلند ہو گا۔ ان کے لئے ان کے درجے کے مطابق جگہ ہوگی۔ وہ جنت کے بالاخانوں میں ہوں گے. اور ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ زیرِ زمین پانی کے خاص حد کے اندر رہنے سے زمین زندہ رہتی ہے۔ زیرِ زمین پانی اگر سطحِ زمین کے بہت قریب آ جائے تو بھی زمین کی قوت روئیدگی قائم نہیں رہتی. اور سطحِ زمین سے بہت نیچے چلا جائے تو بھی قوت روئیدگی قائم نہیں رہتی۔ جنت میں دائمی بہار کی صورت ہوگی۔ جنتی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ جو کچھ عاملین کو حیات دنیا میں ملا وہ فانی تھا. انہوں نے فانی اشیاء کو حق کے مطابق استعمال کرنے کا صلہ دائمی انعام کی صورت میں پایا۔ اس سے اچھے اجر کا اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا. کہ یہ سب سے بہتر اجر دینے والے کی طرف سے دیا گیا اجر ہے۔

حاصل : ایمان کے دعوے کو صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت کرنا چاہئے۔ جنت میں حق کو ماننے والوں کا مقام ان کے درجے کے مطابق ہو گا۔ دائمی بہار میں زیرِ زمین پانی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ فانی اشیاء کو حق کے مطابق استعمال کرنے کا اجر دائمی انعام کی صورت میں ملے گا۔ یہ بہت خوب اجر ہو گا. کہ سب سے بہتر اجر دینے والے کی طرف سے ہو گا۔

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۵۹

جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کیا۔

at.com

ایمان والے جو صالح عمل کرتے ہیں۔ جنہیں ان کے اعمال کا خوب اجر دیا جائے گا۔ ان کی دو صفات [illegible]
صبر اور توکل۔ صبر یہ ہے کہ اپنے حال پر وارد ہونے والے دکھ کو باذن اللہ مانا جائے اور تعلق مع اللہ کی شان [illegible]
توکل یہ یقین رکھنا ہے کہ حق کی احسن ادائیگی کے لئے جو حال پر درکار ہے وہ [illegible]
طرف سے عطا ہوتا رہے گا۔ صبر اور توکل بندے کی شان کو بڑھاتے ہیں۔ مشکل مقامات پر [illegible]
احسان کرتا ہے کہ وہ اس کا اتباع کرتے ہوئے سلامتی کے ساتھ مشکل مقامات سے گزر جاتے ہیں۔

حاصل : صبر و توکل بندے کی شان کو بڑھاتے ہیں۔ مشکل مقامات پر [illegible]
ثابت کرتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٦٠

اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنے رزق کو اٹھائے نہیں رکھتے۔ اللہ انہیں رزق دیتا ہے اور تم کو بھی۔ اور وہی سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

رزق کے لئے بے چینی انسان کا ایک مسئلہ ہے۔ مشاہدے سے [illegible]
میں مسلسل اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں بھی زندگی ہے وہاں رزق کا مسئلہ [illegible]
اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے۔ تمہیں بھی اللہ ہی رزق دیتا ہے۔ [illegible]
ساتھ ہو تو بھی اللہ دیتا ہے اور اسے علم ہوتا ہے کہ زندگی کی ضرورت [illegible]
اگر یہ یقین ہو کہ جو کچھ نہیں کرتے وہ [illegible] خالق کی طرف سے بھی [illegible]
ہے تو پھر بے چینی نہیں ہونی چاہئے۔ خواہشات سے [illegible]

حاصل : جانوروں کا مشاہدہ کرنا چاہئے۔ ان کی ضروریات [illegible]
ضروریات زندگی کا ان کی ضروریات زندگی سے تقابل کرنا چاہئے۔ [illegible]
ساتھ رکھنا درست نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہو اسے ساتھیوں سے [illegible]
سلامتی کو بھی دیکھا جائے۔ ہر ایک کو رزق دینا اللہ کی شان ہے۔ [illegible]
سے دیکھئے تو اللہ کی شان کا پتہ چلتا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ ارض و سماوات کو کس نے تخلیق کیا ہے اور شمس و قمر

اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾

کو کس نے مسخر کیا ہے، کہیں گے اللہ نے.
پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا دعویٰ کرنا صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔ ان کے خالق ہونے کا دعویٰ نہ کسی دوسرے نے کیا ہے، نہ کوئی دوسرا کبھی کر سکتا ہے۔ شمس و قمر کے خالق ہونے کا دعویٰ بھی اللہ کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ شمس و قمر اس کائنات میں جو اہمیت رکھتے ہیں، وہ روزمرہ مشاہدے میں آنے والے حقائق سے ہے۔ اللہ کے امر سے ہی یہ اپنے اپنے دائروں میں کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ رزق کے تمام اسباب اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ جب یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر خلافِ حق رزق کے جمع کرنے کی فکر کو بھی ختم ہو جانا چاہئے۔ اللہ نے جو بنایا ہے، استعمال کرنے والوں کے لئے بنایا ہے۔ ہم سے بنایا ہے اور وہ اپنے لئے کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

حاصل : رزق کا تعلق ارض و سماوات اور شمس و قمر سے ہے، اور ان کا خالق اللہ ہے۔ جب اللہ ہی ہماری ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے، وہی قادرِ مطلق ہے، وہی رزق دینے والا ہے تو پھر خلافِ حق رزق کے جمع کرنے کی سوچ کا جواز تو کچھ بھی نہیں ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾

اللہ رزق میں بسط دیتا ہے اپنے بندوں سے جس کے لئے چاہے اور تنگی دیتا ہے جس کے لئے چاہے، بے شک وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

رزق کو بڑھانا یا تنگ کرنا اللہ کا کام ہے۔ وہ جس کے لئے چاہے اپنے علم سے اس کے رزق کو بڑھا دیتا ہے، جس کے لئے چاہے اپنے علم سے اس کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔ اللہ کا کام ہمیشہ بڑے علم سے ہوتا ہے۔ اس میں بندے کی فلاح یقیناً موجود ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہوئے جو رزق حاصل کیا جائے گا وہ ناپاک ہو گا اور اللہ کا دیا ہوا نہیں ہو گا۔ ایسا رزق حاصل کرنے کی کوشش بندے کو راہِ حق سے ہٹا دیتی ہے۔

حاصل : رزق کو بڑھانے والا بھی اللہ ہے، تنگ کرنے والا بھی اللہ ہے۔ وہ سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ وہ بندے کے لئے جو کچھ بھی کرتا ہے اسی میں بندے کی بھلائی ہوتی ہے۔ خلافِ حق کر کے رزق کو بڑھانے کی کوشش بندے کو صریحاً خسارے میں ڈالتی ہے، ہوتا پھر بھی وہی ہے، جو اللہ چاہے۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۤءِ مَاۤءً

اور تم ان سے سوال کرو کہ کس نے

t.com

فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾ ع

آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا۔ تو یقیناً وہ کہیں گے کہ اللہ نے۔ فرما دیجئے تمام تعریف اللہ ہی کی ہے۔ بلکہ ان کے اکثر عقل نہیں کرتے۔

آسمان سے بارش کا برسنا زمین کو زندہ رکھنے کی صورت ہے۔ جب زمین اگانے کی صلاحیت سے خالی ہو [illegible] زمین کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آسمان کے پانی سے زندہ کر دیتا ہے۔ اور یہ کام اللہ کی [illegible] مبارک پانی سے زندہ کرنے والا اللہ ہی ہے۔ تمام تعریف اسی کی ہے۔ یہ اس کی شان ہے [illegible] کا کوئی شریک نہیں۔ عقل کرنے والے لوگوں کو اپنا فطری تضاد دور کرنے میں [illegible] یک سوئی حاصل ہوتی ہے۔ اگر یک سوئی حاصل نہ ہو تو یہ عقل نہ کرنے کا ثبوت ہے۔

حاصل : جو اللہ مردہ زمین کو باران رحمت سے زندہ کر سکتا ہے، وہ یقیناً موت کے بعد [illegible] دینے پر قادر ہے۔ عقل کرنے والے لوگوں کو اپنا فطری تضاد دور کرنے میں [illegible] چاہئے۔ یک سوئی کا حصول طبعی طور پر عقل کرنے کی علامت ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (۵:۳۵) میں فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٥﴾

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے [illegible] کے حکم سے فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾

اور یہ حیات دنیا تو [illegible] بے شک دار آخرت [illegible] علم ہو۔

منکرین حق یہ سمجھتے ہیں کہ حیات دنیا ہی سب کچھ ہے [illegible] کے ان پر یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ حیات دنیا تو کھیل اور تماشا ہے۔ [illegible] آزادی دی گئی ہے۔ زینت حیات دنیا کے حصول میں لوگ بڑے انہماک [illegible] طرف نہیں آتے۔ [illegible] طریق زندگی نہیں بناتے۔ آخرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ [illegible] ہوگی۔ حیات دنیا میں اختیار کردہ [illegible] آخرت میں دی جائے گی۔ [illegible] دائمی راحت کے مقام پر ہوں گے۔ [illegible]

یقیناً دارِ آخرت بڑی زندگی ہے۔ اس کا علم تبھی ہو سکتا ہے جب لھو و لعب کے دائرے سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔ من مانی کرنے کی بجائے حق کو اپنا طریقِ زندگی بنایا جائے۔ سنجیدگی زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرے۔ وقت کے محدود ہونے کا یقین ہو۔ عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے بارے میں یہ احساس ہو کہ اس کا ایک حصہ گزر چکا ہے۔ اس کا کچھ حصہ باقی ہے اور اصلاح حال کی توفیق صرف حال سے تعلق رکھتی ہے۔

حاصل: حیات دنیا لھو و لعب ہی ہے۔ اس کو سنجیدگی کے ساتھ گزارنا عقل والوں کی طریقت ہے۔ آخرت کی زندگی کے بعد موت کا مقام نہیں ہوگا، وہ دائمی زندگی ہوگی۔ دائمی پاک دامنی والے دائمی انعام پائیں گے۔ خلافِ حق کرنے والے دائمی خسارے میں پڑیں گے۔ حقائق کا علم اسے ہی ہو سکتا ہے۔ جو لھو و لعب کے دائرے سے نکلنے کی کوشش کرے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾

پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں، اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اسی کے دین کے ہو کر، تو جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے، جبھی وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

حیات دنیا کی لھو و لعب میں سرگرداں لوگ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور وہ خود کو خطرات میں گھرا ہوا دیکھتے ہیں، تو ان کی سوچ وقتی طور پر بدل جاتی ہے۔ وہ اللہ کی مخلصانہ اطاعت کا عہد کرتے ہیں۔ اس عہد کے ساتھ سنجیدگی اسی قدر ہوتی ہے۔ کہ جب وہ خطرات کے گھیرے سے نکال دیئے جاتے ہیں، جبھی وہ شرک کی پرانی ڈگر پر آجاتے ہیں اور ان کی پسند کے مقابل انہیں کچھ اہم نظر نہیں آتا۔

حاصل: حیات دنیا کی لھو و لعب میں منہمک لوگ، خطرات میں گھر جائیں تو اللہ کی مخلصانہ اطاعت کا عہد کرتے ہیں۔ جب خطرات سے نکال دیئے جائیں، تو شرک کرنے لگتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

کہ ہماری عطا کی ناشکری کریں اور مزے اڑاتے رہیں، تو عنقریب وہ جان لیں گے۔

شرک کرنے والے، عطاء الٰہی کی ناشکری کرتے ہیں اور من مانی کرنے کے دائرے میں پھنسے رہتے ہیں۔ اللہ کی عطا کو خلافِ حق استعمال کیا جائے۔ تو یہ قطعاً ناشکری ہوگی۔ ناشکری سے کبھی راحت حاصل نہیں ہوتی، وقتی طور پر فرحت ہو سکتی ہے۔ مزے اڑانے والے ہمیشہ غافل ہوتے ہیں۔ فانی اشیاء کا خلافِ حق استعمال اور وہ بھی ایک محدود وقت کے لئے انہیں دائمی دکھ میں ڈال دیتا ہے۔ وقت تو گزر رہا ہے، کچھ ہی باقی ہے، اس لئے عنقریب انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ خسارے میں جا

t.com

پڑے ہیں۔ مگر جب اصلاحِ حال کے لئے مہلت موجود نہ ہو تو پھر اصلاح کی حسرت ہی رہ جاتی ہے۔

حاصل : مشرک۔ اللہ کی عطا کی ناشکری کرنے میں اور مزے اڑانے میں لگے رہتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خسارے کو اپنے لئے مقدر کر چکے ہیں۔ تو اصلاحِ حال کے لئے دیا گیا وقت ختم ہونے والا ہوتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ایک جگہ حرمت والی اور امان والی ٹھہرائی ہے اور ان کے ماحول سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ تو کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران کرتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کو اللہ نے حرمت والی جگہ ٹھہرایا ہے۔ اس واسطے اسے امن والا ٹھہرایا ہے۔ [illegible] جگہ کی حرمت کی قدر کرنی چاہئے۔ اس کے جائے امن ہونے کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ [illegible] مکہ مکرمہ کی حرمت کو لوگ مانتے تھے۔ اللہ کی اس نعمت کی قدر کرنے کا تقاضا تھا [illegible] ادا کیا جائے۔ حق کو مانا جائے۔ جب حق کے مقابل باطل کو مانا جائے۔ تو اسے یقیناً کفران [illegible]

حاصل : مکہ شریف۔ حرمت والی جگہ ہے۔ امان والی جگہ ہے۔ اس [illegible] کرنے کے لئے بندگی کا حق بطریقِ احسن ادا کرنا چاہئے۔ کفرانِ نعمت [illegible] نہیں کرتے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ سے افترا باندھے یا حق کی تکذیب کرے جب وہ اس کے پاس پہنچے۔ کیا جہنم ہی کافروں کا ٹھکانا نہیں۔

اللہ کے بارے میں جھوٹ کہنا انتہائی ظلم ہے۔ اور ایسے مفتری و ظالم [illegible] وسلم کی زبان پاک سے بیان ہو [illegible] تک پہنچ گیا تو [illegible] حق کی تصدیق [illegible] روشنی میں دیکھنا بھی نصیب ہوا [illegible]

اس کو اپنے لئے باعث خسران بنالینا بھی انتہائی ظلم ہے۔ ایسے ظالموں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ جو برائی کو جلانے کی جگہ ہے۔

حاصل : ظلم کو پہچاننا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ سے بچنا چاہئے۔ حق کی تائید کرنا۔ حق کو ماننا۔ ادب سے اس کو بطریق احسن ادا کرنا بھلے لوگوں کی نشانی ہے۔ خلاف حق کرنے والوں کا انجام جہنم ہی ہو گا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ ۶۹

اور جن لوگوں نے ہمارے لئے جہد کیا، ہم انہیں اپنی راہیں بجھا دیں گے، اور بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

جو لوگ حق کی احسن ادائیگی کو اپنا حال بنالیتے ہیں، وہ مصائب و آلام کو باذن اللہ جانتے ہوئے صبر کرتے ہیں۔ اللہ کی رضا کو مقصود جانتے ہوئے جہد مسلسل میں لگے رہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جارہا ہے۔ یہی دیکھتے ہیں کہ ان پر کیا حق عائد ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نوازا جاتا ہے کہ ان کی ہر حال پر مدد کی جاتی ہے۔ انہیں درست راہوں کی طرف چلایا جاتا ہے۔ انہیں اطمینان قلب حاصل ہونے لگتا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ کے "ساتھ" کا انعام پاتے ہیں۔ یہ "ساتھ" انہیں حال پر نصیب ہوتا ہے۔ اسی حال کا مستقبل بنے گا۔ یہی "ساتھ" انہیں آخرت میں بھی نصیب ہو گا۔

حاصل : اللہ کے لئے جہد کرنا پاک لوگوں کی طریقت ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ حال پر اپنی راہیں بجھا دیتا ہے۔ اللہ کا ساتھ نصیب ہو جائے تو اس سے بڑی کوئی راحت نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا "ساتھ" محسنین کے "ساتھ" سے ملتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان (31) میں فرمایا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ ۲ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ ۳

یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔ جو محسنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہیں۔

سُورَةُ الرُّومِ

آیاتها ٦٠ — رکوعاتها ٦

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓ ۝١ — حروف مقطعات

یہ حروف مقطعات ہیں۔ [illegible]
کے مطابق پڑھنا حق ہے۔

حاصل : [illegible]
بولتے ہیں۔

غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۝٢ — رومی مغلوب ہو گئے۔

[illegible]

حاصل : [illegible]

فِيۡۤ اَدۡنَى الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ ۝٣ — [illegible]

[illegible]

rfat.com

رکھتے ہوئے. یہ ماننا بہت مشکل تھا۔

حاصل : اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی خوشی اپنی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ اسباب. اللہ کے حکم تحت ہوتے ہیں۔ حکم پہلے ہوتا ہے. اسباب اس کے مطابق بنتے چلے جاتے ہیں۔

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④

چند برسوں میں۔ امر اللہ ہی کا ہے قبل بھی اور بعد بھی۔ اور اس دن مومنوں کو خوشی ہو گی۔

وہ لوگ جو رومیوں کے مغلوب ہونے پر بہت خوش تھے. انہیں یہ بتایا گیا. کہ چند برسوں میں یہ مغلوب رومی تمہیں فاتح نظر آئیں گے. اور کوئی ایسا نہیں ہے. جو اللہ کے امر میں حائل ہو سکتا ہو۔ جن حالات میں یہ فرمایا گیا. ان حالات میں یہ بات مشرکین عرب کو ناقابل تصور نظر آتی تھی. کہ رومی دوبارہ کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو اس کے مطابق تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ جب رومیوں کی شکست. مومنین کے لئے دکھ کا باعث تھی تو ان کی فتح سے مومنین کو خوشی بھی ہوئی تھی۔

حاصل : حالات کی شکل امر الٰہی کے تابع ہوتی ہے۔ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ جس کی شکست. تکلیف دہ ہو. اس کی فتح سے خوشی بھی ہوتی ہے۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤

اللہ کی نصرت سے۔ نصرت فرماتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اور وہی عزت والا. رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کی مدد یہ شان رکھتی ہے. کہ اس کے مقابل کوئی تعداد. کوئی سامانِ حرب. کوئی تیاری اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اللہ کی مدد. اللہ کے علم سے ہوتی ہے۔ وہ جسے چاہے مدد دیتا ہے۔ جسے وہ مدد دیتا ہے. اس کی عزت بھی بڑھاتا ہے. اس پر رحم بھی فرماتا ہے۔

حاصل : اللہ کی مدد کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے. اور عملاً وہ کام کرنے چاہئیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ ہم جس کی مدد کریں. حق کے حوالے سے کریں. تو ہم اللہ کے ساتھ ہیں۔ جس کی مدد کی جائے اس کی عزت افزائی کرنا اور اس پر رحم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶

اللہ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ اپنے وعدے
کے خلاف نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ علم
نہیں رکھتے۔

رومیوں کے غلبے کے ساتھ، مومنوں کی خوشی کا وعدہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں [illegible] لوگ اسباب کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ وہ علم سے بات نہیں کرتے۔ اسباب کی [illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کام کا عنوان بنا دیا جاتا ہے۔ تو اسباب اس کے مطابق بنتے چلے جاتے ہیں [illegible] ہیں، وہ بھی اسباب کے حوالے سے حق کو نہیں مانتے۔ یہی بے علم والے ہوتے ہیں۔

حاصل: ہمارے وعدے کو پورا ہونا چاہئے۔ وعدہ خلافی اللہ سے [illegible] چاہئے۔ حق کے حوالے سے بات کرنے والے علم والے ہوتے ہیں۔ [illegible] والے علم والے نہیں ہوتے۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ
وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

حیات دنیا کے [illegible]
وہ آخرت سے غافل ہیں۔

حیات دنیا میں ظاہری اسباب کی [illegible] علم [illegible] [illegible] نہیں ہوتا۔

حاصل: حیات دنیا کے ظاہری اسباب کی [illegible] علم والا نہیں ہوتا۔ اس کی اطاعت [illegible]

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

کیا انہوں نے اپنے آپ میں [illegible]
اللہ نے آسمانوں اور زمین [illegible]
[illegible]
[illegible]

النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

بے شک کثیر لوگ اپنے رب سے ملنے کو نہیں مانتے۔

اپنے اندر تفکر کرنے سے یہ نظر آنا چاہئے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ آسمان بھی اسی نے بنائے ہیں، اور ان کا ہمارے ساتھ وہ تعلق ہے جو ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے مگر پوری طرح ہمارے احاطۂ علم میں نہیں ہے۔ زمین بھی اسی نے بنائی ہے اور اس سے ہمیں جو کچھ ملتا ہے اس کی اہمیت مسلمہ ہے مگر اس کے بارے میں بھی پورا علم ہمیں نہیں ہوتا۔ آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ ہے وہ بھی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ جس وقت میں کوئی شے اپنا مقصد تخلیق پورا کرتی ہے، وہی وقت اس کے لئے اجلِ مسمّٰی ہوتا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں بھیجا گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس بھی جائے گا۔ جو وقت کسی بندے کے لئے اللہ نے رکھا ہے وہی وقت اس کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ اس کو بڑھانے پر بھی قادر ہے، گھٹانے پر بھی قادر ہے۔ مگر وہ جو بھی کرتا ہے اپنے علم سے کرتا ہے۔ جس کو یہ یقین ہو کہ اسے اپنے رب سے ملنا ہے، وہ مقصدِ حیات سے غافل نہیں رہ سکتا۔ وہ وقت کو کھیل تماشے میں ضائع نہیں کر سکتا۔ جب کثیر لوگ اپنے مقصدِ حیات سے غافل ہوں اور کھیل تماشے میں پڑے ہوئے ہوں تو یقیناً وہ اپنے رب سے ملنے کا یقین نہیں رکھتے۔

حاصل: اپنے اندر تفکر کرنا چاہئے۔ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے مابین جو کچھ ہے، اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔ ان کو دیکھنا چاہئے۔ اپنے مقام کو اور مقصدِ حیات کو دیکھنا چاہئے۔ اس وقت کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے جو ہمیں دیا گیا ہے، اور جس کا کچھ ہی حصہ باقی ہے۔ اپنے رب سے ملنے کا یقین ہمارے عمل میں نظر آئے تو پھر بندگی کا حق ادا ہوتا ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ﴿۹﴾

اور کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ نظر کرتے ان سے پہلے لوگوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔ وہ قوت میں ان سے اشد تھے۔ انہوں نے زمین کو جوتا اور آباد کیا ان کے آباد کرنے سے زیادہ۔ اور ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ تو اللہ کی شان نہیں تھی کہ ان پر ظلم کرتا، ولیکن وہ خود ہی

at.com

اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

زمین میں سیر کرنے کا منشاء یہ بتایا گیا ہے کہ پچھلے لوگوں کے انجام کو دیکھا جائے ان کے اپنی طاقت [illegible]
ان کے کام ان کے آثار سے نظر آتے ہیں۔ اپنی کارکردگی کا ان سے [illegible]
کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے۔ اپنی قوت کا ان کی قوت سے [illegible]
والے تھے بہت مختلف تھی۔ ان کے کام میں قوت تھی۔ انہوں نے زمین [illegible]
رہتے کہ مرسلین نے اپنے مقصد حیات کے متعلق [illegible]
رہے۔ وہ خلاف حق تھا وہ ظلم تھا۔ اس ظلم کے نتیجے میں وہ [illegible]
کرتا ہی نہیں۔ جب وہ اپنے ظلم کے انجام سے بچ نہیں سکے [illegible]
بچ سکے گا۔

حاصل : زمین میں سیر کرنے کا منشاء بیان فرمایا ہے۔ [illegible]
ہے۔ پچھلے لوگوں کے انجام سے سیکھا جائے۔ اپنی طاقت [illegible]
کارکردگی کا ان کی کارکردگی سے تقابل کیا جائے تو اپنا انجام [illegible]
کرنے کا انجام تباہی ہی ہو سکتا ہے۔

ع ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ
أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جو خلاف حق کرتے ہیں ان کا انجام [illegible]
کو ان سے بچنے کی توفیق نہیں ملتی [illegible]
مذاق اڑاتے ہیں وہ شیطان سے [illegible]
ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر توکل [illegible]
اپنی جانوں کے لئے [illegible]

حاصل : برا کرنے والوں کی عاقبت [illegible]
بچنا ضروری ہے۔ شیطان کے قبضہ سے بچنا [illegible]
توکل کرتے ہیں۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والوں [illegible]

Marfat.com

عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

شہادت : سورۃ یونس (10) میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾

بلکہ انہوں نے اس کی تکذیب کی جس کے علم پر احاطہ نہ پایا، اور ابھی انہوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا۔ ایسے ہی ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا، تو نظر کرو ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾

اللہ ہی پہلی بار خلق فرماتا ہے پھر اعادہ فرمائے گا، پھر اسی کی طرف مراجعت کرو گے۔

خالق کل ہونے کا دعویٰ بھی اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔ جس نے خلق کو پہلی بار بنایا ہے، اور اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اس کے لئے دوبارہ بنانے میں کوئی مشکل نہیں ہو سکتی۔ انسان کی پہلی پیدائش میں بھی اس کی پسند کو کوئی دخل نہیں ہوتا، دوبارہ بنانے میں بھی اس کی پسند کو کوئی دخل نہ ہو گا۔ جب صور پھونکا جائے گا، جبھی وہ اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے نکلیں گے۔ اس وقت وہ اعتراف کریں گے۔ یہ ہے وہ جس کا الرحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا، اور مرسلین بالکل سچے تھے۔ مگر اس وقت حق کو ماننا نفع نہ دے گا، کہ حق کے انکار کی گنجائش ختم ہو چکی ہو گی۔

حاصل : جس نے پہلے خلق فرمایا ہے، وہی صانع دوبارہ بنانے کی یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف ہی جانا بھی ہو گا۔ غفلت بندے کو زیب نہیں دیتی۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٢﴾

اور جس دن ساعت قائم ہو گی، مجرموں کی آس ٹوٹ جائے گی۔

اللہ کی طرف مراجعت کا عدم یقین انسان کو مجرم بناتا ہے۔ جس دن ساعت قائم ہو گی تو انسان کے ظن گمان سے بنے ہوئے جالے سب ٹوٹ جائیں گے، اور وہ کچھ ہو جائے گا، جس کا انکار کرتے کرتے سب کچھ ضائع کر لیا گیا ہو گا۔ اب اصلاح کی طرف آنے کا راستہ بھی نہیں ملے گا، اور آس ٹوٹ جائے گی۔ اللہ کی شان دیکھئے، کہ اس دن کو خلافِ حق کرنے والوں کے لئے یوم حسرت فرمایا گیا ہے، اور اس کے متعلق صراحت کے ساتھ آگاہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حاصل : مراجعت اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور ہو گی۔ اس کا یقین ہو جائے تو پھر جرم کرنے سے رک جانا بھی ضروری ہے۔ جب من مانی کرنے کا امکان ختم ہو جائے تو خلافِ حق کرنے والے کی آس ٹوٹ جاتی ہے۔

Marfa

وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَآئِهِمْ شُفَعَٰٓؤُا۟ وَكَانُوا۟ بِشُرَكَآئِهِمْ كَٰفِرِينَ ﴿۱۳﴾

اور ان کے شرکاء میں سے کوئی ان کے شفیع نہ ہوں گے، اور وہ اپنے شرکاء کا انکار کریں گے۔

مشرکین حق واضح ہونے کے بعد بھی وہ شرک کرتے ہیں [illegible] وہ علم نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] اپنے گمان میں وہ جن کو اپنا شافع جان کر اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں [illegible] مشرکین ان کی نفی کرتے ہیں کہ جن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے [illegible] اور اصلاح کے لئے ان کی مہلت ختم ہو چکی ہوں۔

حاصل: اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ [illegible] کی بات ہوگی۔ جب خسارہ سامنے ہوگا [illegible] کریں گے، جن کی بندگی میں ان کی [illegible] ہوں۔

وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ﴿۱۴﴾

اور جس دن ساعت قائم ہوگی [illegible] وہ متفرق ہو جائیں گے۔

قیامت کے قائم ہونے [illegible]
[illegible]
حاصل [illegible]
[illegible]
کرتے ہیں۔

حاصل: ساعت کے قائم ہونے [illegible] راہ اختیار کرنے کی آزادی [illegible] ہیں۔ قیامت کے قائم ہونے کے بعد [illegible]

فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَهُمْ فِى رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿۱۵﴾

تو وہ جو ایمان لائے اور [illegible] تو باغ میں ان کی [illegible] ہوں۔

rfat.com

حق کو ماننے کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت کے ساتھ سچا ثابت ہوتا ہے۔ ایمان والے اپنے دعوے کو صالح اعمال سے سچا ثابت کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کا یہ مرتبہ ہو گا۔ کہ جو وہ چاہیں گے وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جائے گا۔ اور یہ لوگ دائمی راحت کے مقام پر ہوں گے۔

حاصل : ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کے ساتھ ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ جو لوگ اس دعوے کو سچا ثابت کر دیں گے۔ قیامت کے دن ان کی خاطر داری باغ میں ہوگی۔ ان کو وہ عطا ہو گا۔ جو وہ چاہیں گے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات اور آخرت کی تکذیب کی۔ تو وہی عذاب میں پکڑے ہوئے حاضر ہوں گے۔

حق کا انکار کرنے والے کافر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی آیات کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ جب حیاتِ دنیاں صورت میں دی گئی مہلت ختم ہوگی۔ تو وہ مجرموں کی طرح عذاب میں پکڑ لئے جائیں گے۔ اور اسی طرح حاضر کیے جائیں گے۔ جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے لئے اللہ نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حاصل : کافر، اللہ کی آیات کو بھی نہیں مانتے۔ آخرت کو بھی نہیں مانتے۔ ان کو مجرموں کی طرح پکڑ کر یہاں سے لے جایا جائے گا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾

تو اللہ کی پاکی بیان کرو۔ جب شام کرو اور جب صبح کرو۔

حق کو ماننے والوں کے لئے یہ تاکید ہے کہ اللہ کی تسبیح بیان کی جائے۔ شام کو بھی کی جائے۔ صبح کو بھی کی جائے۔ شام کو پاکی بیان کرنے کی صورت نماز مغرب کی بروقت ادائیگی ہے۔ صبح کو پاکی بیان کرنے کی صورت نماز فجر کی خصوصی حفاظت ہے۔ مومن کی رات نماز مغرب سے شروع ہوتی ہے۔ اس کا دن صبح کی نماز سے شروع ہوتا ہے۔ ان اوقات میں کائنات کے اندر جو تبدیلی واقع ہو رہی ہوتی ہے۔ وہ قادرِ مطلق کی شان کو واضح کرتی ہے۔ پاکی بیان کرنے والا اس قادرِ مطلق کی بندگی کو اپنا حال بناتا ہے۔ ذکر کرتا ہے۔ اور بلند آواز سے ذکر کرتا ہے۔ تاکہ ان اوقات میں اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں اس کی آواز بھی شامل ہو جائے۔ سورج کے غروب ہونے کے آثار شفق کی صورت میں ایک وقت تک نظر آتے رہتے ہیں۔ جب یہ آثار ختم ہو جائیں اور رات تاریک ہو جائے تو یہ عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ ذکر کرتے کرتے بندہ رات میں داخل ہو جو اس کے سکون کے لئے بنائی گئی ہے۔ تو بندہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔

حاصل : مغرب کی نماز کے بعد اور فجر کی نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا چاہئے۔ اللہ کی [illegible] بیان کرنے سے بندے کا بھلا ہوتا ہے۔ اللہ تو سب کی احتیاج سے پاک ہے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور حمد اسی کی ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب تمہیں ظہر ہو۔

سورج کے حوالے سے اس کائنات میں طلوع آفتاب سے [illegible] وقت ہے۔ [illegible] عروج پر پہنچنے کا ایک وقت ہے۔ اس کے بعد سورج ڈھلنے لگتا ہے [illegible] وقت ہے۔ [illegible] میں بھی کمی آجاتی ہے۔ سورج کی حرارت اور روشنی میں [illegible] سورج غروب ہونے کی تیاری کرنے لگتا ہے۔ غروب ہو جانے کے بعد مغرب کی نماز کا وقت [illegible] میں آسمان پر سرخی بھی ختم ہو جاتی تو یہ عشاء کا وقت ہے۔ تبدیلی سے ان اوقات میں [illegible] رکھی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں تبدیلی سے ان اوقات میں اللہ کی حمد بیان ہوتی ہے۔

حاصل : اللہ کی حمد کرنے والے [illegible] نماز کے بعد [illegible] سے ذکر کرنا چاہئے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے والے دیکھتے ہیں [illegible]

ہے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہے۔ اللہ کی یہ شان ہے [illegible]

حاصل : [illegible]

بعد حیات دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ [illegible]

دعویٰ سچا ثابت ہو جاتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم (19) میں فرمایا ہے۔
إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿۳۵﴾
جب کسی امر کا حکم فرماتا ہے تو یونہی فرماتا ہے ہو جا، وہ فورا ہو جاتا ہے۔

وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَآ أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ ﴿۲۰﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے، کہ تمہیں مٹی سے خلق فرمایا پھر جبھی تم بشر ہو کر منتشر ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اور ان کی ذریت کو بڑھا کر ساری زمین پر پھیلا دیا گیا۔ جہاں انسان ہوں گے وہاں ان کے لئے ضروریات زندگی کا ہونا بھی لازم ہے۔ اور بشر کی ضروریات کا سب سے بڑا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس لئے بشر وہر حال یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی ضروریات تو اللہ کے علم سے پوری ہو رہی ہیں اور وہ عبدالقادر ہونے کی بجائے قادر ہونے کی باتیں کرتا ہے۔

حاصل : مٹی سے انسان کی تخلیق اور زمین میں لوگوں کا پھیل جانا۔ اللہ کی قدرت کی نشانیوں سے ہے۔

وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تم ہی سے جوڑے خلق فرمائے کہ تم ان سے تسکین پاؤ، اور تمہارے مابین مودّت اور رحمت ٹھہرائی۔ بے شک اس میں تفکّر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق فرمایا گیا۔ پھر بقاء نسل کے لئے عورت کو پیدا کیا گیا۔ اس جوڑے سے اللہ نے ان کی اولاد کو پھیلایا۔ مرد و عورت کا طبعی تعلق کس کے علم سے بنا ہے۔ یقیناً اللہ کے علم سے یہ تعلق بنا ہے۔ عورت کو طبعی طور پر مرد کے لئے باعث تسکین بنایا گیا ہے۔ تسکین ایک کیفیت ہے جو جسم سے، دماغ سے اور روح سے تعلق رکھتی ہے۔ عورت اگر تسکین دینے کی بجائے تکلیف دینے لگے تو وہ اپنا طبعی مقام چھوڑ دیتی ہے۔ مرد و عورت کے رشتے میں ایک دوسرے سے پیار اور ایک دوسرے کے لئے آسانیوں کا اہتمام طبعی صورتیں ہیں۔ پیار سے اپنے ساتھی کے سکھ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہوئے کام کیا جاتا ہے۔ رحمت سے اپنی سہولیات کو اپنے ساتھی کے سکھ پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ مگر اپنے حُسنِ عمل کا چرچا نہیں کیا جاتا۔ یہ مرد و

Marfa

عورت کی ازدواجی زندگی کی طبعی صورتیں ہیں۔ تفکر کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً نشانیاں ہیں کہ اللہ نے اپنے [illegible] بندوں کے لئے کیا کیا اہتمام کیے ہیں۔ انسانی رشتے اگر محبت و رحمت سے خالی ہو جائیں تو یہ دنیا کتنی بھیانک ہو سکتی ہے۔ تفکر کرنے والوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ اور اللہ کی قدر کرنی چاہئے جیسے اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔

حاصل : جوڑے کی تخلیق بھی اللہ کی نشانی ہے۔ عورت کو طبعی طور پر مرد کے لئے باعث تسکین ہونا چاہئے۔ ازدواجی زندگی پیار اور رحمت سے گزاری جائے تو وہ طبعی ہوگی، ورنہ وہ غیر طبعی ہوگی۔ تفکر کرنے والوں کو اللہ کی نشانیاں دیکھنی چاہئیں اور لوگوں کو دکھانی چاہئیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿٢٢﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں، علم والوں کے لئے۔

مشاہدہ کرنے والوں کی نشانیوں سے آگاہ فرمایا گیا ہے۔ مضمون سے صاف پتہ چلتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کتنی بڑی نشانی ہے کہ اس نشانی کو نظر انداز کرنا شعوری موجودگی میں ممکن ہی نہیں۔ آسمان سے [illegible] ایک تعلق ہے، زمین سے ایک تعلق ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین سے ہمیں ملتا ہے وہ ہمارے علم میں ہو تو پیدا کرنے والے کی [illegible] سمجھئے زبانیں کیسے بنتی ہیں۔ لوگوں کے مابین مکالمہ کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ زبانوں کے اختلاف سے جو مشکل [illegible] ہیں۔ تو جس نے اظہار کا یہ ذریعہ بنایا ہے اس وہاب سے ناتا تقاضائے عبدیت ہے۔ رنگوں کا اختلاف [illegible] لوگوں کے رنگ جس کے علم سے بنتے ہیں اس کے علم کے حوالے سے انہیں پہچاننا [illegible] بے علمی سے ہوگا اور باعث فساد ہوگا۔ علم والے لوگوں کو دیکھنا چاہئے کہ [illegible] کتنا حصہ ہے۔

حاصل : آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ کی نشانی ہے۔ زبانوں کا اختلاف اللہ کی نشانی ہے۔ رنگوں کا اختلاف اللہ کی نشانی ہے۔ علم والے ان نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان نشانیوں سے فائدہ نہ اٹھانے والے علم والوں میں شمار ہونے کا دعویٰ نہ کریں کہ وہ ان سے وابستہ نہیں ہو گا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ
ابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور اس کی نشانیوں سے ہے، رات اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

کرنا۔ بے شک اس میں نشانی ہے سننے والے لوگوں کے لئے۔

رات کو سونا انسانی ضرورت ہے۔ دن میں اللہ کا فضل تلاش کرنا انسانی ضرورت ہے۔ ان ضروریات کے حصول کے لئے انتہائی موزوں حالات کا اہتمام کرنا اللہ کی شان ہے۔ رات کے آرام میں جسم جن مراحل سے گزرتا ہے۔ ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ دن میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے جو کچھ میسر ہوتا ہے۔ اس کا بھی کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ سننے والوں کو یہی کرنا چاہئے۔ کہ وہ رات اور دن کو خالقِ کل کے علم کی روشنی میں دیکھیں۔ اور اپنے حق کو بطریقِ احسن ادا کریں۔ سونے کے اوقات میں سونا جسم کے لئے قطعاً ضروری ہے۔ جاگنے کے اوقات میں جاگنا جسم کے لئے ضروری ہے۔ ان اوقات کا درست استعمال بھی بندے کو حق شناس ہونے میں مدد دیتا ہے۔

حاصل : رات کی قدر کرنی چاہئے۔ کہ اللہ نے ہمارے آرام کے لئے نہایت موزوں اہتمام کیا ہے۔ دن کی قدر کرنی چاہئے کہ اللہ نے ہمارے کام کے لئے نہایت موزوں اہتمام کیا ہے۔ اپنی مصروفیات کو حق کے مطابق بنا لینے سے بھی بندے کو بڑی مدد ملتی ہے۔ وقت کا طبعی استعمال بندے کو سکھی بنا دیتا ہے۔ فائدہ تو سننے والے ہی اٹھا سکتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہیں برق دکھاتا ہے۔ خوف اور طمع کے لئے اور آسمان سے پانی برساتا ہے۔ پھر زمین کو مرنے کے بعد اس سے زندہ کرتا ہے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں۔ عقل والے لوگوں کے لئے۔

بجلی کی چمک بھی اللہ کی نشانیوں سے ہے۔ اس چمک اور گرج سے خوف بھی ہوتا ہے۔ اور اس سے طمع بھی ہوتا ہے۔ خوف تباہی کے تصور سے تعلق رکھتا ہے۔ طمع آبادی کے تصور سے تعلق رکھتا ہے۔ جب بادل آتے ہیں۔ اور بارش ہوتی ہے تو وہ زمین جو اگانے کی صلاحیت کے اعتبار سے مردہ ہو چکی ہو۔ زندہ ہو جاتی ہے۔ عقل والے لوگ یہ دیکھتے ہیں۔ کہ قادرِ مطلق تو اللہ ہی ہے۔ طبعی طور پر ڈرنا بھی اسی سے حق ہے۔ طبعی طور پر طمع بھی اسی سے ہو تو حق ہے۔ بندے کی شان یہی ہے کہ وہ عبدالقادر بن کر رہے۔

حاصل : برق کو اللہ کی نشانی ماننے میں اللہ سے اپنے تعلق کا پتہ لگتا ہے۔ یہ تعلق عبد و معبود کا طبعی

at.com

تعلق ہے۔ مردہ زمین کو زندہ کرنے کی قدرت رکھنے والا یقیناً ہمیں موت کے بعد زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۲۵

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اسی کے امر سے قائم ہیں۔ پھر جب تمہیں ایک بار پکارے گا زمین سے، تبھی تم نکل پڑو گے۔

آسمان اور زمین جس کے امر سے قائم ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس جہان کو ختم کرنا چاہے گا تو اس کا ایک امر ہی اس کے لئے کافی ہوگا۔ یہ پورا نظام بدل جائے گا۔ جو لوگ ختم ہو چکے ہیں اور ختم ہو رہے ہیں جن کو اللہ کے سامنے جواب دہ ٹھہرایا گیا ہے، وہ ایک ہی آواز سے قبروں سے نکل پڑیں گے۔ ... کو ماننے میں دیر نہ ہو۔ اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ یہ تبدیلی الرحمن کے وعدے کے مطابق ہے ... کے ساتھ اس سے آگاہ کیا تھا۔

حاصل : آسمان اور زمین جس کے امر سے قائم ہیں، اس کے سہارے سے ... سکتا۔ عبد کو اپنے معبود کا حکم سن کر ماننے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ... یہی ہے کہ بندہ فرمان حق کو سنے اور مانے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۲۶

اور اسی کے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔

اللہ ہر شے کا خالق ہے۔ وہی ہر شے کا مالک ہے۔ وہی سب کا محافظ ہے ... محیط ہے۔ اس کے فرمان کی یہ شان ہے کہ ہر شے اس کے مطابق اپنے ... اللہ کی عطا کردہ توفیق کے استعمال میں جو اختیار حاصل ہے، اس اختیار ... تابع رہے۔

حاصل : بندہ اللہ کے فرمان کے تحت رہے تو اس کا ... درست ہوتا ہے ... دیتا ہے۔ اس کی زبان پاک ہو، ہاتھ امین ہو اور قدم متانت سے ... ہوتا ہے، اشیاء اس کی طالب ہوتی ہیں۔

Marfat.c

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾

اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار بناتا ہے، پھر اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس پر آسان ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان سب سے اعلیٰ ہے، اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نہ ہونے کا ہونا بنا چکا ہے۔ یہ خلق کو پہلی بار علم سے پیدا کرنے کی صورت ہے۔ بندے کو اس نے اس طرح بنایا ہے۔ کہ اپنی خواہش کی پیروی کا اختیار رکھتے ہوئے بندہ حق کی احسن ادائیگی کو اپنا حال بنا کر کائنات میں اپنے طبعی مقام کو روشن کرتا ہے۔ جو اللہ پہلی بار بنانے میں لاشریک ہے، اس کو دوسری بار بنانے میں کسی کی مدد درکار نہیں ہوگی۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لئے یہ اس پر آسان ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو شان بھی کسی کو حاصل ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ شان دیتا بھی ہے، اس کو بیان بھی کرتا ہے، اور وہ ہے بھی احتیاج سے پاک۔ اس طرح اسی کی شان سب سے اعلیٰ ہے۔ مقام کوئی ہو۔ عزت والا بھی وہی ہے۔ حکمت والا بھی وہی ہے۔ بھلائی کا رخ اختیار کرنے والے اللہ کی قدر کرتے ہیں، جیسے اس کی قدر کا حق ہے۔

حاصل : پہلی بار بھی اللہ نے بنایا ہے، دوسری بار بھی وہی بنائے گا۔ اس کو نہ پہلے کوئی مشکل پیش آئی ہے، نہ آئندہ کوئی مشکل پیش آئے گی۔ اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے، کہ وہ صفات عطا کرتا ہے اور انہیں بیان بھی کرتا ہے۔ اللہ کے بندے کے قول و فعل میں عزت و حکمت کو نظر آنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ (42) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور ان کی برائیوں سے عفو فرماتا ہے، اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ

تمہارے لئے ایک مثال تمہارے ہی انفس سے بیان فرماتا ہے۔ کیا تمہارے مملوک اس رزق میں شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دیا ہے، کہ تم اور وہ مساوی ہو گئے ہو، تمہیں ان کا خوف ہو، جیسے اپنوں کا خوف

Marfa

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

رکھتے ہو۔ اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں، عقل والے لوگوں کے لئے۔

مخاطب کے اپنے حال سے جو مثال اس کے سامنے رکھی جائے، اس کو سمجھنے میں [illegible] آسانی ہوتی ہے۔ یہ مثال [illegible] سے ہے۔ رزق اللہ نے دیا ہے۔ بندے سب اس کی مخلوق ہیں۔ جن کو رزق دیا جاتا ہے [illegible] کرتے ہیں، وہ اپنا رزق باندی، غلاموں کو نہیں پھیر دیتے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔ [illegible] وہ درجہ نہیں دیا جاتا جو اپنوں کو دیا جاتا ہے۔ جو بات تمہارے حوالے سے ٹھیک [illegible] ساتھ لگا دینا انتہائی بے عقلی ہوگی۔ اللہ کو تو کوئی احتیاج نہیں ہے۔ [illegible] ارتکاب بھی ہو رہا ہو، تو عقل مند ہونے کا دعویٰ بے ثبوت ہوگا۔

حاصل: جب مملوک مالک کے برابر نہیں ہوتے، تو مخلوق خالق کے برابر کیسے [illegible] کا لحاظ طبعی طور پر مملوکوں کے مقابل زیادہ ہوتا ہے۔ تم [illegible] نہیں دیتے جو اپنوں کو دیتے ہیں، تو پھر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے [illegible] کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٩﴾

بلکہ ظالم بغیر [illegible]

جو لوگ شرک کرتے ہیں، وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں [illegible] حوالہ نہیں ہوتا [illegible] اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا [illegible] حق کے مقابل زیادہ اہم جانتا ہے [illegible] میں نہیں ہوتا۔

حاصل: علم حقیقی عمل کے بعد ملتا ہے [illegible] یہ گمراہ لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ اللہ کے مقابل [illegible]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ

تو اپنا رخ دین [illegible]

rfat.com

اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۟ۙ (۳۰)

رکھو۔ اللہ کی رکھی ہوئی فطرت پر، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی خلق کو تبدیل نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے، ولیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنیف فرمایا گیا ہے۔ یک سوئی کی یہ روشن مثال ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پاک ہی پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ کے علاوہ کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے فطرت کا تعلق پاکی سے ہی ہے۔ احدیت کے مقام پر جب یہ سوال کیا گیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو جواب میں سب کی طرف سے یہی کہا گیا، یقیناً تو ہی ہمارا رب ہے۔ جو لوگ حق پر رہتے ہوئے، بچوں کو حق پر رکھتے ہیں، وہ مخلوق کو اس کی فطرت پر رکھتے ہیں۔ جو لوگ اپنی پسند کو حق کے مقابل نافذ کرتے ہیں، وہ اللہ کی خلق کو تبدیل کرنے کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس سے قطعاً منع فرمایا گیا ہے۔ جس بات کے حق ہونے کا ہمیں علم ہو، جس پر ہمارا عمل شاہد ہو، وہ یقیناً ہمارے لئے مفید ہوتی ہے۔ وہی بات بصورتِ علم ہم سے دوسروں تک پہنچے تو یہ سیدھا دین ہے۔ اس کے علاوہ دین قیم کے نام پر جو بھی کیا جائے۔ وہ خلافِ فطرت ہو گا۔ اور اس کا تعلق علم الٰہی سے نہیں ہو گا۔

حاصل : دین قیم پر رہنا فرد پر بھی لازم ہے، جماعت پر بھی لازم ہے۔ خود حق پر رہتے ہوئے بچوں کو حق پر رہنے کی تعلیم دینی چاہئے۔ ان کی تربیت فطرت کے مطابق ہو تو سکھ دینے والے ہوں گے۔ اپنی پسند کو خلاف حق نافذ کرنا، اللہ کی خلق کو تبدیل کرنا ہے۔ سیدھا دین اور اس کی تبلیغ فطرت کے مطابق ہے۔ باقی سب بے علمی ہے۔

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۙ (۳۱)

اسی کی طرف رجوع لاؤ، اور اسی پر تقویٰ کرو، اور نماز قائم رکھو اور مشرکین سے نہ ہو۔

سیدھا دین یہی ہے کہ طالبِ ہدایت کے ساتھ اس کا اتباع کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہو۔ کہ ہدایت اسے ہی ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے۔ اللہ پر تقویٰ کرنا یہ ہے کہ اپنی پسند کو ہر حال میں حق کے تابع رکھا جائے۔ نماز قائم رکھنے کے لئے نماز کا مقررہ اوقات پر پڑھنا ضروری ہے، خصوصاً نماز فجر کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ مشرکین سے نہ ہونے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ جو لوگ حق کے مقابل اپنی تجویز کو قابل ذکر بھی سمجھیں ان سے الگ ہونے میں ہی سلامتی ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے کے لئے اس کا اتباع ضروری ہے، جو منیب ہے۔ اللہ پر تقویٰ ہو، تو پھر کسی دوسرے کا ڈر نہیں رہتا۔ نماز قائم ہو تو بُرائی اور بے حیائی سے بچاؤ ممکن ہوتا

ہے۔ مشرکین سے نہ ہونے کا حکم ہے۔ یہی تقاضائے فطرت ہے۔ فطرت سے مطابقت ... [illegible]
کے نام پر نافذ ہو تو اجتماعی بھلائی ممکن ہو گی۔

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾

جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ ہو گئے۔ ہر گروہ اسی پر خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے۔

جو لوگ دین قیم پر نہیں ہوتے وہ اسلام پر نہیں ہوتے۔ [illegible] ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ صراط مستقیم سے انحراف کی چاہت ان ہی کی ہوتی ہے۔ [illegible] کے لئے بناتا ہے۔ جو لوگ غرض و غایت کے دائروں میں رہتے ہیں وہ اپنے [illegible] اس لئے اسی پر خوش رہتے ہیں جو ان کے پاس ہوتا ہے حالانکہ [illegible] نہیں ہوتی۔

حاصل: گروہ بندی کبھی دین قیم نہیں ہو سکتی۔ دین میں اپنی پسند [illegible] ہوتا ہے۔ اپنی خواہش کے دائرے میں چھپے رہنا خلاف فطرت ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے۔ پھر جب وہ انہیں اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔

تکلیف کے وقت ہر ایک [illegible] اپنے رب ہی کو پکارتے ہیں۔ اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ [illegible] جانے کے بعد لوگ خلاف حق [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی [illegible] لگتے ہیں۔ [illegible] خلاف حق [illegible] آجاتے ہیں۔ [illegible]

پر قادر مان لے۔ اسے من مانی کرنے سے رک جانا چاہئے۔

حاصل : تکلیف کے وقت عبد، اپنے معبود کے قریب ہو جاتا ہے۔ اپنے ربّ کو پکارنا بندے کی فطرت ہے۔ تکلیف کے بعد سکھ اللہ ہی دیتا ہے۔ سُکھ میں حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش سے شرک کا اعادہ ہونے لگتا ہے۔

لِيَكْفُرُوا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۴

کہ ہماری عطا سے کفر کریں۔ تو برت لو، پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

دکھ کے وقت بڑی انابت کے ساتھ اللہ کو پکارنے والا، رحمت کا ذائقہ چکھنے کے بعد شرک کی طرف لوٹ جائے، تو اسے ناشکرا کہتے ہیں۔ ناسپاسی یہ ہے، کہ جس کی رحمت سے دکھ دور ہوا ہے، اس سے بے پرواہی برتی جائے، حق سے غفلت کو حسب سابق اپنا معمول بنالیا جائے۔ وقت بھی اللہ کا دیا ہوا ہے، متاع بھی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ عنقریب دونوں ختم ہونے والے ہیں۔ پھر پتہ چل جائے گا، کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہوتا رہا۔ مگر اس وقت اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو گا، دائمی خسارے کا احاطہ بھی سامنے ہو گا۔

حاصل : ناسپاسی بندے کو زیب نہیں دیتی۔ متاعِ حیات، اللہ کی عطا ہے۔ اس کے استعمال میں جو رخ اختیار کیا جائے، اسی کے مطابق بندے کو جزا دی جائے گی۔

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝۳۵

یا ہم نے ان پر کوئی سند نازل فرمائی پھر وہ کلام کرتی ہو، جو یہ شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

حق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس کی اسناد آفاق میں بھی موجود ہیں، انفس میں بھی موجود ہیں۔ جو لوگ شرک کرتے ہیں، وہ کس سند کے حوالے سے شرک کرتے ہیں، یہ ان کے دیکھنے کا مقام ہے۔ کائنات کی ہر شے اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ مشرکین کے پاس اپنے عقیدے کے جواز میں کوئی سند نہیں ہوتی۔

حاصل : اس کی بات بڑی توجہ سے سُنی چاہئے، جو سند کے ساتھ بات کرتا ہو۔ مشرک کے پاس اپنے عقیدے کے جواز میں کوئی سند نہیں ہوتی۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں، اس پر فرحت پاتے ہیں۔ اور اگر انہیں کوئی بُرائی پہنچے، ان کے

Marfa

اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہاتھوں کے کیے ہوئے کی بدولت تبھی وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔

جب لوگوں کو اللہ کی رحمت سے یہ مقام نصیب ہو کہ وہی ہونے لگے جو وہ چاہتے ہوں تو وہ اس پر اترانے لگتے ہیں [illegible] اظہار کرنے لگتے ہیں۔ رحمت خداوندی کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے وہ اپنے کمالات و قابلیت [illegible] جاتے ہیں۔ جب [illegible] پہنچے اور وہ بھی ان کے اپنے اعمال کی شامت کی وجہ سے، تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں یہ [illegible] دور کرنے والا قادرِ مطلق تو ان کا معبود ہی ہے۔ رحمتِ الٰہی پر اترانا بھی غیر طبعی کیفیت ہے۔ [illegible] کیفیت ہے۔

حاصل : رحمتِ الٰہی نصیب ہو تو اترانا بے ہودگی ہے۔ شامت اعمال سے [illegible] اظہار بھی بے ہودگی ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ اللہ ہی جس کے رزق میں چاہے بسط فرماتا ہے اور جس کے رزق کو چاہے تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والے لوگوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے، علیم مطلق ہے۔ وہ رزق میں کشادگی دے تو بھی اس میں حکمت [illegible] ہے۔ وہ رزق کو تنگ کر دے تو بھی اس میں حکمت موجود ہوتی ہے۔ اس میں [illegible] سے بڑا علم اس کے موجود کو ہی ہوتا ہے۔ اس کی ساتھ [illegible] حال پر کن حالات سے گزارتا ہے اس کا فیصلہ بھی اللہ ہی [illegible] جانتی کے لیے رکھی ہے۔ تنگی بھی ہماری جہالت سے [illegible] والے اسے حال پر موجود پاتے ہیں۔ [illegible]

حاصل : رزق میں کشادگی بھی اللہ کے علم سے ہوتی ہے، تنگی بھی اللہ کے [illegible] بہر حال اس میں موجود ہوتی ہے۔ ایمان والے ہی اللہ کو علیم مطلق ماننے [illegible] ہوتے ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ

تو قرابت دار کو اور مسکین [illegible]

وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

دو۔ یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا
چاہتے ہیں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

جس نے مان لیا ہے کہ اس کا مال اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اسے معطیٔ مطلق کی رضا کے مطابق استعمال کرے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میری رضا چاہنے والے میرے عطا کردہ پاک مال کو اپنے قرابت دار پر خرچ کریں، مسکین پر خرچ کریں اور مسافر پر خرچ کریں۔ قرابت دار جو نادار ہو وہ حق دار ہوتا ہے۔ اس کو اس قدر آسانی مہیا کرنی چاہئے، کہ اس کی وقتی ضرورت عزت کے ساتھ پوری ہو جائے۔ مسکین کو اس طرح مال دینا چاہئے، کہ اس کا رکا ہوا کام چل پڑے اور مسافر کو اس قدر مدد دینی چاہئے کہ وہ منزل پر پہنچ جائے۔ جو لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے، اللہ کے عطا کردہ پاک مال کو خرچ کریں گے، وہ یقیناً فلاح پائیں گے۔ ان کی نیت، اللہ کی رضا کا حصول ہو گا، حصولِ مقصد کا طریقہ اسوۂ حسنہ پر بطریقِ احسن عمل ہو گا اور وہ اللہ سے اپنے حُسنِ عمل کی جزا کی بجائے اللہ کا فضل مانگتے ہیں۔

حاصل : قرابت دار، مسکین اور مسافر کا ہمارے مال میں حق ہوتا ہے۔ ان حق داروں کو ان کا حق پہنچانا لازم ہے۔ اللہ کی رضا مطلوب ہو تو عمل اس کے مطابق ہونا چاہئے۔ فلاح انھیں نصیب ہوتی ہے، جو حق داروں کو حق دے کر ان کی عزت افزائی بھی کرتے ہیں۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ
النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ
مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور جو تم سود پر دو کہ لوگوں کے مال میں
بڑھتا رہے، تو وہ اللہ کے یہاں نہیں
بڑھتا۔ اور جو تم زکوٰۃ دو اللہ کی رضا
چاہتے ہوئے، تو انہیں کے دونے ہیں۔

اللہ نے سود کو حرام ٹھہرایا ہے، اس لئے سود پر مال دینا، اللہ کی رضا کے خلاف کرنا ہے۔ ایسا مال سود کے حوالے سے بڑھتا بھی رہے تو وہ خلافِ حق ہونے کی وجہ سے، سود خور کے لئے تو باعثِ عذاب ہی ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ دی جائے تو مال اللہ کی رضا پر خرچ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ پاک مال ہی اللہ کی رضا پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ جو مال خلافِ حق ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے وہ قطعاً ناپاک ہے، اللہ کا دیا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ ہمیشہ نام نمود پر خرچ ہوتا ہے، اللہ کی رضا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ جو مال اللہ کی رضا پر خرچ ہو، اس کا فائدہ خرچ کرنے والے کو دنیا میں بھی ہوتا ہے، آخرت میں بھی ہو گا۔ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ فانی شے کے بدلے اسے دائمی انعام سے نوازا جائے گا۔ شکر گزاری سے مال بڑھتا ہے، اور شکر گزاری یہی ہے کہ معطیٔ مطلق کے حکم کے مطابق مال کو استعمال کیا جائے۔

حاصل : سود حرام ہے، اس کا نتیجہ اللہ کا عذاب ہے۔ خیرات کرنے والے عملاً اللہ کے قریب ہوتے ہیں۔ ان کو دنیا و آخرت میں وہ راحت ملتی ہے جسے محسوس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سکھی وہی

Marfa

ہوتے ہیں۔ مال اللہ بڑھائے تو وہ بندے کے لئے باعث راحت ہوتا ہے، بندہ اسے خود سے بڑھانے لگے تو وہی مال اسے خوف و حزن میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ع ﴿۴۰﴾

اللہ ہی نے تمہیں تخلیق فرمایا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں حیات دے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو۔ پاک ہے اسے اور وہ بہت بلند ہے ان سے جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اللہ خالق کل ہے۔ اس نے ہر شے کو ایک مقصد کے تحت تخلیق فرمایا ہے۔ [illegible] کے لئے ہو تو اپنے مقام پر ہوتا ہے۔ ہمارا خالق ہی ہمیں رزق بھی دیتا ہے۔ [illegible] موت بھی وہی دے گا۔ حیات دنیا کے ساتھ جو تعلق [illegible] اختیار کرنا نافع نہ ہوگا۔ موت کے بعد ہمیں جزا کے لئے اٹھایا جائے گا [illegible] پیدا کرنا، رزق دینا، موت دینا اور جزا کے لئے اٹھانا [illegible] ان سے منسوب کیا جا سکے جنہیں اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔ [illegible] جاتا ہے۔ جس ذات نے پیدا کیا اور جس ذات نے رزق دیا [illegible] اٹھائے گا انہیں اپنے معبودوں کی شان دیکھنا چاہئے۔ [illegible] آتی ہے۔

حاصل : پیدا کرنا، رزق دینا، موت دینا اور جزا کے لئے اٹھانا [illegible] شریک نہیں۔ جس کو یہ شان نظر آئے [illegible] جانا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون (۱۱۷) میں ارشاد فرمایا ہے۔
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰــهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ
اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے [illegible] حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک وہ فلاح نہیں پاتے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾

بر و بحر میں فساد ظاہر ہوا لوگوں کے ہاتھوں کے کیے کی بدولت. تاکہ انہیں ان کے اعمال کا مزہ چکھائے. تاکہ وہ رجوع کریں۔

خشکی و تری جہاں بھی لوگوں نے خلافِ حق کرتے ہوئے اپنا دکھ بڑھالیا ہے. وہاں لوگوں کو اپنی تجاویز کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فطرت سے مطابقت میں جو انفرادی اور اجتماعی بھلائی ہے وہ خلافِ حق کرنے والوں کے حصے میں کیوں آئے گی۔ لوگوں کے اپنے اعمال کی بدولت بر و بحر کا فساد ان کے لئے پریشان کن ہو جاتا ہے۔ اللہ انہیں ان کے اعمال کا مزہ چکھا کر یہ موقع دیتا ہے کہ وہ زندگی کے طبعی راستے کو جو اللہ نے ان کے لئے رکھا ہوا ہے اپنالیں۔ نیت درست ہو تو عقیدہ درست ہوتا ہے۔ عقیدہ درست ہو تو حسنِ عمل کا مقام آتا ہے۔ پھر وہی پسند ہوتا ہے جو اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔

حاصل : بر و بحر میں فساد خلافِ حق کرنے سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ لوگ اپنے اعمال کا مزہ چکھ لیں تو خلافِ حق کرنے سے باز آجاتے ہیں۔ عذابِ اکبر سے پہلے عذابِ ادنیٰ چکھا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے میں مدد دی جاتی ہے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

فرما دیجئے زمین میں سیر کرو پھر نظر کرو اس سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی. ان میں اکثر مشرکین تھے۔

حضرت انسان کے لئے اس کے اپنے مشاہدے میں آنے والے آثار کے اندر درسِ عبرت موجود ہوتا ہے۔ زمین میں سیر کرنے سے اور سابقہ لوگوں کے آثار قدیمہ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے. کہ ان کا طریق زندگی کیا تھا. تمدن کیا تھا. اجتماعی زندگی کیسی تھی. انفرادی زندگی کیسی تھی۔ نظر کرنے والوں کو ان کی ہلاکت کا باعث. شرک ہی نظر آئے گا۔

حاصل : پہلے لوگوں کے انجام سے سبق لینا عقل کرنے والوں کی نشانی ہے۔ جو لوگ ہم سے قوت میں زیادہ تھے. وہ اگر شرک کی بدولت ہلاک کر دیئے گئے ہیں. تو ہمیں بھی اپنے انجام سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾

تو اپنا رخ دینِ قیم کے لئے سیدھا رکھو. اس سے قبل کہ وہ دن آئے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھرنا نہیں. اس دن

t.com

لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔

فرد کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ زمین میں سیر کرنے سے اپنے مشاہدے کے حوالے سے اور غور کرنے سے جو پتہ چلتا ہے اس سے حال پر اپنے رخ کو درست کرو۔ تمہارا رخ اگر دین قیم کے لئے سیدھا ہو گا تو یہ تمہارے شرک سے پاک ہونے کا روشن ثبوت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمل کے لئے دیا گیا وقت لامحدود نہیں ہے۔ وہ دن آنے والا ہے جب عمل کے لئے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو جائے گا، اور اس دن کو پھرنا نہیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اور اس دن اچھے اور برے الگ الگ ہو جائیں گے۔ اس دن برے لوگ، اچھے لوگوں کی صف میں شمار ہونے کی انتہائی طلب رکھنے کے باوجود ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے اصلاحِ حال کے لئے بہترین وقت یہی ہے۔

حاصل : دینِ قیم کے لئے اپنا رخ درست ہو جائے تو پھر شرک ہماری زندگی سے دور ہو جاتا ہے۔ اصلاحِ حال کے لئے بہترین وقت یہی ہے۔ غفلت خلافِ عقل ہے۔

مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾

جو کفر کرے تو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو صالح عمل کرے تو وہ اپنے ہی لئے راہ سنوارتے ہیں۔

جزا کا یقین نہ رکھنا اور خلافِ حق کرنا کفر ہے۔ کافر اس کے نتیجے کی سزا پائے گا۔ وہ اپنے نتیجے سے بچ نہیں سکتا۔ حق کو مان کر صالحین کی راہ کو اختیار کرنے والا جزا کے یقین کے ساتھ اپنے قول و فعل میں محتاط رہتا ہے۔ یوں وہ اپنی راہ کو سنوارتا ہے۔

حاصل : کافر کے کفر کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔ صالح عمل کرنے والا شخص [illegible] اپنے قول و فعل میں محتاط ہوتا ہے۔

لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۵﴾

تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے اپنے فضل سے جزا دے۔ بے شک وہ کافرین کو [illegible] نہیں رکھتا۔

حق پر ایمان لانے والے اپنی صداقت کا ثبوت صالح اعمال سے پیش کرتے ہیں۔ اللہ ان کو اپنے فضل سے [illegible] انہیں اس قدر آسانیاں عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کی جزا پاتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اللہ کا فضل ہی [illegible] رحمت سے مایوس ہو جائیں اور ابدی فلاح [illegible] وقتی فائدے پر قربان کرتے نہیں [illegible]

rfat.com

لوگوں کو دوست نہیں رکھنا چاہیے۔

حاصل : حق پر ایمان کا ثبوت صالح اعمال سے پیش کیا جاتا ہے۔ جن کو اللہ پسند کرے اسے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ دائمی فائدے کو وقتی فائدے پر قربان کر دینے والے اللہ کو کبھی نہیں بھاتے۔ ہمیں بھی ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھنا چاہیے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ چکھائے. اور تاکہ کشتی اس کے امر سے جاری ہو. اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس لئے کہ تم شکر کرو۔

بارش سے پہلے اس کی بشارت دینے والی ہوائیں بھیجنا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ رحمتِ الٰہی سے استفادہ کرنے والے حصول فیض کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور بڑا سکھ پاتے ہیں۔ پھر کشتی کو دیکھو وہ اللہ کے امر سے چلتی ہے. اور اللہ کا فضل تلاش کرنے والوں کے کام آتی ہے۔ یہ بھی اللہ کی نشانی ہے کہ تلاشِ معاش میں نقل و حمل کی ضرورت آسانی کے ساتھ پوری ہو۔ اللہ کی عطا کردہ آسانیوں کا شکر اس طرح سے ادا ہوتا ہے. کہ حاصل ہونے والے فوائد کو اللہ تعالٰی کی رضا کے مطابق لوگوں کی بھلائی کے لئے استعمال کرتے ہوئے خیرات میں سبقت کی جائے۔

حاصل : بارانِ رحمت سے پہلے اس کی بشارت دینے والی ہواؤں کا بھیجنا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ رحمتِ الٰہی سے استفادہ کرنے والے اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ کشتی اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے استعمال ہو تو یہ اس کا طبعی استعمال ہو گا۔ شکر ادا کرنا بندے کی شان ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور بے شک ہم آپ سے قبل کتنے ہی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیج چکے ہیں۔ تو وہ ان کے پاس روشن نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر ہم نے جرم کرنے والوں سے انتقام لیا۔ اور مومنین کی نصرت ہم پر حق ہے۔

t.com

فرمانِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا اور ان کو تعلیم و تربیت دینا مرسلین کی طریقت رہی ہے۔ جن لوگوں نے ان کی باتوں سے محبت رکھی اور ان کی قدر کی وہ صاحبانِ ایمان میں شمار ہوئے۔ ایمان والوں نے مرسلین کی صفات کو اپنایا اور ان کی محبت اختیار کی۔ جن لوگوں نے مرسلین کی تکذیب کی، اور ان کی صفات کو اپنانے کی بجائے رسوم کے دائرے میں پھنسے رہے وہ مجرم ٹھہرے۔ اللہ نے ان سے انتقام لیا اور ایسا لیا کہ وہ عبرت ناک انجام کو پہنچے۔ مومنین کی نصرت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ وعدہ ہر زمانے میں پورا ہوتا رہا ہے۔ اب بھی پورا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مجرمین سے انتقام لینے سے پہلے اتمام حجت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت کو کوئی اپنے حسنِ عمل کا ثبوت جانتا ہو تو وہ یقیناً خسارے کی راہ پر ہوتا ہے۔

حاصل : حق فرمانِ الٰہی ہے۔ پہنچانے والے اس کے محبوب بندے ہیں۔ ان سے محبت سے ایمان نصیب ہوتا ہے۔ ورنہ مجرمانہ روش سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ مجرمین سے انتقام لینا اس کے لئے کبھی مشکل نہیں ہوتا۔ مومنین کی مدد کرنا اللہ کا ساتھ دینا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَاۗءِ كَيْفَ يَشَاۗءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اللہ ہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادل ابھار لاتی ہیں، پھر اس کو آسمان میں جیسے چاہے پھیلا دیتا ہے، اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم دیکھو کہ اس میں سے مینہ برس رہا ہے۔ پھر جب پہنچا دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہے تو وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

ہواؤں کو بھیجنے والا جو بادل کو ابھار لاتی ہیں اللہ ہے۔ [illegible] ہے۔ اللہ ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔ بادل کو پھیلا کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ [illegible] برسنے لگتا ہے۔ یہ کام بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ پھر جہاں اللہ چاہے [illegible] احساس رکھنے والے جب اس ضرورت کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں تو بہت خوشیاں مناتے ہیں۔

حاصل : بادل کا بننا، آسمان میں پھیلنا، اس کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، اس کا برسنا جہاں اللہ چاہے، یہ سب اللہ کے علم سے اور اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ [illegible] کرنے والے کی قدر و منزلت بھی طبعی طور پر ضروری ہے۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ اگرچہ وہ اس کے برسنے سے پہلے اس

Marfat.com

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾

خوشی سے قبل، ناامید تھے۔

بارش کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرنے والے اپنی طلب کے حوالے سے بے چین رہتے ہیں۔ بارش برسنے تک دو مقامات پر ان کی بے چینی انتہا پر ہوتی ہے. اور یہ بے چینی ناامیدی کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ بادل کے بننے کا عمل شروع ہوتے وقت. اور جب یہ تہ بہ تہ بادلوں کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور بارش ہونے کا مقام قریب ہوتا ہے۔ پہلی ناامیدی یہ ہوتی ہے کہ بادل پتہ نہیں بنتا بھی ہے یا نہیں۔ دوسری ناامیدی یہ ہوتی ہے کہ پتہ نہیں برستا بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ بارش برسانے والا کلی علم رکھتا ہے. اسے وہ علم بھی ہے جو ہم کو حاصل ہوا ہے اور وہ علم بھی ہے جو ہمیں نہیں ہے. تو پھر بے چینی بھی نہیں ہونی چاہئے. ناامیدی بھی نہیں ہونی چاہئے۔

حاصل : بارش کے حوالے سے انسان کی ناامیدی دو مقامات پر انتہائی ہوتی ہے. بادل بننے کا عمل شروع ہوتے وقت اور برسنے سے ذرا قبل۔ یہ مان لیا جائے کہ اللہ کا کام اللہ کے علم سے ہوتا ہے. تو پھر بے چینی اور ناامیدی سے نجات ہو جاتی ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

تو اللہ کی رحمت کے آثار پر نظر کرو. کیسے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بے شک وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرے گا. اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

قوتِ روئیدگی زمین کی زندگی ہے. اس قوت کا خاتمہ زمین کی موت ہے۔ اللہ بارانِ رحمت سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اللہ ہی قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس کی قدرت ہر مقام کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔ اللہ کی قدرت کو ہر شے پر محیط مان لیا جائے. تو بعث بعد الموت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور بعث بعد الموت کو مان لیا جائے تو جزا کا یقین رخ کی کجی کو درست کر دیتا ہے۔

حاصل : اللہ کی رحمت کے آثار پر نظر ہو تو بندہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے۔ مُردہ زمین کو زندہ کرنے والا. مُردوں کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد پڑتا دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے۔

جو لوگ اپنی خواہشات کے دائرے سے نہیں نکلتے وہ حالات کو اپنی چاہت کے مطابق دیکھنے [illegible] ہیں۔ [illegible] کھیتی بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اگر اللہ [illegible] کھیتی [illegible] کردے تو خواہشات کے بندے ضرور ناشکری کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ بندۂ اللہ [illegible] علیم مطلق [illegible] اس کے قدم کو استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اس استقامت کی موجودگی میں ناشکری سے [illegible]

حاصل : صاحب نظر حالات کو بھی دیکھتا ہے اور حالات کے پیچھے قادر مطلق کی قدرت [illegible] ہے۔ اس لئے پریشان نہیں ہوتا۔ جو اپنی چاہت کی نظر سے دیکھتا ہو وہ پریشانی سے [illegible] ناشکری کہیں اس سے ہو رہی ہوتی ہے کہیں اس سے ہونے والی ہوتی ہے۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝٥٢

تو تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔

بالحقیقت زندہ ہے [illegible] کانوں والے وہ ہیں [illegible] سے باز نہ آئیں [illegible] اشارات [illegible] وہ ایمان نہیں لاتے [illegible] دیتا ہے۔

حاصل : حق کے سننے کا ثبوت یہ ہے [illegible] کرنے سے باز نہ آئے وہ بے حقیقت ہے [illegible]

وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ۝٥٣

اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے [illegible] دینے والے ہو۔ تم تو انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان [illegible] کرتے ہیں۔

[illegible] ظلمات سے نور کی طرف [illegible] دل اللہ سے [illegible] ہیں تو پھر انہیں [illegible] ہدایت کی طرف [illegible] ہے [illegible] کا یقین [illegible] اسلام [illegible]

قرآن پاک ایمان والے لوگوں کے لئے ہی رحمت و نصیحت ہے۔ طلب ہدایت کا تعلق تسلیم سے ہے۔ حق کو ماننا طبعی تسلیم ہے اس کے بغیر بندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل : ظلمات سے نور کی طرف جانے کی طلب موجود ہو تو آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ ورنہ اندھی ہوتی ہیں۔ حق اسے ہی سنایا جا سکتا ہے۔ جو جزا کا یقین رکھتا ہو۔ اصلاحِ حال کا طالب ہو۔ رحمتِ الٰہی سے فیض یاب ہونا چاہتا ہو اور نصیحت کی قدر کرتا ہو۔ دیکھنا چاہئے کیا میں مقامِ تسلیم پر ہوں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت (29) میں فرمایا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۵۲﴾
اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ کا انکار کیا وہی خسارے والے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ضعف سے خلق فرمایا، پھر ضعف کے بعد تمہیں قوت دی، پھر قوت کے بعد تمہیں ضعف اور بڑھاپا دیا۔ خلق فرماتا ہے جو چاہے۔ اور وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

اللہ ہی ہر ایک کا خالق ہے۔ ارحام میں صورتیں بناتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ بڑے علم سے پیدا کرتا ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے، تو حکمِ ربی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت ضعف کی کیفیت انتہائی ہوتی ہے۔ اپنی حرکات کے لئے بھی دوسروں کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسمانی ضرورت کو اس حالت میں بصورت احسن پورا کرنے کے لئے ماں کو دودھ دیا جاتا ہے۔ کوئی خوراک اس دودھ کا بدل نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ اس فرد کے لئے علیم مطلق کا کیا ہوا اہتمام ہے۔ آہستہ آہستہ قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ضعف کم ہوتے ہوتے ختم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جوانی کے وقت قویٰ عروج پر ہوتے ہیں۔ پھر جوانی ڈھلنے لگتی ہے۔ ضعف آہستہ آہستہ بڑھنے لگتا ہے۔ بڑھاپا آجاتا ہے۔ اللہ کے علم اور اس کی قدرت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جو صورت بھی پیدا کرے، وہ اس کے علم کا مظہر ہوتی ہے۔ اس کی قدرت کا مظہر ہوتی ہے۔

حاصل : ہماری زندگی کی ابتداء کا تعلق بھی ضعف سے ہے۔ انتہا کا تعلق بھی ضعف سے ہے۔ درمیان میں بھی ہمیں اللہ کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ کے علم اور اس کی قدرت سے فیض پانے والے یہی کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ڏ

اور جس دن ساعت قائم ہو گی، مجرم قسم

at.com

مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

کھائیں گے کہ ہم ایک ساعت سے زیادہ نہ ٹھہرے۔ اسی طرح اوندھے جاتے تھے۔

قیامت کے دن کو مجرم بڑا بھاری اور مشکل پائیں گے۔ حیاتِ دنیا کی صورت میں ملی ہوئی توفیق انہیں بہت ہی مختصر معلوم ہوگی۔ سامنے نظر آنے والے حقائق اور دکھ کے مقابل، حیاتِ دنیا کی متاع اور عمر اپنی نظر [illegible] ہم تو دنیا میں بس ایک ساعت ہی ٹھہرے۔ ان لوگوں کی بات حال پر بھی [illegible] گی۔ حال پر ان کو حیات کی صورت میں ملی ہوئی مہلت طویل نظر آتی ہے [illegible] امکان کم کر دیتے ہیں۔ خواہش کی آنکھ سے دیکھنے والا صحیح النظر ہوتا ہی نہیں۔

حاصل : مجرم کو حال پر اپنی خواہش کی چیز ملی ہوئی ہوتی ہے [illegible] کو سامنے پائے اور بچ جانے کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر ماضی کی فرصت انتہائی مختصر معلوم ہوتی ہے [illegible] مجرم صحیح النظر ہوتا ہی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ لوگ جنہیں علم اور ایمان [illegible]

علم اور ایمان عطا ہوتا ہے [illegible] آ سکتا تھا۔

حاصل : علم، عقل کے بعد عطا ہوتا ہے۔ ایمان [illegible] ایمان رکھنے والے صحیح النظر ہوتے ہیں۔ [illegible] ماننے کے بعد جاننے کا مقام آتا ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ

تو اس دن ظالموں کو ان کی معذرت [illegible]

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

دے گی اور نہ کوئی ان سے منانا چاہے۔

یوم بعث کو خلافِ حق کرنے والے معذرت خواہ ہوں گے۔ مگر وہ معذرت انہیں فائدہ نہ دے گی۔ وہ اپنے دعوے کو عملاً سچا ثابت نہیں کر سکیں گے. کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو چکا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان تو بے ہی لوگوں کی بھلائی کے لئے۔ اللہ کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ اس لئے ماننے والے کو اس کا ماننا نفع دے گا. نہ ماننے والے کو اس کا نہ ماننا خسارے میں ڈالے گا۔ شاہدین بھی فرمانِ الٰہی کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی اپنی بات تو ہوتی ہی نہیں۔ ان کی مان لی جائے تو ماننے والے کا بھلا ہو جاتا ہے. ان کا انکار کیا جائے تو منکر خسارے میں پڑتے ہیں۔ یوم بعث میں شاہدین کی شان. اللہ کے ساتھ سے بڑی روشن ہوگی۔ جن کے عمل غیر صالح ہوں گے. وہ شاہدین سے اپنے عدم تعلق پر افسوس کریں گے. مگر اصلاحِ حال کا وقت گزر چکا ہو گا۔

حاصل : خلافِ حق کرنا ظلم ہے۔ اصلاحِ حال کا وقت موجود ہو تو معذرت کو قبول کرنا چاہئے. ورنہ وہ معذرت کیا نفع دے سکتی ہے جس کا صالح عمل سے ثبوت نہ پیش کیا جا سکے۔ جس وقت میں اصلاحِ حال ممکن ہے. اس کو خلافِ حق کرتے ہوئے ضائع کر لینے سے بڑی بے ہودگی اور کیا ہو سکتی ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۗ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثل بیان فرمائی۔ اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ. تو کافر کہیں گے تم تو باطل ہی بناتے ہو۔

قرآن پاک کی مثل پیش کرنے سے لوگ عاجز رہے ہیں. اب بھی اس کی مثل پیش کرنے سے لوگ عاجز ہیں اور آئندہ بھی اس کی مثل پیش نہیں کی جا سکے گی۔ قرآنِ پاک میں ہر مثال اللہ کے علم سے بیان فرمائی گئی ہے. اس لئے اس سے بہتر مثال ناقابلِ تصور ہے۔ طالبِ ہدایت نہ ہو تو اس کی اہمیت کا پتہ نہیں لگتا۔ اپنی چاہت کے دائرے میں پھنسے ہوئے لوگوں کے سامنے کوئی نشانی حق کو واضح کرنے کے لئے رکھی جائے کافر یہی کہتے ہیں. تم تو باطل ہی بناتے ہو۔

حاصل : طالبِ ہدایت ہو تو قرآن پاک استفادے کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ کافر کے پاس بھی حق پہنچتا ہے. وہ اس کی سند کو بھی دیکھتا ہے. مگر اس کو اپنی چاہت کے خلاف پا کر جھٹلا دیتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

اس طرح اللہ ان لوگوں کے قلوب پر چھاپ لگا دیتا ہے. جو علم نہیں رکھتے۔

Marfa

حق کو جھٹلانے والے، باطل پر ایمان لاتے ہیں۔ اس طرح حق کی مخالفت میں ان کی استعداد ضائع ہوتی رہتی ہے اور ایک وقت کے بعد حق کو ماننے کی اہلیت ہی باقی نہیں رہتی۔ یہ قلب پر مہر کا مقام ہوتا ہے۔ حق کو [illegible] کے پہچاننا، اس کا اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانا علم والوں کی طریقت ہے۔ اپنی خواہشات [illegible] بے علم ہونے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ اللہ نے اس کی مذمت نازل فرمائی ہے۔

حاصل : حق کو اپنی چاہت کے خلاف جانتے ہوئے اختیار نہ کرنے والا ایک وقت کے بعد ناقابل اصلاح ہو جاتا ہے۔ علم کو قلبی کیفیت کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ : [illegible] بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقین نہ رکھنے والے تمہیں [illegible] نہ پائیں۔

اللہ نے نصرت مومنین کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کا وعدہ [illegible] لوگ ہوتے ہیں ان کا طرز عمل [illegible] کوشش کرتے ہیں۔ [illegible] کے ساتھ صاحب استقامت رہے [illegible] نصرت کا وعدہ [illegible]

حاصل : حق کا انکار کرنے والے [illegible] ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ [illegible] طرف دیکھنا چاہئے اور استقامت سے [illegible]

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ حم سجدہ (41) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٦﴾

تو جو عاد تھے وہ ناحق زمین میں تکبر کرنے لگے [illegible] دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ان سے قوت میں [illegible] کرتے تھے۔ پھر ہم نے ان پر [illegible] چکھائیں حیات دنیا میں۔ اور عذاب آخرت میں [illegible]

Marfat.c

آیاتہا ۳۴ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ رکوعاتہا ۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ حروف مقطعات

حروف مقطعات کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے معانی کا تعین نہیں کیا گیا۔ یہ الفاظ سورتوں کی ابتدا ہی میں آتے ہیں۔

حاصل : بولنا اور خاموش رہنا علم سے ہونا چاہئے۔

تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔

قرآن پاک کتاب حکیم ہے۔ اس کی آیات میں وہ حکمت موجود ہے جس کا بدل کہیں نہیں ہے۔ فطرت سے مطابقت قدم قدم پر انسانی ضرورت ہے۔ کتاب حکیم کی آیات سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے وہ ہمیشہ مستند ہوتی ہے۔

حاصل : کتاب حکیم کی آیات کو جہاں بھی ان کا ذکر ہو، سند ماننا چاہئے، اور اپنے رخ کو ان کے مطابق بنانے کی سعی کرنی چاہئے۔

هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ ۙ﴿۳﴾ ہدایت و رحمت محسنین کے لئے۔

قرآن پاک احسان کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔ اگر ہم محسنین کے ساتھ ہیں، ان کی طریقت کے مطابق احسان کرتے ہیں تو یقینا قرآن پاک کی آیات ہمارے لئے باعثِ ہدایت بھی ہیں، باعثِ رحمت بھی ہیں۔

حاصل : قرآن پاک کی آیات کو اپنے لئے باعثِ ہدایت پانا، باعثِ رحمت پانا، محسنین کا حال ہوتا ہے۔ محسنین اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔

الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا

Marfa

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ — کرتے ہیں، اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

محسنین اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ ان کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں کہ ان [illegible]
صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم رکھتے ہیں۔ اس لئے برائی اور بے حیائی سے بچتے ہیں۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں
ان کا مال پاک ہوتا ہے۔ کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہیں اور [illegible]
راہ میں خرچ کرنے کے قابل بھی ہوتا ہے۔ جب ان میں سے ہر ایک سے متعلق زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے [illegible]
یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ یقین ان سے [illegible]

حاصل : نماز قائم رکھنے والے، زکوٰۃ ادا کرنے والے اور آخرت پر یقین رکھنے والے [illegible]
ہیں۔ ان سے محبت رکھنی چاہئے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ — وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

محسنین سے بڑھ کر کون [illegible] وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں [illegible]
ان کا مقدر ہو جاتا ہے آخرت میں بھی ان کا [illegible]

حاصل : ہم اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں [illegible]
کرنا چاہئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ — اور بعض لوگ ایسے ہیں [illegible] ذلت کا عذاب ہے۔

کتاب حکیم کی آیات کی [illegible]
ہوتا ہے۔ ان کا تعلق [illegible]
[illegible]
[illegible]

حاصل : کتاب حکیم کی آیات کی بے قدری، ناقدری [illegible]

علم والے نہیں ہوتے۔ حق کا مذاق اڑانا استکبار کرنے والوں کے لئے. ذلت کے عذاب کا باعث بنتا ہے۔ عزت اللہ کی ہے. اس کے رسول کی ہے اور مومنین کی ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٧

اور جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں. تو تکبر کرتا ہوا پھر جاتا ہے. جیسے سنا ہی نہ ہو۔ گویا اس کے کان بہرے ہیں۔ تو اسے المناک عذاب کی بشارت دو۔

حق کا مذاق اڑانے والوں کو. اللہ کی راہ سے کھیل کی باتیں سنا کر لوگوں کو بہکانے والوں کو. جب اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں. تو وہ ان سے متنبہ ہونے کا انکار نہیں کر سکتے۔ مگر من مانی کرنے سے زیادہ انہیں کچھ عزیز ہوتا ہی نہیں۔ اس لئے وہ حق کو سن کر ان سنا کر دیتے ہیں. گویا ان کے کان بہرے ہیں۔ ایسے لوگ اس لائق ہیں کہ انہیں یہ بتا دیا جائے. کہ وہ اپنی بدکرداری کی روش سے المناک عذاب کو اپنے لئے مقدر کر رہے ہیں۔

حاصل: آیات کتابِ حکیم کو سن کر ان سنا کر دینے والے کو اس کی مجرمانہ روش کے انجام سے آگاہ کر دینا چاہئے۔ حق کو نہ سننا اور تکبر کے ساتھ اس سے اعراض کرنا خلافِ فطرت ہے. اور خلافِ فطرت کاموں میں زور بہت لگتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝٨

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے. ان کے لئے نعمت والے جنت ہیں۔

جو لوگ اللہ کی آیات کو سن کر ان کی قدر کرتے ہیں. وہ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان کے دعوے کو صالح اعمال کی شہادت سے ساتھ سچا ثابت کرتے ہیں۔ صالحین کی معیت انہیں حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنی پسند کو اللہ کی پسند پر قربان کر دیتے ہیں۔ یہ دنیا میں خوف و حزن سے پاک ہو جاتے ہیں. آخرت میں ان کے لئے نعمت والے باغ ہیں۔ یہ لوگ اپنے مقصدِ حیات کو سمجھتے ہیں۔ اس کو پانے کے لئے فطرت کے مطابق وہ کرتے ہیں جو انہیں کرنا چاہئے۔ ان کی صداقت کے روشن ہو جانے کے بعد انہیں بہت آسانیوں کے ساتھ نواز دیا جاتا ہے۔ پھر اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

حاصل: ایمان لانے والے. صالح اعمال کے ساتھ اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جو سچا ثابت ہو جائے. نعمتیں اس کی طالب ہو جاتی ہیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ

ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ حق

t.com

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨ — ہے۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے۔ ان سے اللہ نے نعمتوں والے باغوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کا وعدہ [illegible] ہے کہ وہ مالک کل ہے۔ اس کی قدرت کے مقابل کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس لئے [illegible] عزت والا بھی ہے۔ وہی ہر شے کا علم رکھتا ہے اس لئے حکمت والا بھی وہی ہے۔ جس [illegible] عزت و حکمت سے [illegible] ہونا چاہئے۔

حاصل : ہمارا وعدہ ہمیشہ سچا ہونا چاہئے اور حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ [illegible] مانتا ہے۔ وہ شانِ الٰہی کا مظہر بن جاتا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩

اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے تخلیق [illegible] [illegible]

[illegible]

حاصل : آسمان اور زمین ہمارے لئے [illegible] [illegible]

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ — یہ تو اللہ کا تخلیق فرمایا ہوا ہے۔ [illegible]

rfat.com

الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۱﴾ ع

دکھاؤ جو اس کے مقابل والوں نے خلق کیا ہو۔ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

آسمانوں کی پیدائش، زمین کی پیدائش، ہر قسم کے جانوروں کی پیدائش، ان کے لئے موزوں حالات کا علم سے اہتمام، زمین سے نباتات کی پیدائش یہ سب تو اللہ کا خلق فرمایا ہوا ہے۔ مشرکین سے یہ سوال کیا گیا ہے، جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو، انہوں نے جو کچھ پیدا کیا ہو وہ بتاؤ اور دکھاؤ۔ خالق کل تو ہے ہی اللہ، جن کو اس کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے۔ اب اس حقیقی رو سے خلاف حق کرنے والوں کی گمراہی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

حاصل : خالق کُل کو معبود ماننے والے کسی مقام پر بھی من مانی نہیں کرتے۔ خلافِ حق کرنے والے ظالم ہوتے ہیں۔ ان کا عقیدہ باطل ہوتا ہے اور بے سند ہوتا ہے۔ جس پر اس کے عقیدے کا باطل ہونا واضح ہو جائے اور وہ پھر بھی اس سے باز نہ آئے وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ (2) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اور ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں، وہ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَةَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰهِ ؕ وَمَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ﴿۱۲﴾

اور ہم نے لقمان (علیہ السلام) کو حکمت عطا فرمائی، کہ اللہ کا شکر کرے۔ اور جو شکر کرے گا تو اپنے ہی بھلے کو شکر کرے گا۔ اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ غنی ہے حمد کیا ہوا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت عطا فرمائی گئی۔ وہ اشیاء کو ان کے درست محل پر استعمال کرتے تھے۔ اللہ کی عطا کو اس کی منشاء کے مطابق استعمال کرنا شکر گزاری ہے۔ شکر گزاری کرنے والے کی شان یہ ہے کہ اس کے کام سے روشنی بڑھتی ہے۔ اشیاء کو اس بندے کی طلب ہوتی ہے اور وہ اشیاء کا مطلوب ہوتا ہے۔ اشیاء کی قدر کرنا یہی ہے کہ ان کو ان کے درست محل پر استعمال کیا جائے، اور ناشکری یہ ہے کہ ان کو خلاف حق استعمال کیا جائے۔ جو خلاف حق کرتا ہے، وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور وہ اپنے کیے کی سزا پاتا ہے۔ اللہ کو کسی کی شکر گزاری سے فائدہ نہیں ہوتا، کہ وہ احتیاج سے پاک ہے۔ اس طرح کسی کی ناشکری بھی اللہ کو اس لئے ناپسند ہوتی ہے کہ وہ ناشکری کرنے والے کو خسارے میں ڈالتی ہے۔ اللہ سب کو دیتا ہے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اس لئے وہ غنی ہے باقی فقراء ہیں۔ طبعی طور پر ہر شے اپنے منشاء تخلیق کو پورا کرتے ہوئے، مالکِ حقیقی کو ماننے کا ثبوت

at.com

پیش کر رہی ہے۔ اس طرح ہر شے اللہ کی حمد کر رہی ہے۔ [illegible]
رہی ہوتی ہے۔

حاصل : حکمت عطاء الٰہی ہے۔ حکیم کو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ [illegible]
ہے۔ ناشکرے کا عمل اسے [illegible]۔ حکمت کا [illegible]
ہو، تو اس کی شان روشن ہو جاتی ہے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ
يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ
عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

اور جب لقمان (علیہ السلام) نے اپنے [illegible]

[illegible]

حاصل : [illegible]

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ
اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ
عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ

اور ہم نے انسان کو وصیت [illegible]

إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾

کرے۔ میری ہی طرف آنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو یہ وصیت فرمائی گئی ہے. کہ وہ والدین کے ساتھ احسان کرے۔ احسان یہ ہے کہ حقوق العباد کی احسن ادائیگی میں والدین کو ادب کے ساتھ اپنے حال کے مطابق سہولت دی جائے۔ ماں کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ اس نے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے. بچے کو پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ وضع حمل کے بعد دو سال تک دودھ پلانے کا وقت بتایا گیا ہے۔ وضع حمل سے پہلے بھی ماں کا کام واضح فرمایا گیا ہے۔ وضع حمل کے بعد دودھ پلانے کے علاوہ بھی ماں کو بچے کی ہمہ وقتی خدمت سے بڑا کوئی کام نہیں ہوتا۔ پرورش سے غافل ہونا ماں کے لئے ناقابل تصور ہوتا ہے۔ ماں نے جو کچھ کیا. وہ اللہ کی عطا و اس کی منشاء کے مطابق استعمال کرتے ہوئے بندگی کا حق ادا کرنے کی صورت ہے۔ منعمِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے. اس کے اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ والدین پرورش کے عمل کو جس توجہ سے کرتے ہیں. اللہ اس توجہ کا قدردان ہے. اس لئے حکم یہ دیا گیا ہے کہ شعور کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور والدین کا شکر ادا کیا جائے۔ والدین کو صرف زبان سے شکریہ کہہ کر انصاف نہیں کرنا ہوتا. ان کی ذات کے ساتھ یہ تعلق ہونا چاہئے کہ انہیں جسمانی طور پر، روحانی طور پر راحت حاصل ہو اور وہ حقوق اللہ کی ادائیگی بطریق احسن کر سکیں. یہ مقام حسن ہے۔ انہیں اپنے متعلقین کے ساتھ معاملات کرنے میں عزت کے ساتھ سہولت دی جائے تو یہ مقام احسان ہے۔ شکر اللہ کا ہوگا. اور والدین کا ہوگا. کہ اطاعت اور خدمت کا حق ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جس مالک کل نے توفیق دی ہے. واپسی بھی اسی کی طرف ہوگی۔ اس دن سرخ رو وہی ہوگا. جو حق کی احسن ادائیگی کرتے ہوئے لوٹے گا۔ خلافِ حق کرنے والے کے لئے. ناشکری کرنے والوں کے لئے وہ دن بڑا بھاری ہوگا۔

حاصل : والدین کے ساتھ حسن و احسان کا تعلق قائم رکھتے ہوئے ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے. کہ انہوں نے خدمت کا موقع دیا ہے۔ ماں کو سکھ دینا بڑا حق ہے۔ بچے کو طبعی طور پر دو سال تک دودھ پلانا چاہئے۔ قیامِ حمل سے لے کر وضعِ حمل تک اور دودھ پلانے کی مدت میں ماں کو اپنی سلامتی اور حفاظت پر نظر رکھنی چاہئے۔ اللہ کی طرف سے آنا ہوا ہے. اسی کی طرف جانا ہے۔ اگر ہم اس کا یقین رکھتے ہیں تو پھر اس یقین کو ہمارے ہر عمل میں نظر آنا چاہئے۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

اور اگر وہ دونوں تم پر زور دیں کہ تم میرا شریک ٹھہراؤ. جو تمہیں معلوم نہیں، تو ان کی اطاعت نہ کرنا. اور دنیا میں معروف طریق پر ان سے مصاحبت کرنا. اور اتباع اس کے راہ کا کرنا جو میری طرف رجوع لائے. پھر میری ہی طرف تمہیں مراجعت

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑮

کرتا ہے۔ تو میں تمہیں بتا دوں گا جو عمل تم کرتے تھے۔

والدین کے ساتھ اپنے تعلق کو درست رکھنے کے لئے یہ ہدایت دی گئی ہے۔ [illegible]
تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں تو ان کی اطاعت خلافِ حق ہو گی۔ [illegible]
بھلائی کے ساتھ ان سے مصاحبت کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین کی خدمت [illegible]
گا تو پھر وہ اپنی خواہش اور غرض و غایت کی پیروی ہو گی۔ [illegible]
اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے کہ یہ رخ کے درست ہونے کی [illegible]
ایک دن اس کے اعمال کی خبر بھی [illegible]

حاصل : والدین اگر خلافِ حق کرنے پر مجبور کریں [illegible]
ان کی بات خلافِ حق ہے تو ان کی اطاعت درست نہیں ہو گی [illegible]
رہے گا۔ اتباع اس کا کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے [illegible]
ہو گی اور اللہ سے کوئی عمل مخفی نہیں رہ سکتا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯

اے بیٹے [illegible]

[illegible]

حاصل : اللہ تعالیٰ لطیف و خبیر ہے [illegible]
[illegible]

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ ﴿۱۷﴾

اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ، اور بھلائی کا امر کر، اور بُرائی سے منع کر، اور جو مصیبت پہنچے تو صبر کر، بے شک یہ عزم کے کام ہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو رخ کے درست رکھنے کی تاکید کے بعد درسِ طریقت دیا۔ سب سے پہلے نماز کے قائم رکھنے کا حکم ہے۔ مقررہ اوقات پر اس کی ادائیگی کے لئے وضو کر لیا جائے، اور تیاری کر لی جائے تو نماز کی حفاظت کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ نماز کے بعد جس کام کا حکم دیا گیا ہے وہ بھلائی کا امر کرنا ہے۔ اپنے ماحول میں حق کے حوالے سے بھلائی کا امر کرنا بندے کے عبداللہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے بعد برائی سے منع کرنے کا مقام ہے۔ بُرائی سے منع کرنا، لوگوں کو خلافِ حق کرنے سے روکنا ہے۔ بھلائی کا امر کرنے سے اور بُرائی سے منع کرنے سے من مانی کرنے والے تیزی دکھانے لگتے ہیں۔ ان سے نپٹنے والے دکھ کو باذن اللہ جان کر صبر کیا جائے، تو حق کی ادائیگی ہوتی رہے گی، ورنہ بے صبری سے تعلق معَ اللہ قائم نہیں رہتا۔ یہ سب بڑی ہمت کے کام ہیں۔

حاصل : نماز قائم رکھنا، بھلائی کا امر کرنا، بُرائی سے منع کرنا اور مصیبت کو باذنِ اللہ جان کر صبر کرنا، یہ سب بڑی ہمت کے کام ہیں۔ پہلے خود ان بڑے کاموں کو کیا جائے، پھر دوسروں کی رہنمائی کی جائے تو یہ بندگی ہوگی۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ ﴿۱۸﴾

اور لوگوں سے اپنا رخسارہ کج نہ کر، اور زمین میں اتراتا ہوا نہ چل، بے شک اللہ کسی اترانے والے کو، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو لوگوں کے ساتھ میل جول کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا۔ کہ لوگوں کے ساتھ بات کرتے وقت کج رخی درست نہیں ہوتی۔ لوگوں کے معاشی مقام کو دیکھ کر ان سے بات کی جائے تو پھر بات حق کے حوالے سے نہیں ہوگی۔ مال داروں سے اور طرح ہوگی، ناداروں کو حقیر جان کر ان سے کج رخی بھی ہوگی۔ زمین میں چلنے کے آداب یہ ہیں کہ اکڑ کر چلنا منع ہے۔ سر کو قدرے جھکا کر چلنا چاہئے۔ جسمانی حرکات سے فخر و غرور کا اظہار ہو، تو یہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اور جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، اس کی حرکات طبعی طور پر درست نہیں ہیں۔ اس کی حرکات کو دیکھ کر، ویسی حرکات کرنے سے رک جانا بھی اپنے رخ کو درست کرنے کی ایک صورت ہوگی۔

t.com

حاصل : لوگوں سے بات کرتے وقت کج رخی منع ہے۔ ان کی بات دھیان سے ساتھ سننی چاہیے اور بھلائی کے یقین کے ساتھ انھیں بات سنانی چاہیے۔ زمین میں اتراتے ہوئے چلنا منع ہے۔ اترانے والوں اور فخر کرنے والوں کی سی حرکات کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۱۹ ع ۸

اور میانہ چال چل اور اپنی آواز پست رکھ، بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ... [illegible] ... حکم دیا۔ کام کرتے وقت آواز کو پست رکھنا ... [illegible] ... باعث ہوتا ہے ... [illegible] ... سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

حاصل : چال میں میانہ روی کا حکم ہے اور بولتے وقت آواز ... [illegible] ... والوں تک پہنچے لیکن ان کے لئے تکلیف ... [illegible] ... زیب نہیں دیتا۔

شواہد : سورۃ الشعراء (۲۶) ... [illegible]
وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۵
اور ان کے پاس ... [illegible]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۲۰

[illegible] ... ہدایت ہے اور نہ ... [illegible]

آسمانوں اور زمین ... [illegible]

Marfat.c

ان خدمات سے استفادہ کر رہا ہوتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے مابین بھی اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے. ایک مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ کوئی شے اپنے مقصدِ تخلیق کو چھوڑ کر بغاوت کا رخ اختیار نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بندے کے لئے بنایا ہے. اور بندے کو اپنے لئے بنایا ہے۔ اللہ نے بندے کو ظاہری نعمتوں سے بھی نوازا ہے. اور باطنی نعمتوں سے بھی نوازا ہے۔ مادی نعمتیں. نظر آتی ہیں اور اپنی افادیت کے لحاظ سے معروف بھی ہوتی ہیں. باطنی نعمتیں محسوس کی جاتی ہیں۔ ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نعمتیں اللہ ہی عطا کرتا ہے. اور دونوں طرح کی نعمتوں سے بندے کی زندگی میں حسن اور توازن پیدا ہوتا ہے۔ ظاہری نعمت کو حق کے مطابق استعمال کرنا اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ضروری ہے. باطنی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے عقیدے کا درست رکھنا ضروری ہے۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہنا اس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہوتا۔ جو لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے. بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں. وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ علم سے بات کی جائے تو یقیناً وہ اہمیت رکھتی ہے. کہ علم. عمل کے بعد عطا ہوتا ہے۔ ہدایت سے بات کی جائے تو ہادی کے حوالے سے ہوتی ہے اور سند کا درجہ رکھتی ہے. کہ بڑے علم والے کی بات ہوتی ہے۔ کتابِ منیر. قرآن پاک ہے۔ اس سے سند پیش کی جائے تو شک کا مقام ختم ہو جاتا ہے۔ اور جھگڑا کرنے والوں کے پاس ان تینوں میں سے کچھ بھی نہ ہو. تو پھر وہ یقیناً اپنے ظن کا ہی اتباع کر رہے ہوتے ہیں۔

حاصل : اپنے مقام کو پہچاننا چاہئے۔ دیکھنا چاہئے. جو چیزیں ہماری خدمت کر رہی ہیں. ان کو کس نے ہماری خدمت پر لگایا ہے۔ ظاہری نعمتوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے. باطنی نعمتوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ بات علم سے کی جائے. ہادی کے حوالے سے کی جائے اور کتابِ منیر کے حوالے سے کی جائے تو وہ یقیناً سند کا درجہ رکھتی ہے۔ بندے کو بات کرتے وقت ان تینوں مقامات میں سے کسی ایک کے حوالے سے ضرور بات کرنی چاہئے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

اور جب ان سے فرمایا جائے اس کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے. کہتے ہیں کہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے. کیا اگرچہ شیطان انہیں عذابِ سعیر کی طرف دعوت دے رہا ہو۔

اللہ کے بارے میں بغیر علم کے. بغیر ہدایت کے اور بغیر کتابِ منیر کے مجادلہ کرنے والے جاہل ہوتے ہیں۔ جب ان سے فرمایا جائے. اس کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے. اس سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتا. کہ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھنے والا ہے. اللہ کے فرمان کی پیروی بندے کا طبعی راستہ ہے۔ مذکورہ مجادلین اس کا جواب یہ دیا کرتے ہیں کہ ہم اسی کا اتباع کرتے رہیں گے. جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے۔ ہمارے آباء و اجداد ہی ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا

ہے کہ جن آباء کی پیروی میں تم مگن ہو وہ اگر شیطان کے بلاوے پر دوزخ کی طرف جا رہے ہوں تو پھر ان کی پیروی تمہیں بھی خسارے میں ڈال دے گی۔ اور عملاً طبعی طور پر تم خسارے سے بچنے کے لئے کوشش کرتے ہو۔ یہ اپنے [illegible] احسن ترغیب ہے۔ شیطان اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف ہی بلا رہا ہوتا ہے۔

حاصل : بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب منیر کے صرف اپنے آباء سے اتباع کو درست جاننا قطعاً خلافِ حق ہے۔ جن کا رخ خلافِ حق ہو ان کا اتباع کرنے والے بھی خلافِ حق ہی ہو سکتے ہیں۔ انسان دشمنی کو شیطان نے اپنا مقصدِ حیات بنا رکھا ہے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۲۲)

اور جو اپنا رخ اللہ کی تسلیم کی طرف کرے اور وہ ہو محسن تو بے شک اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔ اور امور کی عاقبت اللہ ہی کی طرف ہے۔

بندے کی شان ہے شانِ تسلیم۔ جو اپنا رخ درست [illegible] محسن ہو تو اس کی صداقت کا ثبوت حال پر موجود ہوتا ہے۔ [illegible] ہے۔ اس کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ حق سے [illegible] رکھتے ہیں۔ نفع اور ضرر [illegible] کر تھام رکھی ہے۔ [illegible] توفیق دی ہے [illegible] اپنے ہی کی تمنا رکھے گا۔

حاصل : بندے کی شان، شانِ تسلیم ہے۔ ماننے والا [illegible] کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوتا ہے [illegible] مانتا ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۲۳)

اور جو کفر کرے تو تمہیں اس کا کفر [illegible] ہماری طرف [illegible] پھر ہم انہیں بتا دیں [illegible] جو عمل وہ کرتے تھے۔ بے شک اللہ [illegible]

سینوں کی باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔

جو کفر کرتا ہے۔ اس کے کفر کا وبال اس پر تو ہوتا ہی ہے۔ مگر اس کی بھلائی چاہنے والے کو اس حال پر دکھ ہوتا ہے۔ اس حزن کا سبب کفر بتایا گیا ہے۔ یہ کفر حق کا انکار ہے۔ اور اس انکار کا کوئی جواز نہیں پیش کیا جاتا۔ ناصح سے یہ فرمایا گیا ہے کہ کافر کا کفر آپ کو غم میں نہ ڈالے۔ انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ ہم ان سب کو بتا دیں گے جو عمل وہ کرتے تھے۔ عمل سے پہلے اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب اللہ کسی پر اس کے کفر کی حقیقت واضح کر دے گا۔ تو اس حقیقت کا انکار ممکن نہ ہو گا۔

حاصل : ناصح کو حق کے انکار کی باتوں سے دکھ پہنچتا ہے۔ اس بات کو مان لیا جائے کہ اللہ سینوں کی باتوں کا علم رکھنے والا ہے تو پھر ہماری نیت کو درست ہو جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین ہو تو پھر حال پر بے سند بات ہماری زبان پر نہیں آنی چاہئے۔

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾

ہم انہیں قلیل ہی برتنے دیں گے۔ پھر انہیں عذابِ غلیظ کی طرف لے جائیں گے۔

کفر کرنے والوں کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنی ناسپاسی کی بدولت اللہ کی عطا کردہ متاع کو کم ہی برت پائیں گے۔ حیاتِ دنیا میں خوف و حزن کا احاطہ ان پر مسلسل رہے گا۔ پھر انہیں گاڑھے عذاب کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ گاڑھا عذاب ان کے اعمال کا نتیجہ ہو گا۔ جس شدت کے ساتھ حق کا انکار کیا جائے۔ نتیجہ برآمد ہونے پر کافر کو اسی شدت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ بڑا سخت عذاب ہوتا ہے۔

حاصل : کافر اپنی ناسپاسی کی بدولت متاعِ حیاتِ دُنیا کے حوالے سے خوف و حُزن میں مبتلا رہتا ہے۔ جس شدت سے حق کا انکار کیا جائے۔ عذاب میں اسی شدت کا اظہار ہو گا۔ انسان کے اعمال کی جزا دینے کا جو علم اللہ کو ہے وہ کسی دوسرے کو ہو ہی نہیں سکتا۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

اور اگر آپ ان سے پوچھیں۔ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق فرمایا۔ تو کہیں گے اللہ نے۔ فرما دیجئے حمد اللہ ہی کی ہے۔ بلکہ وہ اکثر لاعلم ہیں۔

کفر کرنے والوں سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے۔ تو وہ جواب میں یہی کہیں گے۔ اللہ ہی

Marfat

ہے۔ جب یہ ان کو تسلیم ہے کہ خالق کل اللہ ہے۔ تو پھر اللہ کے فرمان کے مقابل کسی کی بات ان کے نزدیک اہم ہو سکتی ہے۔ علیم مطلق کے مقابل کسی کے گمان کو وقعت دینا یقیناً بے علمی ہے اور کفر کرنے والے اعتقادی الجھن میں مبتلا ہیں۔ اپنے عقائد میں تضاد کو دیکھنے کے باوجود ان کو درست نہ کرنا کس قدر غفلت کا ثبوت ہے۔

حاصل : کفر کرنے والے اپنے عقائد کے تضاد کو دیکھنے کے باوجود اپنی الجھن سے باہر نکلتے نہیں ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بے شک اللہ ہی غنی ہے حمد والا۔

اللہ کی شان ہے کہ اس نے سب کچھ بنایا ہے اور [illegible] آسمانوں اور زمین میں سب کچھ اسی کا ہے۔ اسی کے فرمان [illegible] طبعی طور پر ہر شے اس کی حمد و تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ [illegible] سب کچھ بنایا ہے۔

حاصل : [illegible] ہے اور جو حمد والا ہے۔ اس کے فرمان کے مقابل [illegible] میں آ سکے گا۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

اور اگر زمین [illegible] حکمت والا ہے۔

ایک قطرہ [illegible] بیان کرنے [illegible]

حاصل : اللہ کی حمد بیان کرنا. اس کی تسبیح کرنا بندے کو شان عطا کرتا ہے۔ اللہ کی عزت و حکمت کو اپنے مشاہدے کے حوالے سے بیان کرنے والے خوش کلام ہوتے ہیں۔ ان کی باتیں سننے والوں کو اپنے حال سے متعلق معلوم ہوتی ہیں۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۲۸﴾

تمہاری تخلیق اور بعث نفسِ واحد کی طرح ہی ہے. بے شک اللہ سننے والا. دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ علیم مطلق ہے. دوسرا کوئی علیم مطلق نہیں ہے۔ ہماری پیدائش اسی کے علم سے ہوئی ہے. بعث بعدالموت بھی اسی کے علم سے ہوگی۔ یہ اللہ کے لئے نفسِ واحد کی پیدائش اور بعث کی طرح ہے۔ یہ اسے آسان ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے "کن" کہنے سے وہ ہو جاتا ہے جو وہ چاہے۔ نہ اسے کبھی سامان کی کمی پیش آسکتی ہے. نہ اسے کبھی کوئی اور مشکل پیش آسکتی ہے۔ وہ ہر مقام پر سنتا ہے اور ہر مقام پر دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے قول و فعل کی جزا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کی قدرت کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے کام جس قدر بھی بڑا ہو. اللہ کے لئے وہ مشکل نہیں ہوتا۔ اللہ کی قدرت کے حوالے سے اس کی عزت کو بیان کرنا چاہئے. اپنے مشاہدے کے حوالے سے حاصل ہونے والے فوائد کو اس کی حکمت کے تحت بیان کرنا چاہئے. اس سے ہماری سماعت بھی بہتر ہوگی. ہماری بصارت بھی بہتر ہوگی۔

حاصل : اللہ کو سمیع ماننے والا ہمیشہ قول کو پاک رکھنے والا ہوگا. بصیر ماننے والا. صالح عمل کرنے والا ہوگا۔ اللہ کی قدرت کو اپنے مشاہدے کے حوالے سے بیان کرنا. اللہ کی قدرت سے حاصل ہونے والے فوائد کو اس کی حکمت کے عنوان کے تحت بیان کرنا. بندے کی شان میں اضافہ کرتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَّأَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۹﴾

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے. اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے. اور اسی نے شمس و قمر کو مسخر فرمایا ہے. ہر ایک اجلِ مسمّٰی تک جاری ہے. اور یہ کہ اللہ کو خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

یہ فرد سے خطاب ہے۔ دیکھنے کی صلاحیت کا محل استعمال یہ بھی ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ رات اور دن کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ رات پہلے ہے دن بعد میں ہے۔ رات کی انتہا کے بعد دن کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور دن کی انتہا

at.com

کے بعد رات آجاتی ہے۔ رات کے بعد دن انسانی ضرورت ہے۔ اور دن کے بعد رات انسانی ضرورت ہے۔ یہ شمس و قمر بھی اللہ نے اپنے علم سے کام پر لگایا ہے۔ اور دونوں اس خوبی کے ساتھ اپنے کام پر لگے ہوئے ہیں کہ کبھی کوتاہی ان سے مشاہدے میں نہیں آئی۔ جن خدمات کو ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ ان کا وقت اجل مسمّٰی تک ہے۔ یہ خدمات انسانی زندگی میں بالواسطہ اور بلاواسطہ بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ رات اور دن میں ہم جو بھی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے۔ اس سے بڑا خبر رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت سے رات اور دن کو اپنی ضروریات کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔ [illegible] قمر کی افادیت کو دیکھنا چاہئے اور اپنے قول و فعل کو پاک رکھنا چاہئے۔ اپنی [illegible] رکھنا چاہئے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۳۰﴾ ع

یہ اس لئے کہ اللہ ہی بندگی کا حق ہے اور اس کے مقابل والوں کا پکارنا باطل ہے اور اللہ ہی سب سے اونچا بڑا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا [illegible]

حاصل : اللہ ہی بندگی کا حق ہے [illegible] بلند ہے۔ [illegible] کہ اس شان و عظمت [illegible] والے ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان (۳۲) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿۳۲﴾

اور ہماری نشانیوں کا انکار وہی کرتے ہیں جو [illegible]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِنْ آيَاتِهِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۳۱﴾

کیا تم نے [illegible] نعمت سے [illegible] نشانیاں [illegible] نشانیاں ہیں [illegible]

rfat.com

لئے، شکر کرنے والے کے لئے۔

بندے کو اس کے مشاہدے کے حوالے سے، اللہ کی نشانیوں کو دیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کشتی کا بحر میں چلنا، اللہ کی نعمت کی بدولت ہے۔ اللہ کے فضل کی بدولت ہے۔ کشتی کے بحر میں چلنے سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ جس قادر مطلق کی قدرت سے یہ سارا کام ہوتا ہے۔ اس سے اپنے تعلق کو نظر انداز کر دینا، غیر طبعی طریقِ زندگی ہے۔ بندہ بحری سفر میں اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں دیکھتا ہے۔ بڑے مشکل مقامات سے بھی گزارا جاتا ہے اور انجام کار بڑے فضل سے بھی نوازا جاتا ہے۔ صبر کرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی معیت میں ہی سلامتی ہے۔ صبر کرنے والے اللہ کے فضل کو پا کر شکر گزار ہوتے ہیں۔

حاصل : بحری سفر میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں بندے کے مشاہدے میں آتی ہیں۔ صبر و شکر میں اللہ کی معیت کا شرف پانے والے یقیناً اللہ کے فضل سے نوازے جاتے ہیں۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲

اور جب ان پر کوئی موج سائبان کی طرح چھا جائے، تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اسی کے دین کے ہو کر۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات بخشتا ہے، تو ان میں کوئی اعتدال پر رہتا ہے۔ اور ہماری آیات کا انکار، بےوفا اور ناشکرے لوگ ہی کرتے ہیں۔

بحری سفر میں جب کوئی موج سائبان کی طرح بلند ہو کر کشتی کی سلامتی کے لئے خطرہ بنتی ہے تو کشتی کے مسافر، اللہ سے اپنا طبعی تعلق محسوس کرتے ہوئے اسے بڑے اخلاص کے ساتھ پکارتے ہیں، بڑے ادب سے عہدِ وفا باندھتے ہیں، اللہ کی بندگی میں غفلت سے دور رہنے کا عزم کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ انہیں خشکی کی طرف لے آتا ہے، تو عہدِ وفا کو یاد رکھنے والے ہی حق پر رہتے ہیں۔ بےوفا اور ناشکرے لوگ، دکھ کے ان لمحات کو ایسے بھول جاتے ہیں، جیسے کبھی ان سے واسطہ ہی نہیں پڑا تھا۔

حاصل : سمندر میں غرق کرنے کی قدرت رکھنے والا اللہ، خشکی میں دھنسا دینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ نجات، اللہ ہی دیتا ہے۔ نجات پانے والا اللہ کو یاد رکھے تو وہ وفادار و شکر گزار ہوتا ہے، ورنہ وہ راہ حق پر رہ ہی نہیں سکتا۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے والے بدعہد اور ناشکر گزار ہوتے ہیں، ان کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾

اے لوگو اپنے رب کی پکڑ سے بچو اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی والد اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی مولود اپنے والد کے کام آئے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو تمہیں حیات دنیا دھوکا نہ دے اور نہ تمہیں اللہ کے بارے میں وہ دغاباز دھوکا دے۔

یہ دنیا دار العمل ہے۔ اس میں طبعی طور پر والد اپنی اولاد کے [illegible] سکو کا باعث بنتے ہوئے راحت پاتی ہے۔ مگر قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا۔ اس دن [illegible] ہوں گے سوائے ان کے جو متقی ہوں گے۔ جس [illegible] راحت ہوگی۔ باقی سب دوستیاں بے حقیقت ثابت ہوجائیں گی۔ [illegible] ہے کہ جزا کا دن آئے گا۔ اس لئے یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ [illegible] دھوکا کھاتے ہیں اور اصلاح حال سے غفلت کا طریق اختیار کیا جاتا ہے تو یہ شیطان دغاباز [illegible]

حاصل : اپنے رب کی پکڑ سے بچنے کا وقت حال ہی ہے۔ قیامت کے دن [illegible] عام ہوگا۔ صرف وہی تعلق قائم رہے گا جو تقوے پر مبنی ہو [illegible] ہمارے وعدے کو جس پورا ہونا چاہئے۔ حیات دنیا کی زینت [illegible] برتی جائے۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾ ع

[illegible]

قیامت کا علم اللہ کی شان کے لائق ہے۔ اس میں بندے کو یہ دیکھنا ہی نہیں چاہئے کہ وہ کب آئے گی۔ اس سے حال پر ملی ہوئی توفیق کا استعمال درست نہیں ہو سکے گا۔ مینہ برسانا اللہ کا کام ہے۔ وہ اپنے علم سے بارش برساتا ہے۔ ارحام میں صورتیں بھی وہی بناتا ہے۔ اللہ کا علم ہی علمِ مطلق ہے۔ کوئی نفس کل کے کام کے بارے میں اپنی تجویز رکھتا ہو تو وہ حالات پر قدرت تو نہیں رکھتا۔ اس لئے کل کے بارے میں اپنے ارادے کو حق کے تابع ہی رکھنا چاہئے۔ موت کے بارے میں بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ کہ وہ بندے کی واپسی کا حکم کس مقام پر دیتا ہے۔ اللہ جس بات سے اپنے کسی بندے کو مطلع کرنا چاہے۔ مطلع کر دیتا ہے۔ اور وہ بندہ اللہ کے عطا کردہ علم کا اظہار اسی حد تک ہی کرتا ہے۔ جس حد تک اللہ کو پسند ہو۔ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ اللہ سب سے اوپر ہے اس کے اوپر کوئی علم والا نہیں ہے۔ وہی ہر حال کی خبر رکھنے والا ہے۔

حاصل : قیامت کے دن کا یقین رکھنا رخ کے درست ہونے کا ثبوت ہے۔ مینہ برسانا اللہ کا کام ہے۔ ارحام میں صورتیں بنانا اللہ کا کام ہے۔ بندے کے حالات کار میں اللہ اپنے علم سے تصرف فرماتا ہے۔ بندے کی واپسی کس مقام سے ہوگی اللہ کو اس کا بڑا علم ہوتا ہے۔ اللہ جس کو جتنا علم عطا فرمائے۔ اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ علیمِ مطلق بھی اللہ ہے۔ اور ہر مقام پر خبر رکھنے والا بھی اللہ ہی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ السجدہ (32) میں ارشاد فرمایا ہے۔

كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾

تو کیا مومن اس کی طرح ہے جو فاسق ہے۔ نہیں وہ کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ

آیاتہا ۳۰ — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ — حروف مقطعات

حروف مقطعات کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ یہ الفاظ جس شکل میں آئے ہیں [illegible]
ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بیان نہیں فرمایا۔

حاصل : خاموشی کے مقام پر بولنا بے جا ہے۔ [illegible]
انتہائی اہم ہوتا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کی تنزیل رب العالمین کی طرف سے ہے۔

قرآن پاک کو رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا ہے۔ [illegible]
کتاب ان کتابوں کی مصدق ہے۔ رب العالمین کی طرف سے اس کو نازل فرمایا [illegible]
مسائل ہوں یا اجتماعی مسائل ہوں ان کا صحیح حل اسی کتاب سے لیا جاتا ہے۔ [illegible]
کتاب کی سند کو دیکھنے کے بعد استدلال و تحقیق ہونا چاہئے [illegible]

حاصل : قرآن پاک رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا ہے۔ [illegible]
تلاوت کو دین کا رکن جاننا چاہئے۔ اس کی سند کو دیکھنے کے بعد [illegible]
کتاب کے اندر کوئی کجی نہیں ہے، کوئی تضاد نہیں ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾

کیا یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کیا ہے۔ بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈرانے والا [illegible]

نہیں آیا، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

جو لوگ قرآن پاک کو اللہ کا نازل فرمایا ہوا نہیں مانتے وہ اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھڑا ہوا ہے۔ اس لئے یہ افترٰی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے، کہ افترٰی ہمیشہ بے سند ہوتا ہے۔ اور لوگوں کی خواہشات سے تعلق رکھتا ہے۔ طبعی طور پر وہ درست ہو سکتا ہی نہیں۔ قرآن پاک کی یہ شان لوگوں کے مشاہدے میں آچکی ہے اور آتی رہے گی، کہ اس کی مثل پیش کرنا ممکن نہیں۔ اس کی ہر بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی ہر بات طبعی طور پر درست ہے۔ اور لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے ہے، تاکہ وہ اپنے رخ کو حق کے مطابق درست کریں۔ وہ لوگ جن کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا، ان کے لئے بھی حجت پوری کی جا رہی ہے۔ انہیں اگر حق کو پانا مطلوب ہو، تو وہ حق کو پالیں گے۔

حاصل : قرآن پاک کو افترٰی کہنے والے اس کو اللہ کا نازل فرمایا ہوا حق نہیں مانتے۔ قرآنِ پاک حق ہے اور رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ جو لوگ اپنے انجام سے آگاہ نہ ہوں انہیں ان کے انجام سے آگاہ کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بیان کا منشا ہدایت ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴

اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، چھ دن میں خلق فرمایا، پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔ اس کے مقابل کوئی تمہارا دوست اور شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

جس ذاتِ اقدس کی طرف سے قرآنِ پاک کو نازل فرمایا گیا ہے، وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، وہی ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے پیدائش کے کام کو چھ دن میں پورا کیا ہے، اور چھ دن ہمیشہ ماضی میں ہوتے ہیں۔ ساتواں دن متحرک ہوتا ہے اور حال ہوتا ہے۔ عرش وہ مقام ہے جس کی طرف راستہ ڈھونڈ نکالنا کسی کے بس میں نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔ یہ وہ مقام ہے جو کائنات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور جہاں سے اس کے نظام کو چلایا جاتا ہے۔ حق کا انکار کرنے والے بھی پیش تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہوں گے۔ وہاں کوئی ان کا دوست نہ ہو گا، اور کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہ ہو گا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری سے بچ جانا ممکن نہیں، تو حال پر اس حق کو مان لینا چاہئے، جو ہماری بھلائی کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس نصیحت کی قدر کرنی چاہئے، جو علیم مطلق کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے، ناصحِ امین کی زبان سے بیان ہوئی ہے، اور طلبِ ہدایت رکھنے والے اس سے فیض یاب ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

at.com

حاصل : اللہ ہی خالقِ کل ہے۔ ہر شے کا طبعی استعمال صرف علمِ تحقیقی سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ چھ دن ماضی ہوتے ہیں، ساتواں حال ہوتا ہے اور حال ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ جو حال پر [illegible] نہیں مانتے، ان کا آخرت میں نہ کوئی دوست ہوگا، نہ شفاعت کرنے والا۔

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۵

آسمان سے زمین کی طرف امر کی تدبیر فرماتا ہے، پھر یہ اسی کی طرف چڑھتا ہے ایک دن میں، جس کی مقدار تمہاری گنتی کے پیمانے کے مطابق ہزار برس ہے۔

حکم اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ اس کے امر کی تدبیر بھی اسی کی شان سے [illegible] قیامت کے دن شمس و قمر نہیں ہوں گے۔ اس دن کی [illegible] دن ہماری گنتی کے حوالے سے ہزار برس [illegible] امر سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی انتہا بھی اللہ کے امر سے تعلق رکھتی ہے۔

حاصل : ہماری ہر تدبیر کو امرِ الٰہی کے تابع رہنا چاہئے۔ [illegible] تک کا وقت بھی بڑا بھاری ہوگا خلافِ حق کرنے والوں کے لئے۔

ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۶

یہ ہے غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والا، عزت والا، رحم فرمانے والا۔

ہر شے کا علم رکھنے والے کی شان ہے کہ وہ غیب اور ظاہر کا علم رکھتا [illegible] تحقیقی علم کی طلب رکھنے والوں [illegible] کے لئے جس قدر وہ چاہے عطا کرتا ہے۔ [illegible] کے حوالے سے [illegible] اس کی ماضی کی [illegible] ہوتی ہے۔

حاصل : غیب اور ظاہر کا کلی علم رکھنے والا ہی معبود ہے۔ [illegible] ظاہر میں بھی۔ بندے کو عزت بھی وہی دیتا ہے، اپنے رحم سے [illegible]۔

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ

وہ جس نے ہر شے [illegible] احسن تخلیق فرمائی اور

Marfat.c

خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ کائنات میں ہر شے اپنے مقصدِ تخلیق کے مطابق کام کر رہی ہے۔ کچھ چیزیں اپنی افادیت کے حوالے سے بالواسطہ اور بلاواسطہ انسان کو معلوم ہو چکی ہیں. کچھ ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔ مگر خالقِ کل نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اللہ نے اپنے علم سے اور حکمت سے جو کچھ بھی بنایا ہے وہ احسن ہے۔ اشیاء کے مابین جو توازن اللہ نے رکھا ہے وہ بھی اسی کی شان کے لائق ہے۔ حضرت انسان کی پیدائش بھی ایک مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ اس پیدائش کی ابتداء گارے سے ہوئی۔ بندہ اگر اپنی ابتداء کو دیکھے تو پھر صانع کی شان سے بے بہرہ نہیں رہ سکتا۔

حاصل : جب اللہ نے ہر شے احسن خلق فرمائی ہے تو کسی شے کی پیدائش میں اپنی پسند کو داخل کرنا قطعاً بے جا ہو گا۔ انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے ہوئی ہے۔ مٹی کو صانعِ حقیقی نے جو شان عطا کی ہے، اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ پھر اس کی نسل ٹھہرائی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کر کے، بقاء نسل کے لئے ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔ مذکر اور مونث کا مادۂ تولید اپنے اپنے جسم کا جوہر ہوتا ہے۔ یہ جوہر ملتے ہیں تو پیدائش کے کئی مراحل طے ہونے لگتے ہیں۔ ہر مرحلے پر جو کچھ درکار ہوتا ہے، اسے اللہ ہی مہیا کرتا ہے۔ کسی دوسرے کو تو ضروریات پیدائش کا علم ہی نہیں ہوتا۔ بقاء نسل کا طبعی طریقہ جو اللہ نے رکھا ہے، وہی احسن ہے۔ صحیح وقت، صحیح مقام اور صحیح طریقہ بقاء نسل کے حق کو ادا کرنے کے لئے لازم ہیں۔

حاصل : بقاء نسل کے لئے اللہ نے جو طریقہ رکھا ہے، طبعی طور پر اس کا وقت اور مقام بھی موزوں ہونا چاہئے۔ جوہرِ حیات کو ضائع کر دینا بہت بڑی ناشکری ہے۔ کھانے پینے اور رہنے سہنے میں جو عوامل بقاء نسل پر بُری طرح اثر انداز ہوں وہ یقیناً اس قوم کے مستقبل کو تاریک کر دیتے ہیں۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ پھر اسے درست کیا، اور اس میں اپنی روح سے پھونکا، اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل ٹھہرائے۔ تم قلیل شکر کرتے ہو۔

at.com

نطفہ قرار پانے کے بعد وہ علقہ بنتا ہے پھر مضغہ بنتا ہے۔ پھر اس پر تسویہ کا مقام آتا ہے اور یہ تخلیق [illegible] ہونے کی سند ہے۔ اس کے بعد جسم میں اللہ کے امر سے روح پڑتی ہے۔ پھر کان، آنکھیں اور دل اپنا اپنا عمل شروع کرتے ہیں۔ کان افراد کے مابین رابطے کا ایسا ذریعہ ہیں کہ ان کے بغیر معاشرے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آنکھیں مشاہدے کے لئے دی گئی ہیں اور ظلمات سے نور کی طرف جانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ دل آنکھوں سے محبت [illegible] کے لئے دیا گیا ہے [illegible] کے لئے راحت کا یہی مقام ہے۔ کان سے حق کو نہ سنا جائے، آنکھ سے حق کو نہ پہچانا جائے اور دل [illegible] جائے تو شکریہ ادا نہیں ہو سکے گا۔ شکر ادا کرنے میں [illegible] قلیل ہوتی ہے۔

حاصل : کانوں سے حق کو سننا، آنکھوں سے حق کو دیکھنا اور دل سے [illegible] بندوں کی نشانیاں ہیں۔ ظاہری درستگی پہلے اور افعال [illegible] بعد میں ہے۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ؕ۬ بَلۡ ہُمۡ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۱۰﴾

اور کہتے ہیں کیا جب ہم مٹی میں مل گئے تو ہماری جدید تخلیق ہوگی، بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کو نہیں مانتے۔

[illegible]

حاصل : مٹی سے ہی ہماری پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے [illegible] ہے۔ جنہیں اپنے رب سے ملاقات کا یقین ہو [illegible]

قُلۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ مَّلَکُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُکِّلَ بِکُمۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱﴾ ع

فرما دیجئے تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف رجوع ہو گے۔

[illegible]

بندے کی غفلت میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ اسی غفلت میں وقت ضائع ہوتا رہتا ہے۔ حتی کہ ملک الموت وفات دینے آجاتا ہے۔ اس وقت حق کو قبول کرنا کسی کو نفع نہیں دیتا۔ کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے۔

حاصل : ملک الموت کو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے۔ اور وہ وہی کرتا ہے۔ جس کا اسے امر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی کا یقین ہو تو موت۔ مسلمان کی حیثیت سے آتی ہے۔ ورنہ بحیثیت مجرم یہاں سے لے جایا جاتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ سجدہ (32) میں فرمایا ہے۔
وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا۟ رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَٱرْجِعْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿١٢﴾
اور اگر تم دیکھو جس وقت مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ تو ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم صالح عمل کریں۔ ہمیں یقین آگیا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا۟ رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَٱرْجِعْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿١٢﴾

اور کبھی تم دیکھو جس وقت مجرم اپنے رب کے حضور سر نیچے کئے ہوں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ تو ہمیں پھر بھیج کہ ہم صالح عمل کریں۔ ہم کو یقین آگیا ہے۔

خلاف حق کرنا جرم ہے۔ اور جزا کے بارے میں عدم یقین باعث جرم ہوتا ہے۔ جب جزا دینے والے کے حضور پیشی ہو گی تو مجرموں کے سر ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھ لیا ہے۔ ہم نے سن لیا ہے۔ حق کو دیکھنے اور سننے میں ہم کوتاہی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ اب ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ہمیں دنیا میں پھر بھیج دے کہ ہم صالح عمل کریں اور فلاح پائیں۔ اب ہمیں حق کے بارے میں یقین آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس یقین کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جب حق کا انکار کرنا ممکن ہی نہ ہو گا۔ تو اس وقت حق کو مان لینا فائدہ بھی نہ دے گا۔

حاصل : اپنے رب کے حضور۔ حاضری کا عدم یقین باعث جرم ہوتا ہے۔ اس حاضری سے بچ جانا کسی تجویز سے ممکن ہی نہیں۔ حق کو دیکھنا اور سننا حال پر ہی فائدہ دیتا ہے۔ وہ یقین کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو صالح عمل میں جلوہ گر نہ ہو۔

وَلَوْ شِئْنَا لَـَٔاتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَىٰهَا وَ

اور اگر ہم چاہتے ہر نفس کو راہِ ہدایت بجھا

لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾

دیتے۔ ولیکن میرا قول حق ہے۔ کہ میں جنوں اور انسانوں سے اکٹھے جہنم کو بھر دوں گا۔

اگر خواہش کی پیروی کا امکان ہی نہ رکھا جاتا تو ہر نفس [illegible] اس صورت میں انسان کی وہ فضیلت جو اپنے اختیار سے درست استعمال [illegible] بات اللہ کے نزدیک خلافِ حکمت ہے۔ اللہ کا فرمان حق ہے اور [illegible] کا اتباع کرے گا، ان سب سے جہنم کو بھر دیا جائے گا۔

حاصل : اللہ کے لئے ہر نفس کو راہِ ہدایت پر چلانا قطعی مشکل نہیں ہے [illegible] کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان سے تو پوچھ ہی ان سے [illegible] کریں گے۔ ان سب جنوں اور انسانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو چکھو بدلہ اس [illegible] ملاقات [illegible] عذاب بدلہ اس کا [illegible]

[illegible]

حاصل : اللہ سے ملنے [illegible] مالک کل ہے اور [illegible] ٹھکانا دوزخ [illegible] نہیں ملتا۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ

ہماری آیات پر ایمان وہی لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں [illegible]

Marfat.com

السجدہ ۹

رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿۱۵﴾

میں گر پڑتے ہیں اور حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ استکبار نہیں کرتے۔

اللہ کی آیات پر ایمان لانے والوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ جب ان لوگوں کو حق کے حوالے سے نصیحت کی جاتی ہے، تو جو طلبِ حق ان کے اندر طبعی طور پر موجود ہوتی ہے اس میں سیلاب آجاتا ہے، اور وہ حق کو سن کر ادب سے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، اور حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرنے لگتے ہیں۔ استکبار ان لوگوں کا طریقِ زندگی نہیں ہوتا۔ استکبار، حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے کا نام ہے۔ استکبار اور طلبِ ہدایت کسی وجود میں جمع نہیں ہوسکتے۔

حاصل : طلبِ ہدایت ہو تو حق کو پانے کے بعد سجدہ ریز ہونا ضروری ہے، حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرنا ضروری ہے۔ طلبِ ہدایت اور استکبار کسی وجود میں جمع نہیں ہوسکتے۔

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۶﴾

ان کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی ہیں، اور وہ اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ کی آیات پر ایمان لانے والے حق سے آگاہی کا شکریہ ادا کرتے ہیں، وہ نمازِ تہجد کے لئے اٹھتے ہیں، بستر پر استراحت کے مقابل نمازِ تہجد ان کے لئے باعثِ راحت ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں۔ ان کو خوف یہ ہوتا ہے کہ قول و فعل میں حق کے مقابل کسی جگہ من مانی نہ ہو جائے اور اس طرح خلوت میں ان کی پاکیزگی کا دعویٰ بے معنی نہ ہو جائے۔ طمع یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پاک بندوں کی صف میں شمار ہو جائیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں حُسنِ عبادت کا ثبوت اسی طرح سے ملتا ہے، اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حسنِ عبادت کا ثبوت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ملتا ہے۔ یہ خرچ اللہ کے دیئے ہوئے پاک رزق سے ہی ہوتا ہے۔ جو رزق خلافِ حق کرنے سے حاصل ہو وہ اللہ کا دیا ہوا پاک رزق نہیں ہوتا۔

حاصل : استکبار سے بچنے والے، ایمان والے ہوتے ہیں۔ نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھنا اور اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارنا حقوق اللہ کی احسن ادائیگی کی صورت ہے، اور اللہ کی راہ میں اللہ کے دیئے ہوئے پاک رزق سے خرچ کرنا حقوق العباد کی احسن ادائیگی کی صورت ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن

تو کسی کو معلوم نہیں آنکھوں کی وہ ٹھنڈک

at.com

قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾

جو ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔ جزاء اس کی جو عمل وہ کرتے تھے۔

مومنین کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا اور ان کی ازواج کو بھی حکم دیا جائے گا۔ [illegible] جن کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں وہ ملے گا جو طالب کا جی چاہے گا اور آنکھوں کو خوش ہوں [illegible] گا۔ یہ جزاء ہوگی ان اعمال کی جو بندے نے کیے ہوں گے۔ اعمال کے لئے دنیا وقت اور توفیق [illegible] حکمت رکھی ہے۔ صالح عمل کی حقیقت خیر کا رخ رکھنا ہے اور اس کی عطا، توفیق و حق سے متعلق [illegible]

حاصل : اللہ اس سے راضی ہے جو راہِ خیر کو اختیار کرتا ہے۔ [illegible] آخرت میں بھی اس کے لئے فلاح ہے۔ اللہ ہی سب سے بہتر جزاء دینے والا ہے۔

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾

بھلا وہ جو مومن ہے [illegible] فاسق ہے۔ وہ برابر نہیں ہوتے۔

مومن پاک ہوتا ہے۔ فاسق ناپاک ہوتا ہے۔ مومن اپنی پسند کو حق سے [illegible] ہے۔ مومن یہ دیکھتا ہے کہ [illegible] چیزوں [illegible] مومن [illegible] یقین رکھتا ہے۔ فاسق [illegible] فاسق مادی فوائد کو ہی دیکھتا ہے۔ مومن اور فاسق [illegible] نہیں ہوتے۔

حاصل : مومن اور فاسق کا رخ ہمیشہ الگ الگ ہوتا ہے۔ [illegible] ان کے ساتھ مساوی سلوک نہیں [illegible]

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

سو جو لوگ ایمان لائے اور [illegible] ان کے لئے باغ ہیں رہنے کے [illegible] ان کاموں کا صلہ جو وہ کرتے تھے۔

ایمان اور صالح اعمال [illegible] بشارت ہوتی ہے۔ [illegible] میں خدا کی مہمان [illegible]

حاصل : ہمیں پاک لوگوں کو مہمان بنانے کا شرف ہو تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ان کی قدر کرنی چاہیے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ لوگ جو فاسق ہوئے تو ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ جب اس سے نکلنا چاہیں گے اس میں لوٹا دیئے جائیں گے. اور ان سے فرمایا جائے گا. چکھو اس آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

مومنین اور فاسقین برابر نہیں ہوتے۔ مومنین کے مقابل فاسقین کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ فاسق لوگوں نے خلافِ حق کرنے کو اپنا معمول بنا رکھا ہوتا ہے. ان کا ٹھکانا آگ ہو گا۔ یہ آگ ان کے اعمال کا صلہ ہو گا۔ جب وہ اس آگ سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے. اور یہ بھی فرمایا جائے گا. اسی عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے. اب اس کو چکھو. یہ تمہارے کیے ہی کا تو بدلہ ہے۔

حاصل : فاسق لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ یہ مقام ان کے اعمال کے صلے میں انہیں ملے گا۔ جس بُرے عمل کو چھوڑنا پسند نہ ہو. اس کی جزا سے خود کو بچانا ممکن نہ ہو گا۔ حقائق کو جھٹلانا. عذابِ الٰہی کو اپنا مقدر بنانا ہے۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور ہم ان کو عذابِ اکبر کے سوا عذابِ ادنیٰ بھی چکھائیں گے تاکہ وہ رجوع کریں۔

عذاب اکبر سب سے بڑا عذاب ہو گا. اعمال کی پوری پوری جزا کی صورت میں ہو گا. اور وہ قیامت سے تعلق رکھتا ہے۔ عذاب ادنیٰ حال پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اصلاح حال کی مہلت موجود ہوتی ہے۔ یہ ہمیشہ تذکیر و تنبیہ کا درجہ رکھتا ہے. اور اس سے رجوع الی اللہ ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

حاصل : عذابِ ادنیٰ میں مبتلا ہونے کے بعد بھی جو اپنی روش کو درست نہ کرے. وہ رجوع الی اللہ نہیں ہوتا۔ عذابِ اکبر صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔ ہمیں سزا دینے کا حق اسی قدر ہے. جس کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے، جسے اس

Marfat

ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

کے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے اعراض کیا۔ بے شک ہم مجرمین سے انتقام لیں گے۔

جو خلاف حق کرے وہ ظالم ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو خلاف حق کرنے کی ترغیب دے وہ اظلم ہوتا ہے۔ اور جس کو اس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جائے اور وہ ان سے اعراض کرے۔ وہ انتہائی درجے کا ظالم ہوتا ہے۔ ایسے لوگ مجرم ہیں۔ اور مجرمین سے انتقام لینا اللہ کی سنت ہے۔

حاصل : ظالم سے ہی اظلم بنتا ہے۔ اس لئے خلاف حق کرنے سے بچنا ضروری ہے۔ جب بات رب العالمین کی آیات کے حوالے سے ہو تو پھر اعراض کرنے سے بڑا جرم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً مجرمین سے انتقام لیتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (21) میں فرمایا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ

ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور ہم شر اور خیر سے تمہیں آزماتے ہیں۔ اور تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۲۳﴾

اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی۔ تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف عطا فرمائی گئی۔ آپ نے حق والوں کو بشارت دی۔ ماننے والوں کو ہدایت دی اور انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرایا۔ جن لوگوں نے تورات شریف کو نہ مانا جیسے ماننا چاہئے تھا وہ عذاب میں پکڑے گئے۔ اسی طرح جو لوگ قرآن پاک کو نہیں مانتے جیسے ماننا چاہئے۔ وہ بھی عذاب میں پکڑے جائیں گے۔ تورات شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ٹھہرایا گیا۔ ہدایت انہی لوگوں کو حاصل ہوئی جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو مانتے تھے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔ سورۃ الروم (30) میں فرمایا گیا ہے۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے ان کی قوموں کی طرف۔ تو وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے۔ تو ہم نے جرم کرنے والوں سے انتقام لیا اور مومنین کی نصرت ہم پر حق ہے۔ (47) کتاب الٰہی کے جھٹلانے والے اپنے کیے کے انجام کو پہنچے اور ماننے والوں نے اس سے ہدایت پائی۔

Marfat.c

حاصل : حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف عطا فرمائی گئی۔ کتاب اللہ کا انکار منکرین کو موعودہ انجام تک ضرور پہنچاتا ہے۔ ماننے والے اس سے ہدایت پاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾

اور ہم نے ان میں امام ٹھہرائے۔ کہ ہمارے امر سے ہدایت دیتے۔ جب کہ انہوں نے صبر کیا، اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی ظالم کو امام نہیں بنایا جاتا۔ بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں کو امام بنایا گیا۔ جو امر الٰہی کو ادب سے مانتے تھے۔ لوگوں کو امر الٰہی کے حوالے سے ہدایت دیتے تھے۔ لوگوں کو ساتھ رکھنے میں مشکل مقامات پر صبر کرتے تھے۔ اور اللہ کی آیات پر یقین رکھتے تھے۔

حاصل : امام المومنین کے لئے ضروری ہے کہ اس کا بیان امر الٰہی کے حوالے سے ہو۔ لوگوں کو راہ حق پر رکھنے کے عمل میں وہ صبر کرے۔ اور اللہ کی آیات پر یقین رکھتا ہو۔ امام اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لا رہا ہوتا ہے۔ اس کا اتباع کرنے والا یکسو ہو جاتا ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾

بے شک تمہارا ربّ قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ فرما دے گا کہ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

جو لوگ تورات شریف کو اپنے مطابق بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ ان لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں۔ جو تورات شریف کو اور تورات شریف کے مصدق قرآن شریف کو مانتے ہیں۔ حق سے اختلاف ہمیشہ اپنی چاہت کی پیروی کی بنا پر ہوتا ہے۔ قیامت کا دن جزا کا دن ہو گا۔ اس دن رب العالمین کا فیصلہ سامنے آئے گا۔ اختلاف ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ مگر اس فیصلے کو پا کر مومنین کو راحت ہو گی۔ منکرین کو دکھ پہنچے گا۔ اس وقت اصلاح کو اختیار کرنا تو ممکن ہی نہ ہو گا۔

حاصل : حق سے اختلاف کرنے والوں کو خدائی فیصلہ ضرور سنایا جائے گا۔ اس فیصلے کے بعد حق کو مان لینا نفع نہ دے گا۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ

اور کیا انہیں اس پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے قبل کتنے قرون کو ہلاک کر

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۶﴾

والا کہ یہ ان کے مساکن میں پھرتے ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں۔ [illegible] وہ سنتے نہیں۔

جس راستے پر چلنے والے پہلے ہلاکت میں پڑ چکے ہوں اس راستے کو بھی محفوظ نہیں سمجھا جا [illegible] جا چکا ہے۔ ان کی روش قطعاً خلاف حق تھی۔ وہ لوگ طاقتور بھی تھے اور ان [illegible] بداعمالیوں پر پکڑا گیا تو وہ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکے۔ اور وہ جو تباہ [illegible] گزر ہوتا ہے۔ ان مساکن سے وہاں کے رہنے والوں کی حیثیت اور [illegible] نشانیاں ہیں۔ ان لوگوں نے حق کے مقابل اپنی پسند کو فوقیت دی اور [illegible] گئے۔ جب ان کو ان کے رب کی آیات سے [illegible] ہوگئے تو پھر ہلاک کر دیئے گئے۔ اس بات کو سننے کا ثبوت [illegible] گزر چکی ہے۔

حاصل : اپنے اختیار کردہ راستے پر پہلے چلنے والوں کے انجام [illegible] کے ساکنین کا پتہ لگتا ہے۔ ماضی کی نشانیاں بتاتی ہیں کہ ان لوگوں کی حیثیت [illegible] عملاً اگر اصلاح کو قبول نہ کیا جائے تو حق کو سننے کا ثبوت [illegible]۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِہٖ زَرۡعًا تَاۡکُلُ مِنۡہُ اَنۡعَامُہُمۡ وَ اَنۡفُسُہُمۡ ؕ اَفَلَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾

اور کیا دیکھتے نہیں [illegible] طرف [illegible] دیکھتے نہیں۔

[illegible] زمین کو بارش سے زندہ [illegible] سے تعلق [illegible] بہت سی نشانیاں اس طرح انسان کے مشاہدے میں آتی ہیں۔ [illegible] کی ضروریات کے مطابق [illegible] اس کو دیکھنے سے [illegible] طالب ہدایت ہو تو اس سے ضرور فائدہ اٹھاتا ہے۔

حاصل : مردہ زمین کو بارش سے زندہ ہوتے دیکھ کر بعث بعدالموت کو مان لینا چاہئے۔ ایک ہی کھیتی سے مخلوق کو اس کی ضروریات کے مطابق رزق دینا اللہ کی شان ہے۔ دیکھتے ہوئے بھلائی کی راہ کو اختیار کرنا ہی طبعی طور پر عقل مندی ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾

اور کہتے ہیں. یہ فیصلہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو۔

بعث بعدالموت کو بعید از امکان جاننے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہو گا. اور قیامت کا ذکر کرنے والے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کریں کہ وہ قیامت کو لا کر دکھائیں. یا اس کے آنے کا وقت بتائیں۔ یہ دونوں مطالبات جہالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت کو لانا اللہ کا کام ہے۔ اس کے لانے کا وقت بھی اللہ کے علم میں ہے۔ اس کے آجانے پر ہی اگر حق کو بیان کرنے والوں کی صداقت کو مانا جائے تو یہ ماننا نفع نہ دے گا۔

حاصل : حق کو ماننے کے لئے حال پر ملی ہوئی مہلت بہترین وقت ہے۔ اسی وقت میں ہم بھلائی کی راہ کو اختیار کر سکتے ہیں۔ اس صداقت کی تسلیم ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی. جس کے تسلیم کرنے کے بعد اصلاحِ حال کے لئے مہلت ہی موجود نہ ہو۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾

فرما دیجئے فیصلے کے دن کافروں کو ایمان لانا نفع نہ دے گا. اور نہ انہیں مہلت ہی ملے گی۔

فیصلے کے دن کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے. کہ اس دن کافروں کو ایمان لانے میں کچھ مشکل پیش نہیں آئے گی. مگر ان کا ایمان لانا انہیں نفع نہ دے گا۔ اس دعویٰ ایمان کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت پیش کرنا ممکن نہ ہو گا. دار جزا قائم ہو چکا ہو گا. اس لئے مہلت کا مقام پورا ہو چکا ہو گا۔

حاصل : جہاں حق کا انکار ممکن ہی نہ ہو وہاں حق کو مان لینا بڑا عمل نہیں ہوتا اور نافع بھی نہیں ہوتا۔ اصلاحِ حال کے لئے مہلت کی موجودگی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

۸ ع فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

تو ان سے اعراض کرو اور انتظار کرو بے شک وہ بھی منتظر ہیں۔

تبلیغِ حق سے استفادہ نہ کرنے والے. حق کا انکار کرتے کرتے عذابِ الٰہی کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں. اور عذابِ الٰہی کو ہی

at.com

تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کی سند ٹھہرا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے انجام کا انتظار کرنا چاہئے۔ منکرینِ حق کو یہ انتظار ہوتا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے رسم و رواج و اذیت دینے والے حق پر چل سکیں گے۔

حاصل : جہاں منکرینِ حق عذابِ الٰہی کا مطالبہ کرنے لگیں وہاں تبلیغ حق کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے اعراض کرنا چاہئے اور انجام کا انتظار کرنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون (23) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾

کوئی امت نہ اپنی اجل سے پہلے جائے اور نہ تاخیر کرے۔

(آیاتہا ۷۳) **سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ** (رکوعاتہا ۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ (۱)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے ڈریئے. اور کافروں اور منافقوں کو وقعت نہ دیجئے۔ بے شک اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کا بولنا اللہ کے حکم سے تھا۔ اتباعِ حق آپ کے اتباع سے ہی ہوتا ہے۔ آپ سے براہ راست خطاب بھی لوگوں کو علم عطا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ اتباع کرنے والے لوگوں پر حکم پہلے آتا ہے. عمل بعد میں ہوتا ہے. اور جس کا اتباع سند کا درجہ رکھتا ہے. وہاں عمل پہلے ہو رہا ہوتا ہے حکم بعد میں آتا ہے۔ اس سے وہ شان روشن ہوتی ہے. جو اللہ نے حضور کو عطا فرمائی۔ کافر اور منافق اس کوشش میں رہے ہیں کہ حق کے مقابل ان کی تجاویز کو وقعت دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اللہ کو علم والا اور حکمت والا ماننے کا ثبوت اسی طرح سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

حاصل : اللہ کی رضا بہرحال مقصود ہو تو اللہ سے ڈرنے کا ثبوت موجود ہے۔ کافروں اور منافقوں کے مابین حق کی مخالفت کی بدولت بڑا اتحاد ہوتا ہے۔ کافروں اور منافقوں کی تجاویز کو کبھی وقعت نہیں دینی چاہئے. اللہ کو علم والا. حکمت والا ماننے کا حق ادا کرنا چاہئے۔

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ (۲)

اور اسی کا اتباع کیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کو حکم ہو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت. اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ نے اس کی سند نازل فرمائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع، اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونے کی طریقت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ وہی کیا. جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا۔ اللہ کی رضا کے علاوہ آپ کا مقصود کچھ تھا ہی نہیں۔ خلوت و جلوت میں یہ یقین کہ اللہ کو ہمارے اعمال کی خبر ہے. رحمۃ اللعالمین اور آپ کے پاک ساتھیوں کی زندگیوں میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ اسی پاک صف میں شمار ہو جانے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

at.com

حاصل : فرمان الٰہی سے بڑی ہمارے لئے کوئی سند نہیں ہے۔ خلوت و جلوت میں یہ یقین [illegible] اعمال میں نظر آنا چاہئے۔ کہ اللہ کو ہمارے حال کا پتہ ہے۔ [illegible] شان ہے۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

اور اللہ پر توکل کیجئے اور اللہ [illegible] ہے وکیل۔

توکل کرنے والے اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ توکل کرنے والے یہ یقین رکھتے ہیں [illegible] کے لئے درکار ہے وہ اللہ نے عطا کر رکھا ہے۔ جو آئندہ درکار ہو گا وہ [illegible] مطلق کی طرف سے [illegible] کی شان ہے اور وہ ہر شے کا مالک ہے۔ قادر مطلق ہے۔ [illegible] ادائیگی کے بعد ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

حاصل : متوکل سے ہی توکل کا علم سیکھنا چاہئے۔ متوکل کا [illegible] کار ساز مانتا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④

اللہ نے کسی آدمی کے جوف میں دو قلب نہیں ٹھہرائے۔ اور تمہاری [illegible] سے تم ظہار کر [illegible] ٹھہرایا۔ اور تمہارے [illegible] نہیں ٹھہرایا [illegible] کے قول ہیں اور اللہ حق [illegible] وہی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔

کسی آدمی کے اندر [illegible] ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ کا فرمان سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اللہ نے [illegible] اس لئے اگر دل حق کے ساتھ ہے تو [illegible] حقیقت ہے [illegible] دیتے ہیں وہ حق میں اپنی پسند [illegible] حرام ٹھہرایا ہے ان میں اضافہ یا کمی کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ [illegible]

rfat.com

ایک ماں سے ہی ہوتا ہے. ایسے فرد پر بے جا بولنے کی وجہ سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے اور کفارہ ادا کر دینے کے بعد اس کو زبان کھولنے کے آداب پیشِ نظر رہتے ہیں۔ اسی طرح باپ ایک ہی ہوتا ہے۔ متبنیٰ بیٹا نہیں ہو سکتا۔ خالقِ کل نے جو مقامات رکھے ہیں وہ علمِ مطلق سے ہیں. اس لئے ان میں کمی بیشی خلافِ حق ہے۔ قول وہی حق ہے جو اللہ کا فرمان ہے۔ بندے کے منہ کی بے سند بات کبھی حق نہیں ہو سکتی۔ جو زبان حق کے خلاف بیان کرے وہ پاک نہیں رہتی اور زبان کو پاک رکھنا بندے پر لازم ہے۔ راہ حق طبعی طور پر ایک ہی ہوتی ہے. اور اللہ ہی اس کو بجھاتا ہے اس لئے بندے کو اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔

حاصل : تضادِ فکر غیر طبعی صورت ہے۔ اللہ کے فرمان کو ادب سے ماننے والے احتیاط سے بولتے ہیں۔ ماں بھی ایک ہی ہوتی ہے باپ بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ زبان کو پاک رکھنا چاہئے. اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ ؕ وَ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۵

انہیں ان کے آباء کی نسبت سے ہی پکارو. یہی اللہ کے نزدیک پورا انصاف ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے آباء کا علم نہ ہو. تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور موالی ہیں۔ اور خطا ہو جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں مگر وہ جو تمہارے قلب سے عمداً ہو۔ اور اللہ بخشنے والا. رحم فرمانے والا ہے۔

متبنیٰ کو اس کے باپ دادا کی نسبت سے پکارا جائے تو یہ اللہ کے نزدیک درست ہے۔ اس لئے اس حکم کو جاننے کے بعد کوتاہی سے بچنا لازم ہے۔ اگر متبنیٰ کے آباء کا علم نہ ہو تو پھر پکارنے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے. کہ انہیں دین میں اپنا بھائی کہا جائے. اپنا موالی کہا جائے۔ خطا ہو جائے تو گناہ نہیں ہو گا. مگر عمداً خلافِ حق کیا جائے تو قطعاً گناہ ہو گا. اعترافِ گناہ کے بعد توبہ کرنا ضروری ہے۔ توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخش بھی دیتا ہے. اس پر رحم بھی فرماتا ہے۔

حاصل : طبعی اور درست صورت وہی ہے. جو اللہ نے رکھی ہے. اس لئے متبنیٰ کو اس کے باپ کی نسبت سے پکارا جائے۔ اگر ان کے آباء کا علم نہ ہو تو انہیں بھائی کہہ کر پکارا جائے۔ خطا ہو جائے تو گناہ نہیں. عمداً خلافِ حق کیا جائے تو گناہ ہے۔ اعترافِ گناہ کے بعد توبہ اور انابت کا مقام رکھا

گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۶

اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حق مومنین پر ان کے انفس سے مقابل اولیٰ ہے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔ اور رحمی رشتے دار دوسرے مومنین اور مہاجرین سے مقابل اولیٰ ہیں اللہ کے قانون میں مگر یہ کہ تم اپنے اولیاء کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

ہر مومن مرد اور عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی پسند و اللہ کے رسول کی پسند کے مقابل [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مومنین پر ان کے انفس کے مقابل اولیٰ ہے۔ آپ مومنین کی [illegible] رضاء الٰہی کسی مقام پر موجود ہی نہیں۔ فرد کے حوالے سے نہیں عزت کے حوالے سے آپ کا مقام [illegible] اس لئے آپ کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔ اس لئے عزت کے حوالے سے آپ کی ازواج [illegible] کے مقابل برا ہوگا۔ کوئی مومن ان کے ساتھ نکاح کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ رحمی رشتے [illegible] مقابل مہاجرین کے مقابل اللہ کے قانون کے حوالے سے اولیٰ ہیں۔ اس لئے [illegible] صورت اختیار کرنا ہوتا ہے۔ کسی وارث کے طبعی حق سے محروم [illegible] کرنا چاہو تو اس کی اجازت ہے۔ مگر اس مہربانی کو بھی اللہ اور اس کے رسول [illegible] چاہئے۔ اللہ نے جس کا حق رکھا ہے اس کو اس کا حق اسی طرح [illegible] مقدس میں آپ کا یہ حق رکھا ہے ہم ادب سے یہ آپ کو دیتے ہیں۔

حاصل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جان سے بڑھ کر محبت کا معاملہ [illegible] چاہئے۔ آپ کی ازواج مطہرات کو اپنی ماؤں سے بڑھ کر ماننا چاہئے۔ اللہ نے جس کا حق [illegible] اس کا حق ادب سے دینا چاہئے۔ مومنین اور مہاجرین پر مہربانی معروف طریقے [illegible] ہانی کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا میثاق لیا

rfat.com

وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷

اور آپ (علیہ السلام) سے اور نوح (علیہ السلام) سے اور ابراہیم (علیہ السلام) سے اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اور عیسیٰ (علیہ السلام) ابنِ مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا میثاق لیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کو پہنچانے کے لئے جس طرح اتمام حجت کیا گیا۔ اس سے روشن ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے کس قدر تعلق رکھتا ہے۔ نبیوں سے گاڑھا عہد لیا گیا۔ کہ آپ حق کو پہنچائیں گے۔ اللہ کی رضا کے لئے مخالفت کو برداشت کرتے رہیں گے۔ لوگوں کو ان کے مسائل کا حل حق کے حوالے سے بتائیں گے۔ اور بشارت و انذار کے مقامات ان کے سامنے روشن کر دیں گے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی مخالفت کرنے والوں سے جو سلوک کیا۔ حسن سلوک میں اس سے بڑھ کوئی مقام نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پیغام حق پہنچانے میں جس قدر دکھ جھیلا۔ اپنے دکھ کو اس کی نسبت سے دیکھنا شاہدین کو تقویت دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قادرِ مطلق کا ساتھ رکھنے میں جو مثال پیش کی۔ اس سے اپنے دعوے کو جانچنے میں مدد ملتی ہے۔ آپ نے نہ نار کو دیکھا۔ نہ نمرود کو دیکھا۔ صرف اپنے یار کو دیکھا۔ اللہ نے اس نار کو گل زار کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جس قدر دکھ اٹھائے اور بنی اسرائیل کو جس طرح مدد دی۔ اس کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔ آلِ فرعون دکھ میں مبتلا ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کرتے۔ دکھ ختم ہو جاتا تو وہ پھر خلافِ حق کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بھلائی کی راہ دکھانے کے لئے جو کچھ کیا وہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہئے اور ان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہئے۔ ان حضرات ذی شان کے اسماء گرامی کا ذکر کر کے شاہدین کے کام کو واضح کیا گیا ہے۔ اس راستے کی مشکلات کو جاننے کی صورت رکھی گئی ہے۔ حق کی مخالفت کرنے والوں سے ویسا تعلق رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو انبیاء کرام کی سنت رہا ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والوں کو ان کے کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس دلانا چاہئے اور ان سے عہد لینا چاہئے کہ وہ ہر مقام پر یہ دیکھیں گے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ یہ نہیں دیکھیں گے۔ کہ ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔

لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

تاکہ اللہ صادقین سے ان کے صدق کے بارے میں پوچھے۔ اور کافروں کے لئے المناک عذاب تیار رکھا ہے۔

شاہدین کی معیت کو اختیار کرنے والے صداقت کے دعوے میں سچے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھا اسی

حوالے سے جائے گا جس حوالے سے حال پر کسی کا تعلق ہو گا۔ جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے اعمال کی صورت میں اپنے جلانے کا سامان اکٹھا کرتے رہتے ہیں۔ یہ سامان اس دنیا سے جاتے وقت ان کے ساتھ جاتا ہے۔ [illegible] ان کے لئے ان کے اعمال کے حوالے سے تیار رکھا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع ہم پر فرض ہے۔ ہماری صداقت کا ثبوت ہمارے اعمال سے ملتا ہے۔ راحت عاشقین کو حاصل ہوتی ہے۔ [illegible] اپنے اعمال کی [illegible] وہاں تیار پائیں گے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب (۳۳) میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ﴿٣٦﴾

اور کسی مومن اور مومنہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول [illegible] معاملے کا کچھ اختیار رہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی [illegible] گمراہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾

اے ایمان والو اللہ کی نعمت [illegible] پر لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر [illegible] بھیجی اور وہ لشکر جو تم نے [illegible] دیکھتا ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرتے [illegible]

[illegible]

حاصل : مذکورہ حوالے سے اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ [illegible] رہنا لازم ہے۔ اللہ جو مدد [illegible] ملتا ہے اور [illegible] کا یقین ہمارے عمل میں نظر آنا چاہئے۔

fat.com

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾

جب وہ تم پر چڑھ آئے تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے۔ اور جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے۔ اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

یہود اور کافرین کی فوجوں نے بلندی کی طرف سے بھی حملہ کیا اور نشیب کی طرف سے بھی حملہ کیا۔ یہ حملہ بہت بڑا تھا۔ مدینہ منورہ کا محاصرہ کرنے والی فوج بہت بڑی تھی۔ سامانِ حرب ان کے پاس بہت تھا۔ خوراک اس قدر تھی کہ وہ ایک عرصہ تک محاصرے کو قائم رکھ سکتے تھے۔ حملہ بلندی کی طرف سے بھی تھا، نشیب کی طرف سے بھی تھا۔ حملہ آور فوج کے ساتھ مساوی وسائل کا تقابل کرنے والے یقیناً خوف زدہ ہوئے۔ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، کلیجے منہ کو آنے لگے، اور ضعف ایمان جہاں جہاں تھا وہ ظاہر ہونے لگا، اور ضعیفُ الایمان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے باب میں طرح طرح کے گمان کیے۔

حاصل : دشمن فوج کی عددی قوت، ان کا سامان حرب، میدان جنگ میں ان کی پوزیشن وغیرہ، یہ چیزیں مومنین کو مرعوب نہیں کرتیں۔ ضعف ایمان والے دہشت زدہ ہو جائیں، ان کے کلیجے خوف کی وجہ سے منہ کو آنے لگیں، اور ان کی کیفیات ان کی زبان سے بیان ہونے لگیں تو اس کو خلافِ توقع نہیں کہا جا سکتا۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾

وہاں مومنین کو ابتلا دی گئی اور انہیں جھنجھوڑا گیا شدید جھٹکوں سے۔

لوگ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا، کہ وہ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور انہیں عملاً نہیں دیکھا جائے گا، تو یہ درست نہیں ہے۔ صداقت و کذب کو پہلے بھی دیکھا جاتا رہا ہے، آئندہ بھی دیکھا جاتا رہے گا۔ ابتلا بندے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے تب غیر طبعی باتیں سب اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ دشمنوں کی بڑی تعداد اوپر اور نیچے سے چڑھ آئے اور مومنین کی صفوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں، جن کو اپنی خوشی مومنین کی اجتماعی بھلائی کے مقابل زیادہ عزیز ہو، تو یہ شدید جھٹکوں سے جھنجھوڑے جانے کی صورت ہے۔

حاصل : اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔ ابتلا کے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہی بندے کو پورا رہنے میں مدد دیتا ہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے قلوب

at.com

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫

میں مرض تھا یہ کہنے لگے۔ نہیں اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ دیا تھا وہ محض غرور تھا۔

منافق ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اللہ کے رسول کو اپنی جان سے عزیز نہیں جانتے۔ جو حق وعدے کا دعویٰ نہ کریں اور دل میں اپنی خواہش کی پیروی کے علاوہ کچھ مقصود نہ رکھتے ہوں۔ ایسے لوگوں پر جب مشکل وقت آتا ہے تو وہ اپنے اندر کی کیفیت کو چھپا نہیں سکتے۔ اور وہ کچھ کہنے لگتے ہیں۔ جس سے ان کے ایمان کا دعویٰ کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ جس کو وہ پورا نظر آئے وہ اپنی خواہشات کی پیروی میں جو چاہتے ہیں اس کے خلاف ہو وہ اسے فریب ہی لگتا ہے۔

حاصل: منافق لوگ حالات کو اپنی توقع کے خلاف پائیں تو ان کے قلوب میں چھپا مرض ظاہر ہونے لگتا ہے۔ وہ اپنی زبان سے ہی اپنے ایمان کے دعویٰ کی نفی کر دیتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ
١٠ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬

عند المتقدمین

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب یہاں تمہارا ٹھکانا نہیں لوٹ جاؤ۔ اور ان میں ایک فریق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت مانگتا تھا۔ ان کا قول تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور وہ غیر محفوظ نہیں تھے۔ وہ تو بس فرار ہونا چاہتے تھے۔

منافقین نے جب دشمن فوج کی بڑی تعداد دیکھی، حالات جیسا ان کو دشمن فوج سے نقصان پہنچنے کا خوف تھا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے یہ کہا کہ مدینہ والوں کی اس بڑی فوج سے مقابلے میں کامیابی ممکن نہیں ہے۔ سراسر حماقت کا تقاضا یہی ہے کہ تم یہاں سے لوٹ جاؤ۔ منافقوں میں سے ایک فریق ایسا بھی تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگتے ہوئے یہ عذر پیش کیا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ ان کا ارادہ جنگ سے بھاگنے کے سوا کچھ اور بات نہ تھی۔

حاصل: مخلصین مدینۃ النبی کہتے تھے۔ منافق یثرب کہہ کر اس بستی کے سابق نام کو دوبارہ عزت دینے کی کوشش کرتے تھے۔ منافق حالات جنگ کو دشمن فوج کی طرف جاتے دیکھیں تو اپنے گھر

Marfat.c

ہونے میں ہی سلامتی دیکھتے ہیں، مگر اس سے پہلے مومنین کے دلوں پر دشمن فوج کی دھاک بٹھانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

اور کوئی شہر کے کناروں سے ان پر گھس آئے پھر ان سے فتنے کی بات کرے، تو وہ اسے مان لیں اور اس میں تھوڑی ہی دیر کریں۔

منافقوں کی قلبی کیفیت بیان فرمائی گئی ہے، کہ دشمن ان تک پہنچ جائے اور ان سے فساد کرنے کو کہے تو یہ فوراً دشمن کی مدد پہ تیار ہو جائیں گے، اور وہی کریں گے جس کی ان سے توقع کی جائے گی۔ یہ لوگ ذاتی مفاد کو دیکھتے ہیں اور ذاتی مفاد پر کسی چیز کو قربان کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

حاصل : منافق کے نزدیک اس کے ذاتی مفاد سے زیادہ کچھ اہم نہیں ہوتا۔ وہ مومنین کے دشمن کا آلۂ کار بننے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾

اور بے شک اس سے قبل وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ کے عہد کی پوچھ ہوتی ہے۔

منافقین اس سے قبل بھی جہاد سے جی چراتے پائے گئے تھے، اس لئے انھوں نے اپنے دعویٰ ایمان کے ساتھ اللہ سے یہ عہد کیا تھا، کہ آئندہ کبھی جہاد سے جی نہیں چرائیں گے اور کبھی حق سے پہلوتہی نہ کریں گے۔ یہ عہد اس قادرِ مطلق کے ساتھ تھا جو خلوت و جلوت میں ہر مقام پر بندے کو دیکھتا ہے۔ اللہ سے جو عہد کیا جائے اس کے بارے میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ اس کے بارے اللہ کی طرف سے پوچھا جائے گا۔

حاصل : اللہ سے عہد شکنی، منافقین کا طریقہ ہے۔ اللہ سے اپنے عہد کو یاد رکھنا چاہئے اور اسے پورا کرنا چاہئے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

فرما دیجئے ہرگز تمہیں یہ فرار نفع نہ دے گا، اگر تم موت یا قتل سے فرار چاہو گے، اور پھر بھی قلیل ہی برتنے دیئے جاؤ گے۔

منافقین میدان جہاد سے فرار چاہتے ہیں۔ ان پر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ فرار تمہیں کیا نفع دے سکتا ہے۔ میدان جہاد میں تمہیں موت آ سکتی ہے یا لڑائی کے اثرات تم پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ ہو گا تو باذن اللہ ہی اور اللہ سے تمہیں بچانے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر یہ فرار تو بے معنی ہو گیا۔ اور اگر تم اپنے گمان میں جہاد سے فرار حاصل کر بھی لو، محفوظ بھی رہو تو کتنی دیر تمہیں متاع حیات حاصل رہے گی۔ یہ تو جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ پھر یہ فرار بے معنی ہو جاتا ہے۔ متاع حیات بھی تو باذن اللہ ہی برت سکو گے۔

حاصل : منافقین پر یہ واضح کرنا چاہئے کہ اللہ کی قدرت ہر جگہ تم پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بامراد ہو کر لوٹنا اور نامراد ہو کر لوٹنا مساوی نہیں ہوتا۔ متاع حیات کا برتنا بھی باذن اللہ ہی ہوتا ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر رحمت فرمانا چاہے۔ اور اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار پائیں گے۔

حکم اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ اگر کسی کو تکلیف دینا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا اور اگر رحمت سے نوازنا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اللہ کی قدرت ہر جگہ محیط ہے۔ یہ منافقین ... جب ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا مقام آ جاتا ہے تو کوئی اللہ کے مقابل ان کی دوستی یا مدد کرنے والا نہیں ہوتا۔

حاصل : خلاف حق کرنے والوں کو جاننا چاہئے کہ کوئی انہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا اور اگر اللہ رحمت فرمانا چاہے وہاں بھی کوئی آڑے نہیں آ سکتا۔ اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہو سکتا ہے نہ کوئی مددگار ہو سکتا ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾

اللہ کو علم ہے جو تم میں روکنے والے ہیں اور اپنی برادری سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ اور قلیل ہی لڑائی میں آتے ہیں۔

اللہ سے تو کچھ مخفی ہوتا ہی نہیں۔ جو لوگ جہاد سے جی چراتے ہیں، اور اپنی برادری کے لوگوں کو جہاد سے جی چرانے کی ترغیب دیتے ہیں، وہ اللہ سے مخفی نہیں ہیں۔ لڑائی میں یہ لوگ اپنے مفادات سے بندھے ہوتے ہیں، اس لئے نفس کو جہاں فائدہ نظر آئے یہ لڑائی میں آجاتے ہیں۔ اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لئے جہاد پر لگانا انہیں بڑا مشکل نظر آتا ہے۔

حاصل : اپنی برادری والوں کو جہاد سے گریز کی راہ دکھانا منافقین کا طریقِ زندگی ہے۔ اپنے نفس کی خوشی کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے کا جذبہ ہو تو اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا ہوتا ہے۔

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾

تم سے جان چراتے ہیں، تو جب خوف کا وقت آئے تم دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں، جیسے کسی پر موت چھائی ہو، پھر جب خوف دور ہو جائے تو مال کے لالچ میں تیز زبانوں سے تمہیں طعنے دیتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں۔ تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔

منافقین کو اللہ کی رضا تو مقصود نہیں ہوتی وہ جہاد میں مومنین کو دکھانے کے لئے کاروائی کرتے ہیں۔ یہ دکھاوا جب مشکل معلوم ہو تو وہ مومنین سے جی چراتے ہیں۔ جب خوف کے دائرے میں گھر جائیں تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے جیسے موت کی بے ہوشی ان پر چھا رہی ہے۔ مردانگی و شجاعت کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ پھر جب خوف کا مقام دور ہو جائے، تو مال کے لالچ میں ان کی زبان درازی شروع ہو جاتی ہے اور یہ طعنے دینے لگتے ہیں۔ قاسمِ غنیمت کی ذاتِ بابرکات پر بھی ان کو شک ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایمان تو لائے ہی نہیں ہوتے۔ دکھاوے کے لئے اور لالچ کے تحت مومنین کے ساتھ میدانِ جہاد میں موجود ہوتے ہیں۔ اللہ کے لئے ان کے اعمال ہوتے ہی نہیں اس لئے اعمال کی عنداللہ کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اللہ انہیں اکارت کر دیتا ہے۔ اللہ نیتوں کو جانتا ہے، اس لئے بے حقیقت اعمال کو ضائع کرنا اللہ کے لئے آسان ہوتا ہے۔

حاصل : منافقین جہاد کے مقام پر ہوں تو دکھاوا بھی کرتے ہیں، جی بھی چراتے ہیں۔ خوف کا مقام ہو تو ان پر مردنی چھا جاتی ہے۔ ان کا خوف دور ہو جائے تو نفس کا کارن تیز ہو جاتا ہے۔ ایمان تو شاہد سے محبت کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ اللہ نیتوں کو جانتا ہے، اس لئے سچے اور جھوٹے اعمال میں فرق کرنا اس کے لئے قطعاً آسان ہوتا ہے۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝٣٠ ع ۱۸

سمجھتے ہیں کہ ابھی لشکر گئے نہیں اور اگر لشکر پھر آئیں تو ان کی چاہت ہو گی کہ کسی طرح گاؤں میں نکلے ہوئے ہوں اور وہیں سے تمہاری خبریں پوچھ لیا کریں۔ اور اگر تم میں ہوں بھی پھر بھی قلیل ہی لڑیں۔

منافقین پر جہاد اس قدر بھاری ہوتا ہے کہ دشمن فوج کے چلے جانے کے بعد بھی وہ یہی سمجھتے ہیں کہ دشمن کی فوجیں ابھی گئی نہیں ہوں گی۔ اور اگر دشمن کی فوجیں پھر آجائیں تو بجائے ان کے ساتھ لڑنے کی بجائے ان سے پناہ [illegible] اور میدان جنگ سے دور رہتے ہوئے پوچھ لیا کریں گے کہ مومنین کی فوجیں کس حال میں ہیں۔ اور اگر [illegible] کی صفوں میں ان کا رہنا انہیں ضروری نظر آئے تو بھی یہ لڑنے سے گریز ہی کریں گے۔ منافقین [illegible] دشمن مغلوب نظر آنے لگے۔

حاصل : دشمن فوج کے جانے کے بعد بھی منافقین پر ان کا خوف رہتا ہے۔ منافقین [illegible] کرنے میں اپنی عافیت دیکھتے ہیں۔ مجبوراً اگر مومنین کے ساتھ [illegible] نہیں ہوتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورہ الجاثیہ (۴۵:۲۱) میں ارشاد فرمایا ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ [illegible] يَحْكُمُونَ ۝٢١

کیا برائیاں کمانے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان کی طرح [illegible] عمل کیے۔ کیا برابر ہیں ان کی حیات و ممات۔ [illegible]

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝٣١

بے شک رسول اللہ کی حیات طیبہ میں تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے [illegible] یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا کثیر [illegible] رہتا ہو۔

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد بنا کر بھیجا ہے [illegible]

rfat.com

اسوۂ حسنہ کے حوالے سے مومنین کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات سے وہ تعلق ہو جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے تو پھر حق کے دشمنوں سے مرعوب ہونے کا کوئی مقام ہی نہیں رہتا۔ جو اللہ اور آپ سے ایسا تعلق رکھتے ہیں، ان کی صفات یہ ہیں کہ وہ اللہ سے ملنے کی امید رکھتے ہیں، آخرت کے دن کا یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہتے ہیں۔ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی یہ لوگ ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

حاصل : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ وہ معیار ہے جو حال پر کسی صاحبِ حال کی صداقت کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات سے فیوض و برکات لینے والے لوگ، اللہ سے ملنے کی امید رکھتے ہیں، آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ؕ﴿۲۲﴾

اور جب مومنوں نے لشکر دیکھے، کہنے لگے، یہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے، اور اس سے ان کے ایمان و تسلیم زیادہ ہی ہوئے۔

مومنوں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وعدہ فرما رکھا ہے کہ صرف دعوئ ایمان کافی نہیں ہو گا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ وہ سچے ہیں یا نہیں ہیں۔ مشکل مقامات بھی آئیں گے، صرف آسانیوں سے ہی سابقہ نہیں ہو گا۔ موافق حالات میں ساتھ رکھنا نفس پر گراں نہیں ہوتا، ناموافق حالات میں ساتھ رکھنا نفس پر بڑا گراں ہوتا ہے۔ مومنوں نے جب دشمنوں کے بڑے لشکر دیکھے، تو وہ کہنے لگے یہی وہ مقام ہے جس پر حضور کے ساتھ پورا رہنا ہماری صداقت کا ثبوت ہو گا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فرمایا ہے وہی سچ ہے۔ ایسے ہی مقام پر اللہ کی نصرت شامل حال ہوا کرتی ہے اور اس سے بڑا انعام حال پر کیا ہو سکتا ہے۔ اس طرح ان پاک لوگوں کے ایمان و تسلیم میں اضافہ ہی ہوا۔ مقام ایک ہی ہے، حق کے حوالے سے دیکھنے والے کچھ اور دیکھتے ہیں، اپنی خواہش کے حوالے سے دیکھنے والے کچھ اور دیکھتے ہیں۔

حاصل : ناموافق حالات میں مخلصین کے ساتھ رہنا صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہمارے لئے صداقت کا معیار ہے۔ جو فتنہ و آزمائش مومنین کی صداقت کو روشن کرتا ہے، وہی منافقین کے کذب کو کھول دیتا ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا

مومنین سے کچھ حضرات نے سچا کر دکھایا

at.com

اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

جو عہد اللہ سے کیا تھا۔ تو ان میں سے کوئی تو اپنا عہد پورا کر چکا اور کوئی ان میں سے منتظر ہے۔ اور وہ ذرا بھی نہیں بدلا۔

منافقین نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ میدان جہاد سے پیٹھ نہیں پھیریں گے۔ جب انہوں نے اپنے [illegible] بتا کر رخصت چاہی تو وہ اپنے عہد کو توڑنے کے مرتکب ہوئے۔ اس کے مقابل مومنین نے [illegible] جہاد کرنے کا عہد کیا تھا۔ مومنین سے جو مردان حق جام شہادت نوش کر چکے ہیں وہ اپنی [illegible] اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو سچا کر دکھایا ہے اور جو مومنین مصروف جہاد ہیں وہ شہادت سے [illegible] کرتے ہیں۔ اور ان میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔

حاصل : جام شہادت نصیب ہو جائے تو یہ اللہ کے ساتھ وفاداری [illegible] کے حصول کا انتظار ہوتا ہے۔ مقصد کے ارفع ہونے کا یقین ہو تو اس میں [illegible] نہیں آتی۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

تاکہ اللہ صادقین کو ان کے صدق کی جزا دے اور منافقین کو عذاب دے اگر چاہے یا ان پر توجہ فرمائے۔ بیشک اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

جو بہ حال حق کے مطابق ہے وہ سچا ہے۔ اللہ اسے اس کے صدق کی [illegible] کی کوشش کرے وہ جھوٹا اور منافق ہے۔ اللہ چاہے تو اسے عذاب دے [illegible] کرے تو اس پر توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ [illegible] بھی ہو جاتا ہے۔ منافقین اللہ پسند نہیں کرتا اس لئے انہیں بخشش اور [illegible] کر جائیں پھر انہیں منافق کہنا خلاف حق ہے۔ پاک ہو جانے والے [illegible] ہیں منافع لئے جاتے ہیں۔

حاصل : صادق اور کاذب کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ منافقین [illegible] ہے۔ منافق کاذب ہوتے ہیں اور لائق عذاب ہوتے ہیں۔ اصلاح حال [illegible] تائب ہو جائیں اور تمام اپنی توبہ کو سچا کر دکھائیں تو اللہ ان [illegible]

rfat.com

فرماتا ہے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

اور اللہ تعالٰی نے کافروں کو ان کے غیظ کے ساتھ رد کر دیا کہ انہیں کچھ حاصل نہ ہوا اور اللہ نے لڑائی میں مومنین کی کفایت فرمائی۔ اور اللہ قوت والا عزّت والا ہے۔

کافروں نے غزوۂ احزاب میں مومنین کو بڑی قوت کے ساتھ مٹانے کے لئے ان پر حملہ کیا تھا۔ وہ جس طرح غیظ میں بھرے ہوئے آئے تھے، اسی طرح غیظ میں بھرے ہوئے لوٹا دیئے گئے۔ ان کا کوئی مقصد پورا نہ ہوا۔ اللہ نے مومنین کو اس طرح مدد دی کہ دشمن کی کوئی چال کامیاب نہ ہو سکی اور انہیں چند دنوں کے بعد اپنا محاصرہ اٹھا کر واپس جانا پڑا۔ اللہ ایسا قوت والا ہے کہ اس کی قوت کے سامنے کوئی ٹک نہیں سکتا۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نتائج باذن اللہ ہوتے ہیں۔ اللہ جو مدد دے سکتا ہے اور دیتا ہے وہی سب سے بڑی مدد ہوتی ہے۔ اللہ کی قوت کے سامنے کوئی ٹک نہیں سکتا۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی، انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے قلوب میں رعب ڈالا، ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو اور ایک فریق کو اسیر بناتے ہو۔

یہودیوں نے غزوۂ احزاب میں کافروں کی مدد کی تھی، اور مومنین سے کیے ہوئے معاہدۂ امن کو توڑ دیا تھا۔ غزوۂ احزاب کے بعد حکم الٰہی کے مطابق ان اہلِ کتاب کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مومنین کے لشکروں سے مرعوب ہو کر یہودی اپنے قلعوں سے اتر آئے اور اپنی بدعہدی کی سزا کا فیصلہ سننے کے لئے انہوں نے ایک صاحب کو حکم مانا۔ ان صاحب نے مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرنے والوں کے قتل کا فیصلہ سنایا۔ دوسرے لوگوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔

حاصل : جو لوگ مومنین کے ساتھ معاہدۂ امن کر چکے ہوں، اور اس کے بعد جنگ میں مومنین کے دشمنوں کے مددگار پائے جائیں، انہیں حق کے مطابق ان کے جرم کی سزا دینی چاہئے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ

ہم نے ان کی زمین اور ان کے دیار اور

at.com

اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۷ ع

ان کے اموال اور ان کی زمین جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تمہارے ورثہ میں دیئے۔ اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

مومنین کے ساتھ معاہدہ امن رکھنے کے باوجود جن منافقین نے غزوہ احزاب میں مومنین سے دشمنی [illegible]
مغلوب کر دیئے گئے۔ اور ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے اموال اور وہ جگہیں جہاں مومنین نے قدم نہیں [illegible]
مومنین کو ورثے میں مل گئیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت سے ہوا اور اللہ کی قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

حاصل : مومنین کے ساتھ بد عہدی کرنے والے بیخ و بن سے اکھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ اللہ [illegible]
وارث بنا دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (42) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ

اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں اللہ کے بارے میں اس کو مان لینے کے بعد ان کی حجت [illegible]
بے معنی ہے۔ ان پر غضب ہے اور ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸

اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی ازواج سے فرما دیجئے کہ اگر تم حیات دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں متاع دے دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات حضور کے ساتھ کی وجہ سے [illegible]
لائق تھا۔ منافقات نے ان کے سامنے حیات دنیا اور اس کی زینت [illegible]
ہیں وہ تو آپ کو بھی حاصل ہونی چاہئیں اور یہ مطالبہ قطعی خلاف حق نہیں ہو سکتا۔ ازواج [illegible]
حضور کے سامنے مطالبہ [illegible] آپ نے حکم الٰہی سے [illegible]
زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں متاع دیتا ہوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت [illegible]
[illegible]
امت کا [illegible]
ہے۔ [illegible]

حاصل : بیویوں کو کبھی توکّل میں حائل ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ جہاں سے لوگوں کو طریق زندگی سیکھنا ہو وہاں وہی کچھ ہونا چاہئے. جو حسنِ اخلاق کے سیکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہو اور دارِ آخرت کو چاہو تو پھر اللہ نے تم میں محسنات کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ازواجِ نبی رضی اللہ عنہم سے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کو پورا مانو اور اس منصب کی عظمت کا دھیان رکھو جو تمہیں حاصل ہے. تو پھر تمہارا رخ درست ہے اور تم محسنات میں داخل ہو اور اللہ نے تمہارے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

حاصل : اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہنا اور دار آخرت کے حوالے سے اپنا رخ درست رکھنا یہ محسنات کی طریقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اے نبی کی عورتو جو تم میں مبیّنہ فحش کرے اس کو اوروں سے دوگنا عذاب ہو گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

ازواجِ نبی رضی اللہ عنہم کو جو مرتبہ حاصل ہے. اس مرتبے کے حوالے سے طبعی طور پر ان کو حسن عمل کا اعلیٰ نمونہ ہونا چاہئے۔ اس مرتبے پر ہوتے ہوئے اگر خلاف حق کیا جائے اور اپنی خواہش کی پیروی کی جائے تو یہ بڑا گناہ ہو گا. اس کی سزا بھی معروف سزا سے دوگنا ہوگی۔ یہ اللہ پر آسان ہے کہ اللہ سے کچھ مخفی نہیں ہے اور اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

حاصل : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں اور قابلِ احترام ہیں۔ شاہدین کی ازواج کو بھی حسن عمل کا نمونہ بننا چاہئے۔ مرتبہ بلند ہو تو خلافِ حق کرنے کی سزا بھی بڑی ہوتی ہے۔ اللہ کو سزا دینے میں کبھی مشکل پیش نہیں آتی۔

الجزء الثانی والعشرون ۲۲

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا

اور جو تم میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور صالح عمل کرے گی، ہم اسے دگنا اجر دیں گے. اور ہم نے اس

كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ [illegible] کے لئے رزق کریم تیار کر رکھا ہے۔

ازواج نبی رضی اللہ عنھم کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ تمہارے مرتبے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ [illegible] کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ہو، اور صالح اعمال سے تمہارے [illegible] اجر کی مستحق ہوگی، اور تمہیں اس رزق کریم سے نوازا جائے گا جو اللہ نے تمہارے لئے [illegible]

حاصل : اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کا ہونا، صالح اعمال [illegible] ہوتا ہے۔ مرتبہ بڑا ہو تو حسن عمل کی جزا بھی اسی نسبت سے ہوتی ہے [illegible] کے طور پر دیا جاتا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾

اے نبی کی بیویو! تم [illegible] نہیں ہو، اگر تم تقویٰ [illegible] تم لہجے میں نرمی [illegible] قلب میں مرض ہے [illegible] ہو جائے اور [illegible]

ازواج نبی رضی اللہ عنھم [illegible] شان یہ ہے کہ تقویٰ [illegible] نرمی اختیار نہ کی جائے [illegible] [illegible] ہو [illegible]

حاصل : اللہ نے مرتبہ دیا ہو تو اس کی حفاظت [illegible] حق کو روشن کرتے وقت اپنے لہجے میں نرمی اختیار [illegible] کے لئے راہ عمل کا تعین [illegible]

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور اپنے گھروں میں [illegible] اور پچھلی جاہلیت کے دستور کے مطابق [illegible] نہ آیا کرو اور نماز قائم [illegible]

rfat.com

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اہلِ بیت سے ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک رکھے۔

ازواجِ نبی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے مومنات کے لئے طریق زندگی کو روشن فرمایا گیا ہے۔ گھروں میں رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں لوگوں کے سامنے آنے میں دستور زمانہ کو مانتی تھیں۔ حق کے حوالے سے یہ ناپسندیدہ حرکت ہے۔ طبعی دائرۂ کار عورت کے لئے اس کا گھر ہی ہے۔ نماز قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنا معمول بنانا یہ پاکیزگی کے لوازمات ہیں۔ اللہ، اہل بیت کو پاک رکھنا چاہتا ہے اور ناپاکی کو ان سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ ازواجِ مطہرات یقیناً اہل بیت ہیں۔ پاک ہیں اور ناپاکی سے دور ہیں۔ کہ اللہ یہی چاہتا ہے۔

حاصل : عورتوں کا دائرۂ کار ان کے گھروں سے تعلق رکھتا ہے۔ جاہلیتِ اولیٰ، حق کے مقابل دستور زمانہ کا نام ہوتا ہے۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنا معمول بنانا پاکیزگی کے لوازمات ہیں۔ جنہیں اللہ پاک رکھے ہمیں ان کی پاکیزگی کو سند ماننا چاہئے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تلاوت ہوتی ہے، اسے یاد رکھو، اللہ یقیناً لطیف و خبیر ہے۔

ازواجِ نبی رضی اللہ عنہم نے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہونے والے علم کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، آپ سے سیکھی ہوئی حکمت و دانائی کو بڑے ادب سے آگے بڑھایا ہے۔ مومنین کے گھروں کے اندر جن آیات و حکمت سے روشنی آئی ہے۔ اس روشنی کی امین ازواجِ مطہرات ہی تھیں۔ امہات المومنین ہی تھیں۔ حق کو بطریق احسن ماننے کے لئے جو کچھ بھی کیا گیا ہے اللہ اس کی بڑی اور پوری پوری خبر رکھتا ہے۔ اور اس رویئے کی قدر کرتا ہے۔

حاصل : احکامِ الٰہی اور حکمت کی باتوں کو عملاً لوگوں تک پہنچانا کہ ان کے گھروں میں نور ہدایت بڑھے، بہت بڑی خدمت ہے۔ پاک بیبیاں اس خدمت کو سرانجام دیتی رہی ہیں اور پاک بیبیاں اس خدمت کو سرانجام دیتی رہیں گی۔ اللہ حسن نیت کو جانتا ہے، حسن عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّٰفّٰت (37) میں ارشاد فرمایا ہے۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

بلکہ وہ حق کے ساتھ آیا ہے، اور مرسلین کی تصدیق کرتا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ
وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ
وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ
الصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ
وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
اور مومن مرد اور مومن عورتیں
فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور
صادق مرد اور صادق عورتیں اور صابر مرد
اور صابر عورتیں اور خشوع والے مرد اور
خشوع والی عورتیں اور صدقہ دینے والے
مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور
روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں
اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے
مرد اور عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے
والے مرد اور عورتیں اللہ نے ان کے لیے
مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

مسلمان حق دعوت ...

مومن ...

حق کے متعلق کسی کی بات ...

حق کے مطابق رہتے ہوئے قول و عمل ...

...

...

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ...

...

...

...

rfat.com

کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے رہنا اللہ کا ذکر کثیر کرنا ہے، مرد ہو یا عورت۔

ان صفات کا حامل مردوں کو بھی ہونا چاہئے، عورتوں کو بھی ہونا چاہئے۔ اللہ ان صفات کی قدر کرتا ہے۔ جن میں یہ صفات ہوں گی، ان کو بخش دیا جائے گا اور ان کو بڑا اجر عطا کیا جائے گا۔

حاصل: مسلمان مرد اور عورتیں، مومن مرد اور عورتیں، فرمان بردار مرد اور عورتیں، صادق مرد اور عورتیں، صابر مرد اور عورتیں، خشوع والے مرد اور عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں، روزے دار مرد اور عورتیں، فروج کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کا ذکر کثیر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ یہ سب قابلِ قدر ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ ان کی قدر کی جائے تو حُسنِ اخلاق بڑھتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶

کسی مومن اور مومنہ کا یہ کام نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لئے ان کے کام کا کوئی اختیار ان کے پاس رہ جائے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریحاً گمراہی میں پڑا۔ ص

ایمان حب الناصحین ہے، مومن مرد ہو یا عورت۔ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے علاوہ انہیں کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ جب فیصلہ کرنے والے رسول پاک ہوں تو اسی فیصلے کو اللہ کا فیصلہ مانا جائے گا۔ اس فیصلے کے بارے میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے، کہ یہی بہترین فیصلہ ہے، یہ وقتی طور پر سمجھ میں آرہا ہے یا مستقبل میں واضح ہو جائے گا۔ فیصلہ کرنے والی ذات بابرکات کا حق ہم پر ہمارے نفسوں کے مقابل اولیٰ ہے، اس لئے اس فیصلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا اور ماننا ہم پر لازم ہے۔ اس فیصلے کو سن لینے کے بعد اپنی پسند کو قابلِ ذکر جانتے ہوئے بیان کرنا بھی نافرمانی ہے، اور اس کا نتیجہ صرف گمراہی ہی ہو سکتا ہے۔ بہتر جاننے والے کو اپنی بات منوانے کی کوشش ہمیشہ بندے کو مشقت میں ڈالتی ہے۔ بہتر جاننے والے کی بات مان لی جائے تو آسانی حاصل ہو جاتی ہے۔ اپنی سوچ کے درست ہونے کی تصدیق مطلوب ہو تو رخ ماننے کا ہوتا ہے، منوانے کا نہیں ہوتا۔

حاصل: مومن مرد ہو یا عورت، اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو مطلوب جانتا ہے۔ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ فرما دیں تو اس فیصلے کو فوراً ادب سے مان لینا چاہئے۔ یہاں نافرمانی گمراہی کا باعث ہی ہو سکتی ہے۔ جو فیصلہ حق کے حوالے سے ہو اس فیصلے کو خدائی فیصلہ ماننا چاہئے۔

at.com

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ
وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ
مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ
اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا
زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا
مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ
مَفْعُوْلًا ﴿٣٧﴾

اور جب آپ اس شخص سے جس پر اللہ
نے انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا
کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس
روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے
جی میں اس بات کو مخفی رکھ رہے تھے جس
کو اللہ کھولنے والا تھا اور آپ لوگوں سے
ڈرتے تھے اور اللہ کا حق آپ پر سب
سے بڑا ہے کہ اس کا ڈر رکھیں۔ پھر جب
زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی تو
دیا ہم نے اسے آپ کی زوجیت میں دے
دیا کہ مومنین پر ان کے منہ بولے
بیٹوں کے معاملے میں کوئی تنگی نہ ہو جب وہ ان سے
اپنا رشتہ ختم کر چکے ہوں [illegible]
رہے۔ اور اللہ کا امر ہو کر ہی رہتا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ آپ کا شمار ان لوگوں سے [illegible]
رضی اللہ عنہ تھے۔ اور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انعام تھا۔ حضرت زید [illegible]
طرح جو مقام ملا اس سے غلاموں والی کمزوریوں کے باوجود آپ کو حضرت [illegible]
زوجہ پر عشق رسول میں مستغرق رہنے کی بدولت [illegible]
اس تعلق کو بوجھ سمجھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے تھے [illegible]
اللہ کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
میں حکم الٰہی نافذ ہونے والا ہے۔ آپ لوگوں کی [illegible] باتوں [illegible]
باتیں لوگوں کے لئے [illegible] بن جائیں۔ یہ [illegible] خلاف حق نہیں ہے [illegible]
اس کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔ حضرت زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دے [illegible]
کا وقت پورا ہونے کے بعد وہ خاتون ام المومنین ہو گئیں۔ [illegible] منہ بولے بیٹوں کی بیویوں [illegible]
نکاح کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ نے اپنے امر سے اس بات کو واضح کر دیا [illegible]

اجازت ہے. جو ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویاں رہی ہوں۔

حاصل : معاشرتی طور پر درجے کا بلند ہونا اللہ کا انعام ہے۔ ایسے انعام کا اہتمام کرنے والے لائق تعظیم ہیں۔ لوگوں کو حق کے قریب ہونے میں مدد دینی چاہئے مگر اللہ کی رضا سے بلند کوئی مقام نہیں۔ اللہ کا کام علمِ مطلق سے ہوتا ہے. اور جو اللہ چاہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾

اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اللہ نے جو فرض کیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں بھی جو پہلے گزرے ہیں اللہ کی سنت یہی رہی ہے۔ اور اللہ کا امر ٹھیک اور پورا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ نے جو صورت بھی رکھی ہے. اپنے علم سے رکھی ہے۔ حکمِ الٰہی کے نفاذ میں انبیاء کرام ہی نمونہ بنتے رہے ہیں. یہ اللہ کی سنت رہی ہے۔ اس لئے اس میں حیرت کا اظہار کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ کا امر بالکل موزوں وقت پر اور بالکل موزوں طریقے سے ہوتا ہے. کہ وہی سب سے بڑے علم والا ہے۔

حاصل : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ نے جو صورت بھی رکھی ہے اپنے علم سے رکھی ہے۔ انبیاء کرام حکمِ الٰہی کے نفاذ میں نمونہ بنتے رہے ہیں۔ امرِ الٰہی بالکل موزوں وقت پر اور بالکل موزوں طریقے سے ہوتا ہے کہ وہ علیم مطلق کا امر ہوتا ہے۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾

وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے. اور اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے نہ تھے۔ اور اللہ کافی ہے حساب کرنے والا۔

انبیاء کرام کی شان بیان فرمائی گئی ہے. کہ وہ اللہ کے پیغامات کو اس کے عطا کردہ علم کے مطابق پہنچاتے رہے ہیں۔ ڈر ان کو یہی ہوتا تھا کہ اللہ کی عطا کماحقہ تقسیم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس نے کیا عطا فرمایا تھا اور وہ کس قدر لوگوں تک پہنچایا گیا ہے۔ حساب کرنے کو اللہ کافی ہے۔ اس سے بڑا حساب کرنے والا اور اس سے جلدی حساب کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ انبیاء کرام کی شان یہی رہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے تھے اور بس اللہ سے ہی ڈرتے تھے اور کسی کا ڈر ان کو کبھی نہیں ہوا۔ وہ تمام روایات جن میں یہ بیان ہو کہ اللہ کے نبی اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے تھے. قطعاً بے حقیقت ہیں۔

at.com

حاصل : عطاء الٰہی تقسیم کے لئے ہوتی ہے۔ ذریعہ ہونا چاہئے کہ تقسیم میں کوتاہی نہ ہو۔ اللہ سے سوا کسی کا ڈر، انبیاء کرام کو کبھی نہیں ہوا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ولیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

منہ بولا بیٹا بیٹا نہیں ہوتا۔ اللہ کے احکامات علم مطلق سے ہوتے ہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا [illegible] پسند کو داخل کرے۔ جن عورتوں کے ساتھ نکاح کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے ان میں [illegible] سکتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں [illegible] ہوتا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ہی وہ اصل نمونہ ہیں جو تاقیامت [illegible] ہی وہ نبی ہیں جس نے حق کا انکار کرنے والوں کے بارے میں یہ شہادت دی [illegible] قابل گرفت نہیں ہوتی۔ آپ نے ماننے والوں کے باعلم ہونے کی [illegible] لوگوں کی تیسری قسم کوئی ہو ہی نہیں سکتی اس لئے آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت [illegible] تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے اس لئے اس کے فرمان کے مقابل بات کرنے والوں [illegible]

حاصل : مردوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ حضور کو اپنا باپ کہے۔ آپ اللہ کے [illegible] اور خاتم النبیین ہیں۔ اپنے علم کی حیثیت و معیار کے مطابق [illegible] جاتا ہے۔ ادب کا حق تبھی ادا ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾

تو جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اپنے رب کی روشنی پر ہے۔ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾

اے ایمان والو اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔

ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرتے رہو [illegible]

طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں کسی اسم پاک کو ادب کے ساتھ بار بار پڑھا جاتا ہے۔ زبان کو پاک رکھنا اور بھلائی میں مصروف رکھنا اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کی کوئی حد ہی نہیں۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھنے کا حکم ہے۔ اہل ذکر سے پوچھ کر ذکر کیا جائے تو نور ہدایت حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کا ذکر کثیر کرنے والے کو عملاً یہی دیکھنا چاہئے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ اسے کچھ مطلوب نہ ہو۔

حاصل : کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہنے سے قول سدید ہو جاتا ہے۔ قول سدید ہو جائے تو اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے، اور بخشش نصیب ہوتی ہے۔ زبان کو خیر کی طرف لگائے رکھنا اتنا بڑا کام ہے کہ اسی کام کو ہمہ وقتی کام کہا جا سکتا ہے۔

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

اور اللہ کی تسبیح کرو صبح و شام۔

صبح دن کی ابتدا ہے اور رات کی انتہا ہے اور شام رات کی ابتدا ہے اور دن کی انتہا ہے۔ ان دونوں اوقات میں جو تبدیلی واقع ہو رہی ہوتی ہے، وہ اتنی بڑی ہوتی ہے کہ کائنات میں اللہ کی قدرت کے احاطے کا مشاہدہ کرتے ہوئے بندہ اپنی حیثیت کو دیکھ سکتا ہے اور طبعی طور پر اظہار بندگی کرتے ہوئے اپنی تسبیح کو اللہ کی تسبیح کرنے والوں کے ساتھ ہم آہنگ کر سکتا ہے۔ جو تسبیح محض قول سے ہو اور صالح اعمال اس کی تصدیق نہ کریں وہ تسبیح اللہ کے نزدیک بے حقیقت ہوتی ہے۔

حاصل : صبح و شام اللہ کی تسبیح کرنا اور صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتے رہنا اظہار بندگی ہے، اور اظہار بندگی، بندے کی شان ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالے اور اللہ مومنین پر رحم فرماتا ہے۔

اللہ کا ذکر کثیر کرنے والے مومنین کو اللہ اپنی رحمت سے نوازتا ہے، اس کے فرشتے امر الٰہی کے مطابق مومنین کی مدد کرتے ہیں۔ ظلمات سے نور کی طرف آنے میں یہ رحمت اور مدد بندے کے لئے بڑا سہارا ہوتا ہے۔ ظلمات سے نور کی طرف آنا بہت بڑی تبدیلی ہے۔ ظلمات میں اپنے علاوہ کسی کا پتہ نہیں ہوتا، اس لئے حق کی ادائیگی محال ہوتی ہے۔ ظلمات میں خوف و حزن سے واسطہ رہتا ہے۔ ظلمات میں اپنے نفس کی شح ہی رہبری کرتی ہے۔ ہمہ وقتی ذکر کرنے والوں کو اللہ اپنی رحمت سے نوازتے ہوئے اس کا ساتھ عطا کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لا رہا ہوتا ہے۔ اس ذات بابرکات سے محبت ہو جاتی ہے جس کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے، اور اپنی پسند کو اس کی پسند کے سامنے ہیچ ماننے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

at.com

حاصل : ذکر کثیر کرنے والوں کو اللہ اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ ظلمات سے نور کی طرف آنے کا شرف اللہ کی رحمت کی نشانی ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ ۚ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

دعا ان کی جس دن اس سے ملیں گے سلام ہے۔ اور ان کے لئے اجر کریم تیار رکھا ہے۔

مومنین اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ جس معصومیت سے ساتھ اس دنیا میں [illegible] معصومیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کی سعادت پاتے ہیں۔ اس دن ان کی دعا سلام ہوگی۔ یہ [illegible] ہے اور ظلمات سے نور کی طرف لانے والے کا اور اس کے محبوب کا شکریہ ہے۔ اللہ نے ان پر [illegible] رکھا ہے۔ جس سے ان کی عزت افزائی ہوگی۔

حاصل : ظلمات سے نور کی طرف لانے والے کا شکریہ ادا کرتے [illegible] سلام اظہار عقیدت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کی عزت افزائی کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو روشن فرمایا ہے۔ [illegible] دکھانے والا شاہد ہے۔ حضور کو اللہ نے شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ آپ [illegible] کے ہونے کے ساتھ جس نے آپ کو شاہد بنایا اس کو [illegible] صداقت کے ساتھ ماننے والوں کو ان کے نیک انجام کی بشارت دینے [illegible] ہے تاکہ تبلیغ حق کی حجت پوری ہو جائے۔

حاصل : حال پر شاہدین میں سے کسی کو شاہد بنانے کی [illegible] شاہد مانتا ہے۔ اتمام حجت اللہ کی سنت ہے۔

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والے اور روشن چراغ۔

rfat.com

شاہد کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ اس کی بات تو قطعاً حق ہوگی اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو گا کہ اس کی بات جہاں بھی پہنچے گی باذن اللہ پہنچے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی زمین پر تشریف آوری کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمایا گیا تھا۔ کہ جب تمہیں میری طرف سے ہدایت آئے پھر جو اس کا اتباع کرے ان پر خوف و حزن نہیں ہو گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے روشن چراغ ٹھہرایا ہے۔ اس چراغ کی یہ شان ہے کہ اس سے کئی چراغ جل چکے ہیں، اب حال پر جل رہے ہیں اور قیامت تک جلتے رہیں گے۔ شاہد وہ روشن چراغ ہے جو لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے۔ شاہد کی اپنی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اس کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔

حاصل: حق کی دعوت کسی بھی مقام پر باذن اللہ ہی پہنچتی ہے۔ شاہد سے محبت ہو تو اپنا چراغ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ شرطِ محبت یہی ہے کہ محب، محبوب سے اپنی کوئی صورت نہ رکھے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾

اور مومنین کو اللہ کی طرف سے بڑے فضل کی بشارت دیجئے۔

شاہد کے لئے یہ فرمان ہے کہ ایمان لانے والے محبین کو یہ بشارت دیجئے۔ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہو گا۔ حالات ایسے ہو جائیں گے کہ مومنین کو بہت آسانیاں ہو جائیں گی۔ اور منکرینِ حق کی موجودہ حیثیت ختم ہو جائے گی۔

حاصل: مومنین کو یقیناً اللہ کے بڑے فضل سے نوازا جاتا ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٤٨﴾

اور کافروں اور منافقوں کو اہمیت نہ دیجئے، اور ان کی ایذا کو نظر انداز کیجئے اور اللہ پر توکّل کیجئے اور اللہ کافی ہے کارساز۔

بُرے لوگ بُری باتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ ان کی باتوں کو اہمیت نہ دی جائے تو اپنا رخ درست رکھا جا سکتا ہے۔ ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو عمل کے لئے دی گئی توفیق بے جا استعمال ہونے سے بچ جاتی ہے۔ اللہ پر توکل یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ حالات کو ساز گار بنانے والا اللہ ہی ہے۔ اور وہ جس علم سے کام کو سنوار دیتا ہے وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔

حاصل: کافروں اور منافقوں کی باتوں کو اہمیت نہ دینا اور ان کی طرف سے دی گئی ایذا کو نظر انداز کرنا حق ہے۔ اللہ پر توکّل ہو تو اللہ کے کارساز ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ

اے ایمان والو جب تم مومنات سے نکاح

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ
فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

کرو پھر انہیں مس کرنے سے قبل ہی طلاق
دے دو، تو تمہارے لئے کچھ عدت نہیں
جسے گنو، پھر انہیں کچھ متاع دو اور اچھی
طرح سے رخصت کر دو۔

ازدواجی زندگی کا معاشرت میں نہایت اہم مقام ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے متعلق [illegible] عورتوں کے ساتھ ہی مومنین کو نکاح کی اجازت ہے۔ حق کا انکار کرنے والی عورتیں مومنین سے نکاح نہیں کر سکتیں۔ [illegible] مومن عورتوں سے نکاح ہو چکا ہو اور انہیں مس کرنے کے مقام سے قبل ہی طلاق دینے کی صورت بن جائے تو عدت نہیں [illegible] گی کہ عدت کا منشاء تو حمل کے ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے اس مقام پر وقت [illegible] کے وقت ضروری ہوتا ہے۔ مہر دینے والے کی حیثیت کے مطابق مہر مقرر کیا جاتا ہے اور [illegible] ہوتا ہے۔ مس کرنے سے قبل ہی طلاق کی صورت پیدا ہو جائے تو حسب استطاعت متاع دی جائے [illegible] کر دیا جائے گا۔ زبان سے یا کسی حرکت سے خاتون کی عزت نفس مجروح نہیں ہونی چاہئے [illegible] کے حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہو جائے گی۔

حاصل : مومن عورتوں کے ساتھ نکاح کے بعد مس کرنے سے پہلے ہی طلاق کی صورت بن جائے تو پھر عدت کا مقام نہیں رہتا۔ انہیں کچھ متاع حسب استطاعت دینی چاہئے اور اچھی طرح سے انہیں رخصت کر دینا چاہئے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ
الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ
مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ
عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ
هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ
نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ
خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ قَدْ

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ
کے لئے حلال [illegible]
[illegible]
ہاتھ کا مال [illegible] آپ کے ہاتھ لگا دے
اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی
بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور
آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ
کے ساتھ ہجرت کی اور مومنہ اگر اپنی جان
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہبہ کر دے [illegible]

rfat.com

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٠﴾

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے نکاح کرنا پسند کریں، یہ خالص آپ کے لئے ہے، مومنین کے لئے نہیں ہے۔ ہمیں علم ہے جو ہم نے ان پر ان کی ازواج اور ان کی کنیزوں کے بارے میں فرض کیا ہے، تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ رہے اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی حیاتِ طیبہ میں خواہش کے تحت نطق ہی نہیں فرمایا، عمل کا مقام تو بعد میں آتا ہے۔ ازدواجی زندگی کے حوالے سے جن طبقات کو آپ کی بدولت رفعت ملی ان کو یہ رفعت کسی اور صورت میں مل ہی نہیں سکتی تھی۔ حق کے مطابق نکاح میں آنا اور مہر کا ادا کیا جانا ضروری ہے۔ ملک یمین جو فے کی حیثیت سے آپ کو ملے، یہ اللہ کی عطا ہے۔ اس کے ساتھ بھی حق کے مطابق قول سے نکاح ہو گا تو عمل کا مقام آئے گا۔ چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموں کی بیٹیاں، خالاؤں کی بیٹیاں بشرط ہجرت حلال ہیں۔ اگر کوئی مومنہ اپنی جان کو حضور کے لئے ہبہ کرنے کا عزم رکھتی ہو اور حضور اس سے نکاح کو پسند فرمائیں تو وہ بھی آپ کے لئے حلال ہے۔ رحمۃ اللعالمین کی یہ شان ہے کہ ان کا یہ مقام ہے۔ مومنین سے کسی اور کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ ازدواجی زندگی کے بارے میں جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام لوگوں کے لئے فرمایا گیا ہے، یقیناً علم سے فرمایا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو فرمایا گیا ہے وہ بھی یقیناً علم سے فرمایا گیا ہے۔ منشاء یہ ہے کہ آپ کو آسانی ہو۔ ان بہت سے مشکل مقامات سے گزرتے ہوئے کہیں بھول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی عنایات مزید سے نوازے گا۔

حاصل: ازدواجی زندگی کے حوالے سے جن طبقات کو حضور کی بدولت معاشرے میں رفعت ملی اس کی کوئی اور صورت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ مومنین کا نکاح بلا مہر نہیں ہو سکتا۔ کنیز سے بھی تعلق حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آسانیاں عطا فرمائیں وہ ان حقوق کو ادا کرنے کے لئے ضروری تھیں جو آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہوتے تھے۔

تُرْجِي مَن تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيٓ إِلَيْكَ مَن تَشَآءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن تَقَرَّ

ان میں سے پیچھے ہٹا دیجئے جسے آپ چاہیں اور اپنے پاس جگہ دیں جسے چاہیں، اور جسے آپ نے کنارے کر دیا ہو اسے بھی آپ

at.com

اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾

چاہیں تو آپ پر کچھ حرج نہیں۔ یہ اس سے نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم نہ کھائیں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو کچھ آپ انہیں عطا فرمادیں۔ اور اللہ کو علم ہے جو تم سب کے قلوب میں ہے اور اللہ علم والا، حلم والا ہے۔

ازدواجی زندگی میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ حکم ہے کہ آپ اپنی ازواج سے جسے چاہیں [illegible] جسے چاہیں قریب کریں۔ نیز آپ نے کنارے کر دیا ہو اسے قریب کرنا چاہیں تو اس میں بھی [illegible] نفس کی خوشی کے لیے نہیں ہوگا اللہ کی رضا کے لیے ہوگا اور حکمت و علم سے ہوگا [illegible] حضور کا شرف ازواج مطہرات کی اتنی بڑی شان ہے کہ اس میں ان کی اپنی پسند [illegible] ہو جائے اس کو پورا جانتا اور اس پر راضی رہنا ضروری ہے۔ راضی [illegible] کچھ مخفی ہوتا ہی نہیں۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ علم والا ہے حلم والا ہے۔

حاصل : ازدواجی زندگی میں حضور کی شان صرف [illegible] پیروی نہ کرتے ہوں۔ حضور کی عطا پر راضی [illegible] سے کچھ مخفی نہیں ہوتا۔ اللہ علم بھی رکھتا ہے [illegible]

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا ﴿٥٢﴾

اس کے بعد اور [illegible] حلال نہیں [illegible] ازواج [illegible] کے [illegible] شے پر نگہبان ہے۔

ازدواجی زندگی کے حوالے سے [illegible] ان تعلقات [illegible] عورت حلال نہیں [illegible] اجازت ہے [illegible]

Marfat.c

دعویٰ کرنے والے حضور کے ساتھ عملاً کیسا تعلق رکھتے ہیں، اور انہیں کیسا تعلق رکھنا چاہئے۔

حاصل : ازدواجی زندگی میں بھی اللہ نے حضور پر وہ بوجھ نہیں ڈالا جو آپ کے لئے اٹھانا مشکل تھا۔ خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والوں کو پاکیزگی کا پتہ نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دعوے کو بھی جانتا ہے، عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد (47) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِينَ إِنٰهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا أَزْوٰجَهُ مِنۢ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾

اے ایمان والو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوائے اس کے کہ تمہیں اذن ہو طعام کے لئے۔ اس کے پکنے کی راہ نہ دیکھو ولیکن جب تمہیں بلایا جائے تو حاضر ہو اور جب طعام کھاچکو تو منتشر ہو جاؤ، اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو۔ بے شک اس میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچتی تھی پھر وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے، اور اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان بیبیوں سے کسی متاع کا سوال کرو تو حجاب کے باہر سے سوال کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے قلوب کے لئے اطہر ہے۔ اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ آپ کی ازواج سے آپ کے بعد کبھی نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک

at.com

بڑی سنگین باتیں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت خانوں سے متعلق آداب کو واضح فرمایا گیا ہے کہ دعوت ہو اور حاضر ہونے کا حکم ہو تو وہاں جاؤ۔ پھر اگر دعوت ہو تو اتنا پہلے مت جاؤ کہ کھانے کی تیاری کا انتظار کرنا پڑے۔ اسی وقت حاضر ہو جب [illegible] وقت ہو جائے۔ پھر جب کھانے کا عمل ہو چکے تو آپ کی اجازت سے اٹھ جانا چاہئے۔ اور آپس میں بیٹھ کر باتوں میں مشغول ہو جانا منع ہے۔ حضور کی مصروفیات میں حائل ہونا آپ کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔ آپ مومنین پر رافت و رحمت فرماتے تھے اور لوگوں کا لحاظ کرتے تھے۔ اللہ نے آداب حضوری کو قانون کی صورت میں نافذ کر دیا۔ حضور کے رحمت خانوں سے کوئی چیز لئے سوال کرنا ہو تو حجاب کے باہر سے سوال کرنے کا حکم ہے کہ سوال کرنے والے اور مستورات دونوں کے قلوب کی طہارت کی یہ احسن اور اطہر صورت ہے۔ اگر آداب حضوری کو ملحوظ نہ رکھا جائے گا تو یہ حضور کی رافت و رحمت کا جواب ایذا رسانی سے ہو گا اور قطعاً خلاف حق ہو گا۔ آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح بھی حرام فرما دیا گیا ہے۔ جو باتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث اذیت ہوں، وہ اللہ کے نزدیک انتہائی سنگین ہیں۔

حاصل : بیوت النبی سے نسبت کی بدولت شاہدین کے رحمت خانوں پر بھی حاضر ہونے کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ہماری وہاں موجودگی میزبان کے لئے جس حد تک باعث راحت ہو اس سے زائد نہیں ہونی چاہئے۔ کوئی شے مانگنی ہو تو ان حدود کا احترام فرض ہے۔ جو اہل اللہ کے مقربین ہیں، وہ بات حضور کے لئے باعث اذیت نظر آئے مخلصین اس سے دور رہتے ہیں۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٥٤﴾

اگر تم کسی شے کو ظاہر کرو یا اسے چھپا رکھو تو بے شک اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ کسی بات کو ظاہر کیا جائے یا اسے مخفی رکھا جائے [illegible] اس لئے ظاہر و باطن میں ہر مقام پر نیت کو حق کے حوالے سے درست رکھنا [illegible]

حاصل : ظاہر و باطن کو حق کے مطابق رکھنے والے تمام اہل تقویٰ [illegible] مانتے ہیں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ

ان پر ان کے باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی [illegible] عورتوں اور اپنی کنیزوں کے بارے میں کچھ گناہ نہیں۔ اور اللہ سے ڈرتی رہا کرو

اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۵۵﴾

بے شک ہر شے اللہ کے سامنے ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت خانوں پر حاضری کے آداب بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے. جن لوگوں پر حجاب کے باہر سے متاع کے سوال کرنے کا حکم لاگو نہیں ہوتا وہ ہیں. باپ. بیٹے. بھائی. بھتیجے. بھانجے. اپنے دین کی عورتیں اور اپنی کنیزیں۔ ان کے علاوہ جو بھی حجاب کے باہر سے متاع کا سوال نہیں کرے گا. وہ حضور کو ایذا دینے کا مرتکب ہو گا اور یہ بڑا گناہ ہے۔ جن کو اللہ نے حجاب کے باہر کھڑے ہو کر بات کرنے کا حکم دیا ہے ان کو اسی حد پر رکھنا ضروری ہے۔ یہ اللہ سے ڈرنا ہے۔ اللہ سے ڈرنے کا حق تبھی ادا ہو سکتا ہے. جب یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ ہر شے اللہ کے سامنے ہے۔

حاصل : باپوں. بیٹوں. بھائیوں. بھتیجوں. بھانجوں پر یہ پابندی نہیں کہ وہ حجاب کے باہر سے متاع کا سوال کریں۔ اپنے دین کی عورتوں کو بھی اور اپنی کنیزوں کو بھی اندر آنے کی اجازت ہے۔ جن کو پردے کے اندر آنے کی اجازت ہے وہ بھی اندر آنے کے آداب کو ضرور ملحوظ رکھیں گے۔ اللہ سے ڈرنے کے دعوے کو عملاً سچا ثابت کرنا چاہئے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾

بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود و سلام بھیجو اچھی طرح سے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات مبارکہ سے نوازا اور ان صفات مبارکہ کو ثناء و اکرام کے ساتھ بیان کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہارِ محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود شریف ہے۔ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں امر دیا جاتا ہے۔ حضور کو صفات مبارکہ کا عطا کرنے والا تو ہے ہی اللہ جس کا کوئی شریک نہیں. فرشتے حضور کی تکریم میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں اور اللہ کی سنت کو ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایمان والوں کو بھی آپ پر درود و سلام کا حکم دیا گیا ہے۔ جس صفت مبارکہ کو ایمان والے بیان کریں گے وہ صفت ایمان والوں میں پائی جانی چاہئے۔ سلام اسی ذات پاک کو کرنا چاہئے جس سے وہ صفت عطا ہوئی ہے۔ یہ تسلیم کے ساتھ درود و سلام کا حق ادا کرنے کی صورت ہے۔ آپ کی صفات مبارکہ کو ثناء و اکرام کے ساتھ بیان کرتے رہنا بڑی سعادت ہے۔ جو اس سعادت سے محروم رہے گا وہ نامراد رہے گا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صفاتِ مبارکہ سے نوازا ہے اور وہ ان صفات کو ثناء و اکرام کے ساتھ بیان بھی کرتا ہے. یہ اللہ کا درود شریف ہے۔ فرشتے اللہ کی سنت کو امر الٰہی کے مطابق بڑے ادب کے ساتھ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایمان والوں کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ کے بیان کرنے کے ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ ان صفات کے حامل ہوں.

جن کو وہ ثناء واکرام کے ساتھ بیان کر رہے ہوں۔ صفت مذکورہ اپنا حال ہو، تمام اس ذات پر
کو کیا جائے جس سے وہ صفت عطا ہوئی ہو تو یہ ایمان والوں کا وہ شریف ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار رکھا ہے۔

جو باتیں اور جو رویے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث اذیت ہوں وہ اللہ کے لئے
ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہوں دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے …
طرف آپ کی اہلیت و صلاحیت … کر لیتے ہیں۔ انہیں ذلت کے عذاب کا …
آخرت میں بھی ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی … ذلت کے عذاب کی …

حاصل: اللہ کے رسول کو ایذا دینا اللہ کو ایذا دینا ہے اور یہ …
ناقابل اصلاح ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کی جزا ذلت کا عذاب ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ع

اور جو لوگ مومنین اور مومنات کو … ایذا دیتے ہیں انہوں نے …
… کا بوجھ اٹھایا۔

مومن مرد اور مومن عورتیں …
کرتے ہیں۔ یہ خواہ باتوں کے حوالے سے …
ہیں وہ ان کے ساتھ … باتیں منسوب کر دیتے ہیں …
واقعات کے مشاہدے کے بغیر بہتان بازی …
قابل نفرت لوگ ہوتے ہیں۔

حاصل: مومن مردوں اور مومن عورتوں …
باتیں … بہتان بازی ہے اور … گناہ ہے۔ بہتان …
ہوئے ان کی سازشوں کو ناکام … چاہئے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ (2) میں ارشاد فرمایا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی خریدی. تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ نہ دیا اور وہ ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ازواج اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی جائیں تو انہیں کوئی ایذا نہ دے۔ اور اللہ بخشنے والا. رحم فرمانے والا ہے۔

پاک بیبیوں کو بھی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلنا پڑے تو اس کے آداب بیان فرمائے گئے ہیں. مرتبے کے اعتبار سے ازواجِ مطہرات پہلے ہیں, پھر آپ کی بیٹیوں کا مقام ہے اور اس کے بعد مومنات ہیں۔ حکم یہ دیا گیا ہے کہ اپنی بڑی چادروں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لینے کے ساتھ ان چادروں کے ایک حصے کو گھونگھٹ کی صورت سے اپنے اوپر لٹکا لیا کریں اور پردے کے اس طریقے کو پاک بیبیاں اپنی پہچان بنائیں۔ پردہ تبھی پورا ہے کہ عورت مرد کو نہ دیکھے اور مرد عورت کو نہ دیکھے. اور یہ صرف چادر کی صورت میں ممکن ہے. کہ اس طرح پردہ کرنے والی خاتون صرف اس راستے کو دیکھ سکتی ہے جس پر وہ چل رہی ہو۔ اس سے زیادہ کی اسے ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ جو پردہ پاک بیبیوں کی پہچان بن جائے وہ ان کے لئے سلامتی کا باعث ہوگا۔ اس پردے کی بدولت کسی شرارتی کو یہ جرأت نہیں ہوگی. کہ وہ انہیں تنگ کرے۔ اس پردے میں کوتاہی ہو جائے تو اللہ بخشنے والا. رحم فرمانے والا ہے۔ اس بخشش و رحمت سے وہی خواتین فائدہ اٹھائیں گی جو حکمِ الٰہی کو دل سے مانتی ہوں گی۔

حاصل: پردے کا حکم حضور کی ازواجِ مطہرات. آپ کی بنات مطہرات اور مومنات کے لئے ہے۔ مومنات کو اپنے درجے کا علم ہونا چاہئے۔ پردہ وہی پورا ہے جس میں مرد عورت کو نہ دیکھے. عورت مرد کو نہ دیکھے۔ چادر سے ہی مطلوبہ پردہ ممکن ہوتا ہے۔ اس پردے میں سلامتی ہے. کوتاہی ہو جائے تو اللہ بخشنے والا. رحم فرمانے والا ہے۔

لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

اگر منافق اور وہ لوگ جن کے قلوب میں مرض ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان

Marfat

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ ع

پر مسلط کر دیں گے تو پھر وہ تھوڑا ہی عرصہ یہاں آپ کے ساتھ رہ سکیں گے۔

عطاء الٰہی کو اپنی خواہش کے علاوہ کسی جگہ خرچ نہ کرنے والا منافق ہوتا ہے۔ جو اپنی خواہشات سے والہانہ [illegible] ہے کہ وہ بہت قابل قدر ہے اس کے دل میں مرض ہوتا ہے۔ اور جو ناپاکی کے دائرے سے نکلنا نہ چاہے وہ [illegible] بارے میں جھوٹی خبریں اڑا کر خود کو محفوظ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سب ناپاک لوگوں کی صفات ہیں۔ ان [illegible] اسی میں ہے کہ یہ ان بُری صفات کو چھوڑ دیں۔ ورنہ ان سے توفیق چھن جائے گی [illegible] دکھ کے ساتھ موجودہ مقام پر ان کے ٹکے رہنا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل : منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں مرض ہو اور جھوٹی خبریں اڑانے والے [illegible] دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ جب ان کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جاتی ہے تو [illegible] سکتے۔ جہاں یہ رہ رہے ہوتے ہیں۔

مَّلْعُونِينَ ۛ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾

ملعون جہاں پائے گئے پکڑے جائیں گے اور قتل کیے جائیں گے۔

منافق اور وہ لوگ جن کے قلوب میں مرض ہو اور جو جھوٹی خبریں اڑا [illegible] سب لعنتی لوگ ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ یہی لعنت ان کی تذلیل کا باعث بنتی ہے [illegible] جاتے کا باعث بنتی ہے۔

حاصل : جن لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو، وہ اپنے کیے کے انجام [illegible]

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

اللہ کی سنت رہی ہے ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں، اور تم اللہ کی سنت کو بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔

مومنین کی بدخواہی [illegible] لعنتی ہوتے ہیں۔ [illegible] ہے اور مستقبل میں بھی ہوگا۔ یہ اللہ کی سنت ہے، اور اللہ کی سنت بدلتی نہیں۔

حاصل : مومنین کے بدخواہ لوگوں کے ساتھ قطعاً [illegible]

نہیں رہے گا۔ اللہ کی سنت کے خلاف کرنے والے کا رخ کبھی درست رہ نہیں سکتا۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾

لوگ ساعت کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں. فرما دیجئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے. اور آپ کو کیا پتہ کہیں وہ قریب ہی ہو۔

کافروں نے قیامت کے بارے میں ہمیشہ سوال کیا ہے. کہ وہ کب آئے گی۔ یہ سوال قیامت کے انکار کے لئے کیا جاتا رہا ہے۔ جواب میں ہمیشہ یہی فرمایا گیا ہے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے. کہ وہ کب آئے گی۔ جس خالق کل نے اس کائنات کو بنایا ہے وہی اس کی بساط کو لپیٹنے کے وقت کو جانتا ہے۔ اظہار عبدیت کے لئے اس کے واقع ہونے کا علم درکار نہیں ہوتا۔ بندے کو یہ دیکھنا چاہئے کہ عمل کے لئے اسے جو مہلت دی گئی ہے. اس کا ایک حصہ تو غفلت میں ضائع ہو چکا ہے. باقی وقت میں اس نے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ اس وقت کے خاتمے کو بعید کہنا یقیناً حماقت ہے۔ فرد کے لئے عمل کی مہلت ختم ہو جائے تو پھر اس کا ایمان لانا اسے نفع نہیں دیتا۔ کلی طور پر عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو جائے گا تو وہ قیامت ہوگی۔ فرد کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ قیامت دور ہے۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے ہمیشہ یہ پوچھتے رہے ہیں. قیامت کب آئے گی۔ انہیں یہ دیکھنا چاہئے. کہ قیامت کے واقع ہوتے ہی عمل کے لئے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو جائے گا. اور ہر فرد کو اس وقت تک مہلت حاصل نہیں ہوتی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

قیامت کا انکار کرنے والے کافر ہیں. ناقابل اصلاح ہیں۔ اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے. اب یہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ ان کے اعمال کی پوری جزا ان کو قیامت کے دن بھڑکتی آگ کی صورت میں ملے گی جو ان کے لئے تیار رکھی ہوئی ہوگی۔

حاصل: قیامت کا انکار لعنتی لوگوں کی نشانی ہے۔ جس پر اللہ کی لعنت ہو وہ ناقابل اصلاح ہو چکا ہوتا ہے۔ بھڑکتی ہوئی آگ قیامت کے دن لعنتی کے اعمال کی جزا ہوگی. پھر وہ قیامت کو جھٹلا نہ سکے گا۔

at.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ نصرت دینے والا۔

قیامت کا انکار کرنے والے من مانی کرنے سے رکتے نہیں۔ قیامت کے دن ان کے اعمال کی جزا جہنم ہے جو ان کے لئے تیار رکھی ہوگی۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کو نہ کوئی دوست ملے گا اور نہ مددگار۔ دوستی وہی حقیقی ہوتی ہے جو تقوے پر قائم ہو۔ نصرت وہی حقیقی ہوتی ہے جو حق کے حوالے سے ہو۔

حاصل : اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ ہماری دوستی تقوے پر قائم ہونی چاہئے۔ ہماری نصرت کو حق کے حوالے سے ہونا چاہئے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾

جس دن ان کے منہ آگ میں پھیرے جائیں گے، کہیں گے، ہائے افسوس! کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی ہوتی۔

جس منہ کو انکار اور استکبار کے لئے حق سے پھیرا جاتا تھا اسے جہنم کی آگ میں پھیرا جائے گا۔ ہر طرف سے قطع کوئی نکلنے کی راہ نہ ہوگی۔ تمام اپنے کئے کی سزا پائے گا اور اس وقت حسرت سے کہے گا، ہائے افسوس ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی۔ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی۔ اللہ کی اطاعت کا دعویٰ قبول کا درجہ رکھتا ہے۔ تمام اللہ کے رسول کی اطاعت ہو تو [illegible] ہو جاتا ہے۔

حاصل : منہ کو بدن میں جو مقام حاصل ہے اس پر نظر رکھنی چاہئے۔ انکار و استکبار میں حق سے منہ پھیر کر ہی کیا جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت حقیقت میں ایک ہے۔ رسول کی اطاعت بھی اللہ کے رسول کی اطاعت کے حوالے سے ہوتی ہے۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾

اور وہ کہیں گے اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا۔

rfat.com

جب کافروں کو آگ میں ڈالا جائے گا، تو وہ حسرت سے یہ کہیں گے، ہائے افسوس ہم نے اللہ کی اطاعت نہ کی، ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی۔ پھر وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور عرض کریں گے ہم نے اپنے سرداروں کا کہا مانا، ہم نے اپنے بڑوں کا کہا مانا۔ اور انہوں نے ہم کو راہِ راست سے بہکا دیا۔ گمراہ ہونے والا اپنی خواہشات کو حق کے مقابل اہمیت دیتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے۔ سرداروں کی اطاعت ہو یا اپنے بڑوں کی، اطاعت کرنے والا اگر حق کے خلاف اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے تو وہ گمراہ ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل : سرداروں کی اطاعت ہو یا اپنے بڑوں کی، جو خلافِ حق کرتا ہے، وہ اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا ﴿٦٨﴾

اے رب ہمارے انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

جو لوگ اپنی گمراہی کو سرداروں کی اطاعت کی بدولت جانیں گے، اپنے بڑوں کی اطاعت کی بدولت سمجھیں گے، وہ اپنے رب سے یہ عرض کریں گے، کہ ان سرداروں کو، ان بڑوں کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کیے کی پوری پوری سزا دیتا ہے۔ گمراہ ہونا اور گمراہی کی ترغیب دینا اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے۔ ہر شے کا علم رکھنے والا جو کرتا ہے وہی پورا ہوتا ہے۔ کس کو کتنا عذاب دینا ہے، کس کو کتنی لعنت کرنی ہے، اللہ سے بڑا کوئی جاننے والا نہیں۔

حاصل : کافر حال پر جن کی اطاعت کو حق پر ترجیح دیتے ہیں، قیامت کے دن اللہ کے حضور ان کے لئے دوگنے عذاب اور بڑی لعنت کی درخواست کریں گے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (7) میں فرمایا ہے۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمۡ نَصِيۡبُهُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا وَشَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ

تو اس سے بڑا ظالم کون ہے، جس نے اللہ پر کذب سے افتریٰ باندھا یا اس کی آیات کی تکذیب کی۔ انہیں ان کے حصے کا لکھا ہوا پہنچے گا، حتیٰ کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے انہیں وفات دینے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے مقابل پوجتے تھے، کہتے ہیں وہ ہم سے گم ہو گئے، اور اپنے آپ پر خود شہادت دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

at.com

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

اے ایمان والو ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایذا دی۔ تو اللہ نے آپ کو ان کی اذیت دہ باتوں سے بری کر دیا۔ اور آپ اللہ کے نزدیک وجاہت والے تھے۔

ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں سے تمہاری مماثلت نہیں ہونی چاہیے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دیا کرتے تھے۔ یہ لوگ بظاہر آپ کے ساتھی تھے، آپ کو اللہ کا رسول مانتے تھے۔ آپ کی شان جو اللہ نے آپ کو دی تھی بارہا دیکھ چکے تھے۔ مگر کسی بھی مشکل مقام پر آپ کا ساتھ ادب سے قائم نہ رکھتے تھے اور آپ سے بے ادبی کی باتیں کرنے لگتے تھے۔ اللہ نے ان کی بے سند شکایات سے، ان کی اذیت دہ باتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بری کر دیا اور اللہ کے نزدیک آپ کی وجاہت واضح فرما دی گئی۔

حاصل : حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینے والے لوگوں سے مماثلت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ کے پاک بندوں کے بارے میں اندازے قیافے سے بات نہیں کرنی چاہیے۔ ان کی پاکیزگی کے اس حوالے سے دیکھنا چاہیے جو ان کی شان کے لائق ہو۔ جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے اس کی وجاہت کو ادب سے مان لینا حق ہے۔

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ﴿۷۰﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔

مخلصین کے بارے میں اپنے گمان و زبان ظن سے بیان کرنا اللہ کے نزدیک … ناپسندیدہ بات ہے۔ جن کی وجاہت اللہ کے نزدیک ثابت ہے ان کی وجاہت کا انکار … کا انجام خسارہ ہی ہو سکتا ہے۔ سیدھی بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ … ہوئے اس کے حضور عرفان حق سے متعلق اپنے سوال ادب سے پیش کیے جائیں … لینا ہو۔

حاصل : پاک لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت اللہ سے ڈرتے ہوئے … چاہیے۔ سیدھی بات کرنے والے کا رخ ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ وہ اصلاح حال کے لیے بات کرتا ہے اور اپنی بات کرتا ہے۔

rfat.com

يُّصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴿۷۱﴾

کہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دے گا اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے گا. اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی مراد پائی۔

متقی کا منشاء نور ہدایت کا حصول ہوتا ہے۔ اس کا قول سدید ہوتا ہے۔ وہ یک سو ہوتا ہے۔ اس کے سامنے اللہ کے فرمان کو نمایاں دیکھنے کے لئے ایک حوالہ ہوتا ہے۔ وہ حق کو سنتا ہے اور مانتا ہے۔ ناصح امین سے اسے محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی انابت کی بدولت اسے ہدایت دیتا ہے. اس کے اعمال کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ اس کا حال. ماضی سے الگ ہو چکا ہوتا ہے. اس لئے اس کے خلاف حق ماضی کی نفی کر دی جاتی ہے. اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی کو حق ماننا اللہ کی اطاعت ہے۔ اتباعِ رسول کرنا اللہ کے رسول کی اطاعت ہے۔ شاہدین کی اپنی کوئی بات نہیں ہوتی. اس لئے ان کی اطاعت بھی اللہ کے رسول کی اطاعت ہی ہوتی ہے۔ دعویٰ بھی حال پر ہوتا ہے. شہادت بھی حال پر ہوتی ہے۔ جو سچا ثابت ہو جائے وہ بڑی مراد پاتا ہے۔ مراد بھی حال پر ملتی ہے۔ حال پر بامراد ہو گا تو آخرت میں بھی بامراد ہو گا۔

حاصل : قول پہلے درست ہو تو اعمال کی اصلاح کا مقام آتا ہے۔ حال حق کے مطابق ہو جائے. تو خلاف حق ماضی کی نفی کر دی جاتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دعویٰ بھی حال پر ہوتا ہے. اس کی تصدیق بھی حال پر ہوتی ہے۔ جو سچا ثابت ہو جائے وہ بڑا بامراد ہوتا ہے۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ ﴿۷۲﴾

اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھی تو کسی نے اس کا اٹھانا قبول نہ کیا. اور اس سے ڈر گئے. اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنے اوپر بوجھ ڈالنے والا جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہے۔ الانسان

حق اللہ کی امانت ہے۔ پاک رہتے ہوئے اس کو ماننا اور ماننے والوں تک اس کا پہنچانا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو قطعاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق استعمال کرنا. اور کسی بھی جگہ حق میں اپنی پسند کو داخل نہ کرنا. اس عہدِ امانت کے پورا کرنے کی صورت ہے۔ آسمانوں نے اس عہدِ امانت کو اٹھانا قبول نہ کیا۔ زمین نے اس عہدِ امانت کو اٹھانا قبول نہ کیا۔ پہاڑوں نے اس عہدِ

Marfat

امانت کو اٹھانا قبول نہ کیا۔ وہ سب ڈر گئے کہ اس عہد امانت کو نباہنا بڑا کام ہے۔ حضرت انسان نے اس عہد امانت کو اٹھایا۔
حضرت انسان نے یہ مان لیا کہ وہ حق کو مانے گا۔ کبھی اپنی پسند کو اس کے مقابل وقعت نہ دے گا اور اس پر راضی رہنے میں اپنی شان
سمجھے گا۔ اللہ کے فضل سے ہی اس بوجھ کو اٹھانا ممکن تھا اور اللہ کے فضل کا یقین حضرت انسان کو حاصل تھا۔ اس کے بوجھ کو
اٹھاتے ہوئے وہ جذبات سے مغلوب بھی ہوا کہ حق کی تبلیغ کی صعوبات اسے جھیلنی پڑیں۔ اللہ نے اس عہد امانت کو اٹھانے والے
انسان۔ بلندی بھی پا گیا اور آسمانوں نے اس کی بلندی کو تسلیم کیا۔ وسعت بھی پا گیا اور زمین نے اس کی وسعت کو [illegible]
استقامت بھی پا گیا اور پہاڑوں نے اس کی استقامت کو سلام کیا۔

حاصل: حق وہ امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ اس امانت کو اٹھانے کا عہد حضرت انسان کی
شان ہے۔ اب اس عہد کو ادب سے نباہنا لازم ہے۔ ورنہ اس کی [illegible] اور [illegible] انسان کو
بے وفا بنا دے گی۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

تاکہ اللہ منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو عذاب دے اور مومنین اور مومنات پر توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

[illegible]
منافق عورتیں ہیں [illegible] مشرک مرد اور مشرک عورتیں ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

حاصل: منافقت اور شرک سے بچنا لازم ہے [illegible] عذاب [illegible]
ہونے میں بندے کی شان ہے۔ مومن ہی اللہ کی عنایت سے [illegible] پاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے۔
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
اور فرما دیجئے۔ عمل کیے جاؤ۔ پس اللہ دیکھے گا [illegible]
طرف لوٹائے جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر کا علم رکھتا ہے [illegible]
کرتے تھے۔

rfat.com

سُوْرَۃُ سَبَاٍ

اٰیَاتُهَا ۵۴ — رُکُوْعَاتُهَا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ ؕ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱﴾

حمد اللہ ہی کی ہے جس کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اسی کی حمد ہے آخرت میں، اور وہی حکمت والا، خبر رکھنے والا ہے۔

حمد خالق کل کی شان ہے، کہ وہ ہر ایک کو پالتا ہے، اور اپنے علم مطلق سے پالتا ہے۔ جہاں بھی کوئی ہے اور جس متاع کو بھی وہ برت رہا ہے، طبعی طور پر اسے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کے کارِ حیات کو چلانے والا ہے ہی اللہ۔ آخرت میں تو حقیقت قطعاً روشن ہوگی، شک کا کوئی مقام ہی نہ ہوگا، اس لئے وہاں حمد کا مالک اللہ ہی ہوگا۔ جب آخرت میں حمد کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے تو دنیا میں بھی حمد کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے۔ اللہ نے جو بھی کیا ہے، اس میں حکمت موجود ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا خبر رکھنے والا ہے۔ کائنات میں بندے کو اپنا مقام پہچاننے کے لئے حقائق سے مدد دی گئی ہے۔

حاصل : بندے کو اپنا مقام پہچاننے کے لئے حقائق سے مدد دی گئی ہے۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ؕ وَھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

اسے علم ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے، اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور وہی رحیم و غفور ہے۔

علیم مطلق کے علم کی شان بیان فرمائی گئی ہے، کہ زمین میں داخل ہونے والی ہر شے کا اللہ کو علم ہے۔ وہ شے اسی خالق کل کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے جو زمین میں داخل ہو رہی ہوتی ہے، اور اسی کی قدرت سے اور اسی کے علم سے باہر آتی ہے۔ جو کچھ آسمان سے اترتا ہے، وہ بھی اللہ کے علم سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ بندہ علیم مطلق کی کائنات میں جب بھی کوئی غیر طبعی حرکت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے طبعی طریق کی طرف آنے میں مدد دی جاتی ہے، اور اس کی کوتاہی کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ جو طالب ہدایت نہ ہو، اسے بخشش کا راستہ نہیں ملتا۔

at.com

حاصل : ہر مقام پر اپنے علم کو علم الٰہی کے تابع رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہمارا طریق ذہنی طبعی ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے۔ کوتاہی کی صورت میں طالب خیر کو مزید آسانی بھی دی جاتی ہے، بخشا بھی جاتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۝۳

اور کافر کہنے لگے ہم پر ساعت نہیں آئے گی۔ فرما دیجیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم ضرور تم پر آئے گی۔ عالم الغیب ہے اس سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

کافروں کا یہ کہنا کہ ان پر قیامت نہیں آئے گی بے بنیاد بات ہے۔ قیامت کا آنا نہ کافروں کے کہنے سے تعلق رکھتا ہے نہ ان کی خواہش سے تعلق رکھتا ہے۔ حکم الٰہی سے یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ میرے رب کی قسم کہ وہ ضرور آئے گی جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ عالم الغیب ہے۔ جس سے ذرہ بھر کوئی چیز چھپی نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ اس سے چھوٹی نہ بڑی بھی کوئی چیز اس مالک سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور یہ سب ایک روشن تحریری صورت میں موجود ہے۔ [illegible] اس کائنات میں اتنی چھوٹی بڑی اشیاء ہیں ان کے استعمال کی بندوں سے حساب لینا [illegible] کا حساب ممکن نہیں اس لئے قیامت کا ہونا یقینی نہیں ہے۔ یہ درست بات نہیں ہے۔ [illegible] یہ سب کچھ آسان ہے۔ اس سے کسی بھی شے کا [illegible] نہیں رکھتا۔

حاصل : کافروں کو قیامت کا آنا محال نظر آتا ہے۔ [illegible] اپنے رب کی قسم [illegible] قیامت کے آنے کا اقرار کرنا چاہیے۔ عالم الغیب سے کچھ بھی مخفی نہیں [illegible] سے جلد حساب کرنے والا ہے۔

لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

تاکہ اللہ جزا دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ ایسوں کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے۔

Marfat.c

قیامت کا دن جزا کا دن ہے۔ جو لوگ حق کو مانتے ہیں اور صالح اعمال سے اپنے ایمان کا ثبوت دیتے ہیں، یہ اللہ کے نزدیک صداقت والے لوگ ہیں۔ اللہ قیامت کے دن ان لوگوں کو ان کی صداقت کا انعام دے گا۔ پہلا یہ کہ ان کی کوتاہیوں کو بخش دیا جائے گا۔ اور دوسرا یہ کہ ان کو رزق کریم سے نوازا جائے گا۔

حاصل : قیامت کے دن کا منشاء صادقین کو نوازنا ہے۔ نوازش میں مغفرت کا مقام پہلے ہے۔ رزق کریم کا بعد میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۵

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو ہرانے کی سعی کی ان کے لئے عذاب ہے۔ دردناک عذاب۔

جو لوگ حق کو نہیں مانتے۔ اور عملاً دوسروں کو حق کے انکار کی ترغیب دیتے ہیں، یہ اللہ کی نشانیوں کو ہرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ سے مقابلہ کرنے کی کوشش ان کے لئے دردناک عذاب کا باعث بنے گی۔ اس عذاب سے یہ خود کو بچا نہ سکیں گے۔

حاصل : حق کا عملاً انکار اللہ سے مقابلہ کرنے کی کوشش ہے۔ اس کا انجام دردناک عذاب ہوتا ہے۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶

اور جنہیں علم عطا ہوا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہی حق ہے۔ اور عزت والے، حمد والے کی راہ سجھاتا ہے۔

اللہ کی آیات کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ بے سند بات کرتے ہیں۔ بے ہودگی ان کا طرز زندگی ہوتی ہے۔ ان کے مقابل وہ لوگ جو اللہ سے ڈرتے ہیں، زندگی کی مقصدیت کا یقین رکھتے ہیں، ہدایت کے طالب ہیں وہ یہ دیکھتے ہیں، کہ حکم اسی کا ماننے کے لائق ہے جو عزت والا قادر مطلق ہے اور جس کی حمد میں ساری کائنات لگی ہوئی ہے۔ حکم الٰہی کو ماننے کے لئے نمونہ وہ ذات بابرکات ہے، جسے اللہ نے بھیجا ہے۔ اور جس کی اپنی کوئی بات نہیں ہے اور پھر آپ سے محبت رکھنے والے شاہدین ہیں، کہ ان کی بھی اپنی کوئی بات نہیں ہوتی۔

حاصل : علم والے ہمیشہ حق شناس ہوتے ہیں، باحقیقت ہوتے ہیں، اور عزت والے حمد والے کی

at.com

راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی گواہی ہمیشہ سند کا درجہ رکھتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ﴿٧﴾

اور کافر کہنے لگے کیا ہم تمہیں ایسا مرد دکھائیں جو تم کو یہ خبر دے کہ جب تم پھٹ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو از سرِ نو اٹھائے جاؤ گے۔

کافر حق بیان کرنے والے کا اور اس کے بیان کردہ حق کا مذاق اڑایا کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ آؤ تمہیں وہ مرد دکھائیں، جو تمہیں بعث بعدالموت کی عجیب خبر دے۔ کتنی انوکھی بات ہے کہ جب تم پھٹ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں نئے سرے سے اٹھایا جائے گا۔ انبیاء کرام کی تعلیمات میں تو بعث بعدالموت ایک [illegible] درجہ رکھتی ہے۔

حاصل : حق کا مذاق اڑانا کافروں کا طریق زندگی ہے۔ کافروں کے نظامِ حیات کی بنیاد بعث بعدالموت کے انکار پر رکھی جاتی ہے۔

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿٨﴾

کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے۔ بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

کافروں کی طرف سے بعث بعدالموت کا ذکر کرنے والے مرد حق سے متعلق [illegible] ایک یہ کہ یہ صاحب اللہ کے نام پر ایسی بات کہہ رہے ہیں جو اللہ کی فرمائی ہوئی نہیں [illegible] حق بیان کر رہا ہے۔ حق بیان کر رہا ہے۔ کافر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ [illegible] عذاب الٰہی کے راستے کو اختیار کرتے ہیں اور یہ لوگ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ [illegible] درست ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : حق بیان کرنے والے کے بارے میں منکرین حق کی رائے کبھی درست نہیں ہوتی۔ جو آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ عذاب کے راستے پر ہوتا ہے اور دور کی گمراہی میں ہوتا ہے۔

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا

کیا دیکھتے نہیں جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان اور زمین سے۔ اگر ہم چاہیں تو

Marfat.com

خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹ ع

انہیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے ٹکڑا گرا دیں۔ بے شک اس میں ہر رجوع لانے والے بندے کے لئے نشانی ہے۔

قیامت کا انکار کرنے والوں کو ان کے مقام پر غور کرنے کا رخ دکھایا جا رہا ہے، کہ انہیں آسمان اور زمین سے اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے۔ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ زمین سے حاصل ہونے والے فوائد ہوں یا آسمان سے حاصل ہونے والے فوائد ہوں، وہ ہوتے باذن اللہ ہی ہیں۔ جس کی قدرت سے سکھ مل رہا ہوتا ہے اسی کی قدرت ہر مقام کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ زمین سے بھی دکھ پہنچا سکتا ہے۔ وہ آسمان سے بھی دکھ پہنچا سکتا ہے۔ اور کوئی قوت اس کو عاجز نہیں کر سکتی۔ بندے کو اپنی حیثیت اور اپنے مقام پر غور کرنا چاہئے۔ اللہ کی قدرت اور اس کی عنایات کو دیکھنا چاہئے۔ بندہ حق کی طرف رجوع لانے والا ہو گا تو حقائق و معارف کو پاسکے گا۔

حاصل : اپنے مقام اور اپنی حیثیت کو دیکھنا چاہئے۔ قادر مطلق ماضی میں بھی قادر مطلق تھا، حال پر بھی قادر مطلق ہے۔ جو اللہ کی کائنات میں اپنے مقام کو پہچان لے اس بندے کو حقائق و معارف تک رسائی ملتی ہے۔

شہادت : حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ کی تکذیب کی اور کہا۔ اگر آپ سچے ہیں، تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دیجئے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۸۹

تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی، تو انہیں سائے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًاؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝۱۰

اور بے شک ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنے فضل سے نوازا۔ اے پہاڑو اور پرندو تم بھی آپ کے ساتھ تسبیح میں شرکت کرو، اور ہم نے آپ کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا۔ آپ اللہ کا ذکر کرتے تھے، تسبیح کرتے تھے۔ خوش الحانی اللہ نے عطا فرمائی تھی۔ پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کے لئے مسخر کر دیا گیا، اور انہیں آپ کے ساتھ اللہ کی تسبیح میں شرکت کرنے کا

at.com

حکم دیا گیا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح میں ہم نوائی کا شرف پہاڑوں اور پرندوں کو حاصل ہوا۔ کائنات میں اس روح پرور منظر کو نظر میں رکھیے۔ وسیع و عریض سلطنت کے انتظام میں اللہ نے آپ کو بڑی مدد دی۔ اور لوہے کو آپ کے لئے نرم کر دیا گیا۔ وہ آسانی سے لوہے کی تمام چیزیں بنا سکتے تھے۔ جو آپ کے ہاں درکار تھیں۔

حاصل : اللہ کا فضل بندے کو شان والا بناتا ہے۔ ہمیں طبعی طور پر اللہ کی تسبیح کو معمول بنانا چاہئے۔ اور صبح و شام ترنم کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کام دیا جائے اس سے متعلق آسانیاں بھی دی جاتی ہیں۔

أَنِ اعْمَلْ سَٰبِغَٰتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ۖ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١﴾

کہ کشادہ زرہیں بنائیں۔ اور بنانے میں اندازہ رکھیں۔ اور سب صالح عمل کرو۔ بے شک میں دیکھتا ہوں جو عمل تم کرتے ہو۔

زرہ وہ آہنی لباس ہے۔ جو لڑنے والے کو اس کا حق بطریق احسن ادا کرنے میں مدد معاون ہوتی ہے۔ اگر سپاہی زرہ میں تنگی محسوس کرنے لگے تو پھر اس کی کارکردگی بُری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے زرہ کا کشادہ ہونا اور اس کے جوڑوں کا بہت موزوں ہونا کمال فن ہے۔ جب بندے کی قوت میں اضافہ ہو، تو اپنا توازن درست رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ قوت کو اللہ کی عطا جان لیا جائے تو پھر وہ خلافِ حق استعمال نہیں ہوتی۔ عمل تبھی صالح ہوتا ہے جب اس کے پیچھے یہ یقین ہو کہ قوت عطا کرنے والا دیکھ رہا ہے کہ اس کی عطا کو کس طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔

حاصل : زرہ کا کشادہ ہونا اور اس کے جوڑ کڑیوں کا موزوں ہونا بڑی خوبی ہے۔ اللہ قوت میں اضافہ کرے تو اس قوت کو حق کے مطابق استعمال کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ صالح عمل وہی ہے جس میں مقصود اللہ کی رضا ہو۔

وَلِسُلَيْمَٰنَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ وَأَسَلْنَا لَهُۥ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِۦ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا

اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا۔ ان کا جانا بھی ایک مہینے کی منزل تھی اور ان کا آنا بھی ایک مہینے کی منزل تھی۔ اور ہم نے آپ کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ اور جنات میں سے بعض آپ کے حضور آپ کے رب کے اذن سے کام میں

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

لگے رہتے۔ اور جو کوئی ہمارے امر سے سرتابی کرے ہم اسے آگ کا عذاب دیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر ہونا آپ کی بہت بڑی مدد تھی۔ ہوا آپ کے لئے سازگار ہو کر چلتی تھی۔ اس سے آپ کا سفر بہت آسان ہو جاتا تھا۔ جس رخ پر آپ جانا چاہتے تھے، ہوا اسی رخ پر چلتی تھی۔ اس طرح آپ کا وقت بھی بچتا تھا، قوت بھی بچتی تھی۔ تانبے کا چشمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بہایا گیا۔ آپ نے اس کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے ساتھ جن جن مقامات پر استعمال کیا معاشرتی زندگی میں تاقیامت لوگوں کو آپ کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہئے، کہ طبعی زندگی میں اس نعمت کی بدولت بہت آسانیاں پیدا ہوئیں۔ ابتداءً اس دھات کا استعمال بہت سے مقامات پر اور بڑی مقدار میں ہوا۔ اس لئے جن و انس کام میں لگے رہتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت امرِالٰہی کے مطابق کی جاتی تھی۔ اس لئے آپ کی خدمت میں کوتاہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا بھی دی جاتی تھی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے کام دیا جائے تو اس سے متعلقہ آسانیاں بھی دی جاتی ہیں۔ تانبے کا استعمال ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلام کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہایا تھا۔ اور ہم اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ جس کا کام حق کے مطابق ہو، اس کی خدمت میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

آپ کے لئے کام کرتے جو آپ چاہتے۔ محرابیں، تمثیلیں، حوضوں جیسے لگن اور لنگرانداز دیگیں۔ اے آل داؤد شکر گزاری کے کام کرو۔ اور میرے بندوں میں قلیل ہی شکر کرنے والے ہیں۔

شیاطین کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر فرمایا گیا تھا۔ یہ اپنے پیشوں میں بڑی مہارت رکھتے تھے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ محرابیں بناتے تھے، مجسمے بناتے تھے، بڑے بڑے لگن بناتے تھے، بڑی بڑی دیگیں بناتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دسترخوان کے حوالے سے ایسی ہی چیزوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ محراب میں ہی فن کا کمال دیکھا جا سکتا ہے۔ محراب کا قاعدہ ہموار ہو، اطراف نقوش اور قوسوں کے حساب سے مساوی ہوں، اوپر قوسین کے مقام اتصال میں حسن ہو تو تعمیر کے فن کی قدر کرنے والے ضرور دیکھیں گے اور داد دیں گے۔ بڑے بڑے لگن اگر نفاست کے ساتھ بنائے گئے ہوں تو وہ بھی دیکھنے کے لائق ہوتے ہیں اور وسیع پیمانے پر کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے ایسی دیگوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کو ایک ہی جگہ مستقل طور پر چولھے پر جما دیا جاتا ہے۔ ایسی دیگوں کے بنانے میں نفاست ان کی ساخت اور ان کے

at.com

کام اور مدت العمر میں دیکھی جاتی ہے۔ آل داؤد کو شکر گزاری کے کام کرنے کا حکم دیا گیا۔ شکر گزاری کے [illegible] کی عطا کردہ توفیق کو اللہ کی رضا کے لئے استعمال کیا جائے اور استفادہ کرنے والوں کا شکریہ بھی ادا کیا جائے اور شکر گزاری [illegible] کے نزدیک بڑی پسندیدہ صفت ہے۔ جو مجسمے حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے بنواتے تھے وہ بھی [illegible] اپنی اہمیت رکھتے تھے۔

حاصل : اپنی ضرورت کی چیزوں میں نفاست کا دھیان رکھنا چاہئے۔ بلا ضرورت چیزوں کا [illegible] زندگی کی مشکلات کو بڑھا دیتا ہے۔ شکر گزاری بندے کی شان ہے اور اللہ کے نزدیک [illegible] پسندیدہ ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ
عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ
مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن
لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي
الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

پھر جب ہم نے آپ پر موت کا حکم جاری کیا تو
ان کو آپ کی موت سے آگاہ نہیں کیا مگر
زمین کے کیڑے نے جو آپ کے عصا کو
کھاتا رہا۔ پھر جب آپ گر پڑے تو جنوں پر
واضح ہوا کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو
ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کاموں میں لگے رہتے تھے۔ [illegible] حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت ایسی حالت میں آئی کہ آپ عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے تھے۔ [illegible] خبر نہیں ہوئی۔ دیمک نے آپ کے عصا کو کھالیا تو آپ کا جسم مبارک زمین پر آرہا اور جنوں [illegible] ان کے علم غیب رکھنے کے دعوے بے معنی ہوگئے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ حقائق کو روشن کرتا رہتا ہے۔ [illegible] جا سکتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ
عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ
رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ
وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾

بے شک سبا کے لئے ان کے مسکن میں
نشانی تھی۔ دو باغ دائیں اور بائیں۔ اپنے
رب کا رزق کھاؤ اور اس کے شکر گزار
رہو۔ جگہ اچھی اور رب بخشش والا۔

قوم سبا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا مسکن ہی ان لوگوں کو اللہ کے فضل کا احساس دلانے کے لئے نشانی کا درجہ رکھتا تھا۔ ان کی بستی اس قدر خوبصورت تھی، کہ شاہراہ کے دونوں جانب باغ تھے۔ جو نہایت اعلیٰ درجے کے پھلوں اور نعمتوں پر مشتمل تھے۔ حکم یہی تھا، اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اللہ کی رضا کے لئے دوسروں کو کھلاؤ کہ شکر گزاری کی یہی صورت ہے۔ جس عطا کا شکریہ ادا نہ کیا جائے اس کی برکت اللہ تعالیٰ کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ جگہ بھی اللہ نے خوب دی تھی، اور کوتاہی پر بخش دینا بھی اس کی شان ہے۔

حاصل : اللہ کا دیا ہوا سکھ بھی حق کی ایک نشانی ہے۔ اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے مطابق استعمال کیا جائے تو شکریئے کا حق ادا ہوتا ہے۔ جگہ کا اچھا ہونا، اللہ کے فضل سے تعلق رکھتا ہے، کوتاہی پر بخش دینا اللہ کی شان ہے۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾

پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر زوردار سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل دیا، جن میں میوہ کسیلا تھا اور جھاڑ اور کچھ بیریاں تھیں۔

قوم سبا نے شکر گزاری سے منہ پھیرا اور ناشکری کو اپنا شعار بنالیا تو ان پر عذاب آیا جو زوردار سیلاب کی صورت میں تھا۔ وہ پانی جو ان لوگوں کی زرعی اور دوسری ضرورتوں کو پورا کرتا تھا، ان کے لئے عذاب بنا دیا گیا، اور اس پانی نے زمین کی خاصیت کو بدل کر رکھ دیا۔ وہی زمین جس میں طرح طرح کے خوش ذائقہ اور مفید میوے ہوتے تھے، اب صرف اسی لائق تھی کہ اس میں کچھ کسیلے پھل تھے، کچھ جھاڑ تھے اور کچھ بیریاں تھیں۔

حاصل : شکر گزاری سے منہ پھیرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ معطئ مطلق کی قدر ہو تو عطا کا استعمال بجا ہوتا ہے ورنہ بے جا ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

ہم نے انہیں یہ جزا دی کہ وہ ناشکری کرتے تھے اور ہم یہ جزا ناشکری کرنے والوں کو ہی دیتے ہیں۔

اللہ کے عطا کردہ سکھ کا شکریہ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے خیرات میں سبقت کی جائے۔

at.com

ناشکری یہ ہے کہ حق معلوم ہونے کے باوجود اپنی خواہشات کا اتباع کیا جائے۔ ناشکری سے نعمت چھن جایا کرتی ہے۔ کفرانِ نعمت ہو تو پھر اس کی سزا بھی ہوتی ہے۔

حاصل : کفرانِ نعمت سے بچنا، اللہ کے عذاب سے بچنے کی صورت ہے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾

اور ہم نے ان میں اور ان قریوں میں جن میں ہم نے برکت رکھی سر راہ تتی ہی بستیاں ٹھہرائیں اور انہیں منزل کے اندازہ پر رکھا۔ ان میں راتوں اور دنوں کو امن و امان سے چلیں۔

تجارت اہل سبا کی بڑی ضرورت تھی، اور تجارت کے لئے راستے کا محفوظ ہونا اور آرام دہ ہونا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں اللہ کی اس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے، کہ شاہراہ تجارت پر کتنی ہی بستیاں تھیں اور لوگ آسانی سے منزل بہ منزل سفر کر سکتے تھے۔ تجارت سے استفادہ کرنے والوں کو اللہ کے فضل کی اہمیت کی قدر کرنی چاہیے، ورنہ ہوگی تو پھر ناشکری کی سزا بھی ہوگی۔ وہ تمام ارکان جن میں انسان کی سوچ کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور جن کی اہمیت بہت ہوتی ہے، اللہ کے فضل کے زمرے میں آتے ہیں۔ اپنی سعی اور حسن تدبیر کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اللہ کے فضل کا انکار ہی ہوتا ہے۔

حاصل : اللہ کی عطا کردہ آسائشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ ان کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اپنی کارکردگی میں حسن تدبیر اور جہد مسلسل قابل ذکر نظر آئے اور اللہ کی عطا نظر نہ آئیں تو یہ رخ کے درست نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ سوچ کے درست ہونے کا ثبوت ہے۔

فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾

تو انہوں نے کہا اے رب ہمارے سفروں میں بعد ڈال دے۔ اور اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ پھر ہم نے انہیں کہانیاں کر ڈالا اور انہیں تتر بتر کر ڈالا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے کے لئے، شکر کرنے والے کے لئے۔

اہلِ سبا نے اللہ تعالیٰ کی عنایات کی ناشکری کی اور زبانِ حال سے دکھ طلب کیا۔ یہ ان کے اندر کے استکبار کا اظہار تھا، کہ سب لوگ بخیریت سفر کر لیں تو پھر صاحب ثروت لوگوں کا امتیاز کیا رہ گیا۔ ان لوگوں نے سکھ کے بدلے دکھ طلب کیا۔ یہ ان کا اپنے آپ پر ظلم تھا۔ پھر وہ قصہ ماضی بنا دیئے گئے۔ تتر بتر کر دیئے گئے۔ نہ ہونے کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا رہنا صبر ہے۔ ہونے کے مقام پر اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے مطابق استعمال کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا رہنا شکر ہے۔ صبر و شکر کرنے والے دیکھتے ہیں۔ کہ اللہ کے ساتھ سے ہی بات بنتی ہے۔ حق کے خلاف کرنے والے تباہی کے راستے پر ہوتے ہیں۔

حاصل : صبر و شکر اللہ کے ساتھ کی صورتیں ہیں۔ خلاف حق کرنے والے تباہی کے راستے پر ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾

اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا ظن سچ کر دکھایا۔ تو انہوں نے اس کا اتباع کیا، سوائے مومنین کے فریق کے۔

ابلیس کا گمان یہ تھا کہ انسان ناشکری ہی کریں گے۔ سوائے ان کے جو مخلص بندے ہوں گے۔ اور ابلیس کو یہ گمان تھا کہ وہ سب کو بہکالے گا سوائے عباد مخلصین کے۔ اہلِ سبا نے ابلیس کا اتباع کیا، مومنین اللہ کے ساتھ رہے، وہی صبر و شکر کے حوالے سے پورے رہے۔

شہادت : حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دینے سے ہی ابلیس کے اتباع کا راستہ بنتا ہے، اور اس کا اتباع تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ مومنین کبھی اپنی خواہشات کا اتباع نہیں کرتے، صبر کا مقام ہو یا شکر کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں، یہی بھلائی کا راستہ ہے۔

وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ
مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي
ع شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾ ۱۲

اور ابلیس کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر اس لئے کہ ہم دیکھیں اس کو جدا کر کے جو آخرت پر ایمان لاتا ہے اس سے جو اس کی بابت شک میں رہتا ہے، اور تمہارا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

ابلیس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو زبردستی خسارے کی راہ پر ڈال دے۔ انسان دشمنی کو اس نے اپنا مقصدِ حیات بنالیا ہے۔ وہ برائی کی طرف دعوت دیتا ہے، جو اس کی پیروی کو قبول کرے وہ خسارے کی راہ پر پڑ جاتا ہے، اس

at.com

طرح دنیا کی امتحان گاہ میں آخرت پر یقین رکھنے والوں اور آخرت کا انکار کرنے والوں کے درمیان ایک خط کھنچا چلا جاتا ہے۔ [illegible] شے کا خالق ہی اس شان کا مالک ہے کہ وہ ہر شے کی حفاظت کرے۔ شیطان کا اپنی مدد سے [illegible] بندے کو استقامت سے راہِ حق پر رہنے میں بھی مدد دی جاتی ہے جب وہ طالبِ ہدایت [illegible] اللہ تعالیٰ ہر شے پر نگہبان ہے تو کسی شے کو خلافِ حق استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کو ناراض [illegible]

حاصل : ابلیس کو بندوں پر کچھ زور حاصل نہیں ہے۔ ابلیس کی بات ماننا [illegible] صورت بنتی ہے اور یوں حیاتِ دنیا میں آخرت پر یقین رکھنے والوں اور آخرت کا انکار [illegible] کے درمیان ایک خط کھنچتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر نگہبان ہے [illegible] میں حق کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

شہادت : سورۃ الانبیاء (21) میں ذکر ہے [illegible] ان کے بعد دوسری قوم کو اٹھایا [illegible] فرمایا گیا۔ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ۝ نہ بھاگو، لوٹ کر جاؤ ان آسائشوں کی طرف [illegible] سے سوال نہ ہو [illegible] حتیٰ کہ ہم نے انہیں [illegible]

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ۝٢٢

فرما دیجئے پکارو انہیں [illegible] [illegible] ان میں سے اس کا کوئی مددگار ہے۔

[illegible]

حاصل : معبود کی شان یہ ہے کہ وہ مالکِ کل ہے۔ جنہیں اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے. وہ ایک ذرّے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ معبود کی شان ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ جنہیں اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے. وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں۔ معبود کی شان ہے کہ اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہوتی. دوسرا کون ہے جو مدد کی احتیاج نہ رکھتا ہو۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۲۳﴾

اور اس کے حضور شفاعت نفع نہ دے گی مگر جس کے لئے وہ اذن دے۔ حتیٰ کہ جب گھبراہٹ ان کے قلوب سے دور ہو جائے گی تو وہ پوچھیں گے. کیا فرمایا تمہارے ربّ نے. وہ کہیں گے. حق فرمایا. اور وہی سب سے بلند اور بڑا ہے۔

عباد مخلصین کی یہ شان ہے. کہ جو ان کا اتباع کرے وہ اسے اپنا ساتھی جانتے ہیں. جو ان کی حکم عدولی کرے اس کی لاعلمی کے حوالے سے اس کے لئے بخشش و رحم کی دعا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن صورت یہ ہوگی. کہ اللہ کے اذن سے بات ہو سکے گی۔ جو عباد مخلصین کی مخالفت میں اپنا سب کچھ ضائع کر چکے ہوں گے. ان کے لئے بات کرنے کا اذن نہیں ہو گا۔ شفاعت انہیں نفع دے گی جن کے لئے شفاعت کرنے کا اذن ہو گا۔ جو لوگ قیامت کے دن کے ہول سے محفوظ رکھے جائیں گے. ان سے دوسرے لوگ یہ پوچھیں گے. جب ان کے قلوب سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی. کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ وہ شہادت دیں گے. حق ارشاد فرمایا گیا ہے اور وہی سب سے بلند ہے اور بڑا ہے۔

حاصل : قیامت کے دن کے ہول سے جن کو محفوظ رکھا جائے گا. ان کی شان اللہ کے نزدیک بڑی ہے مگر وہ بھی اللہ کے اذن سے ہی شفاعت کر سکیں گے۔ جب شفاعت کی آرزو رکھنے والوں کی گھبراہٹ دور ہو جائے گی. تو وہ برگزیدہ بندوں سے پوچھیں گے کیا فرمایا تمہارے ربّ نے۔ وہ شہادت دیں گے. حق فرمایا ہمارے ربّ نے. وہی سب سے بلند ہے وہی سب سے بڑا ہے۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾

پوچھئے کون تم کو رزق دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے۔ بتایئے اللہ۔ اور بے شک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔

at.com

منکرین حق کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ کہ ان سے پوچھئے کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے۔ [illegible] ہے۔ آپ بتائیے اللہ ہی تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ تم اپنی ضروریات حیات [illegible] ربوبیت کے لئے ضروری ہے۔ اللہ ہی تمہیں اپنے علم سے پالتا رہتا ہے۔ حق کو ماننے والوں کا ایک رخ ہے [illegible] والوں کا دوسرا رخ ہے۔ یہ دونوں کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ان کا حال بھی ایک نہیں ہوتا ان کا مستقبل ایک نہیں [illegible] حق اللہ کا فرمان ہے۔ اللہ کے مقرر کردہ معیار کے حوالے سے اسے ماننا درست ہے۔ اور حق وہی مرضی سے مطابق [illegible] نہیں گمراہی ہے۔

حاصل : حیات دنیا میں من مانی کرنے والوں کو دعوت فکر دیتے ہوئے ان سے بات [illegible] طریقت بیان فرمائی گئی ہے۔ اس طریقت کے مطابق بات کی جائے تو حق ادا ہوتا ہے۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٢٥

فرما دیجئے ہمارے جرم کے بارے میں تم سے سوال نہیں ہو گا اور تمہارے [illegible] کے متعلق ہم سے سوال نہیں ہو گا۔

منکرین حق کے ساتھ بات کرنے کی طریقت بیان فرمائی گئی ہے۔ [illegible] کہا جائے: کہ ہمارا تمہارا رخ ایک نہیں ہے۔ اگر ہم خلاف حق کرتے ہیں تو یقیناً ہم [illegible] کے حضور اس کے لئے جواب دہ ہوں گے۔ اسی طرح ہو چکا تم [illegible] تمہیں توفیق دی ہے۔ جس معیار کے حوالے سے تمہارے اعمال کی صحت [illegible] ضرورت ہے۔

حاصل : منکرین حق کے حال اور اعمال سے اپنے حال اور اعمال کا تعلق [illegible] نرم الفاظ کا استعمال موزوں نہیں ہوتا۔ [illegible] نہیں ہوتا۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝٢٦

فرما دیجئے ہمارا رب ہم سب کو [illegible] کا پھر ہمارے مابین حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور وہی فیصلہ فرمانے والا علم والا ہے۔

منکرین حق سے ساتھ بات کرنے کی طریقت بیان ہو رہی ہے [illegible]

درست ہونے پر وہ مصر ہیں اور ہم اس طریق زندگی کے درست نہ ہونے کا یقین رکھتے ہیں. اس کے بارے میں فیصلہ اس دن ہو گا. جب ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا. پھر ہمارے مابین حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے گا۔ خالق کل وہی ہے. توفیق دینے والا وہی ہے. حق کو نازل فرمانے والا وہی ہے. خلوت و جلوت میں ہر مقام پر دیکھنے والا وہی ہے. چھپے اور ظاہر کا علم رکھنے والا بھی وہی ہے. اس لئے فیصلہ کرنا اسی کی شان کے لائق ہے. کہ کون حق کے مطابق رہا اور کون حق کے خلاف کرتا رہا۔

حاصل : منکرین حق کے ساتھ بات کو پورا کرنے کا طریقہ وہی ہونا چاہئے جو اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ فیصلہ ہمیشہ حق کے مطابق ہونا چاہئے اور علم سے ہونا چاہئے۔

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

فرما دیجئے. دکھاؤ تو وہ جن کا تم اس سے الحاق کرتے ہو شریک ٹھہرا کر۔ کوئی نہیں۔ وہی اللہ ہے عزت والا. حکمت والا۔

مشرکین سے یہ فرمایا گیا ہے. کہ وہ صورتیں جن کو تم اللہ سے ملاتے ہو. تم انہیں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو. بتاؤ وہ کون ہیں اور اس کائنات میں وہ کیسے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائی گئی ہیں۔ جب مشرکین جواب نہ دیں تو پھر ان کی طرف سے یہ جواب خود ہی دیا جاتا ہے. کوئی نہیں جسے اللہ کا شریک قرار دیا جائے۔ وہ ایک ہے اور عزت والا. حکمت والا ہے۔ ہر شے اپنے اپنے مقام پر اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ اللہ سے بڑی کوئی طاقت نہیں. جو خالق کل ہے. اور ہر شے کو اس کے دائرہ کار میں مصروف عمل رکھتا ہے۔ ہر شے کو جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے. وہ حکمت. اللہ کی شان کے لائق ہے۔

حاصل : مشرکین سے یہ کہنا چاہئے. جن کو تم اللہ کا ساجھی بتاتے ہو. ان کا کام دکھاؤ۔ مصنوع سے صانع کا پتہ لگتا ہے۔ اللہ کی قدرت سے کسی کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اس کی حکمت اس کے علم مطلق سے ہے. اس لئے اس کا کوئی شریک ہو نہیں سکتا۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور آپ کو ہم نے سب لوگوں کو بشارت دینے کے لئے اور ڈر سنانے کے لئے ہی بھیجا ہے. لیکن بہت لوگ لاعلم ہیں۔

خاتم النبیین سے پہلے کوئی نبی سب لوگوں کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ جو حق کو مان لے اسے فلاح کی بشارت دینا اور جو حق کا انکار کرے اس کو اس کے انجام سے آگاہ کرنا یہ دو کام اللہ کے بھیجے ہوئے پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔ اہل کتاب سے جو لوگ ان کتابوں کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں. وہ یقیناً قرآن پاک کو بھی مانتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی

طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، وہی حق ہے۔ طالب ہدایت کوئی ہو، [illegible] وہ آپ کی ذات بابرکت سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ آپ سب لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ طالب ہدایت ہونے کی بجائے جو اپنی خواہش کے تابع ہیں [illegible] دائرے سے نکل نہیں سکتا، اور لوگ اکثر اسی مقام پر پھنسے رہتے ہیں۔

حاصل : سب لوگوں کے لئے بشیر و نذیر ہونا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔ [illegible] کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ جو طالب ہدایت نہ ہو، وہ اپنی خواہش کی پیروی میں [illegible] وہ کبھی بے علمی کے دائرے سے نکل نہیں سکتا۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٢٩﴾

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب [illegible] آپ صادق ہیں۔

منکرین حق قیامت کا انکار کرتے چلے آرہے ہیں اور قیامت کے بارے میں [illegible] قیامت کا آنا حق ہے، تو بتایئے وہ کب آئے گی۔ [illegible]

حاصل : ہمارے سوال کو جوابات پر حق نہیں ہونا چاہئے۔ [illegible]

قُل لَّكُم مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾

[illegible]

[illegible]

حاصل : [illegible]

بس میں نہیں ہوتا۔ مہلت دینے والے کی قدرت کبھی محدود نہیں ہوتی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور (24) میں فرمایا ہے۔
أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌۢ ﴿٦٤﴾
سن لو اللہ ہی کا ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بے شک اسے علم ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کا جس دن تم اس کی طرف لوٹو گے، پھر انہیں بتا دے گا جو عمل وہ کرتے تھے، اور اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾

اور کافر کہنے لگے ہم اس قرآن کو نہیں مانیں گے اور نہ اس کو جو اس سے آگے ہے۔ اور کبھی تم دیکھو جب ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے، ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا۔ وہ لوگ جو ضعیف سمجھے جاتے تھے، استکبار کرنے والوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے ہم ضرور مومن ہوتے۔

قرآن پاک کی مثل پیش کرنے سے منکرینِ حق ہمیشہ عاجز رہے ہیں اور قرآن پاک کی مثل پیش کرنے سے منکرینِ حق ہمیشہ عاجز رہیں گے، مگر وہ اس کو مانتے نہیں اور اس کے حوالے سے آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ وہ وقت بھی آئے گا، جب ان خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے رب کے حضور کھڑا کیا جائے گا، تو یہ دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک وہ ہوں گے جو دوسروں کو ایمان لانے سے منع کرتے رہے ہوں گے، اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو خلافِ حق خرچ کرتے ہوں گے، اور دوسرے وہ ضعیف ہوں گے جو استکبار کرنے والوں کی باتوں کو اپنی خواہشات کے حوالے سے مانتے رہے ہوں گے۔ یہ ضعیف تب استکبار کرنے والوں سے کہیں گے، کہ ہم تمہاری وجہ سے خسارے میں مبتلا ہوئے۔ تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔ خلافِ حق کرنے میں آج جو تعلق استکبار کرنے والوں اور ضعیف لوگوں میں نظر آتا ہے وہ قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گا۔

حاصل : کافر قرآن کو بھی نہیں مانتے، قیامت کو بھی نہیں مانتے۔ قیامت کے دن ضعیف لوگ، استکبار کرنے والوں کو اپنے کفر کا سبب قرار دیں گے۔ حق کا انکار کسی جبر کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

Marfat

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾

استکبار کرنے والے ان سے جو ضعیف سمجھے جاتے تھے کہیں گے۔ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آئی۔ بلکہ تم تھے ہی مجرم۔

ضعیف لوگوں کے جواب میں استکبار کرنے والے یہ کہیں گے۔ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے [illegible] مرتکب ہوئے ہو۔ ہدایت تمہارے پاس آئی تھی۔ تم نے اس کو سنا اور اس کا انکار کیا۔ تمہیں [illegible] پا لیتے۔ ہم تم کو ہدایت سے کیسے روک سکتے تھے۔ تم نے حق کو سنا اور پہچانا [illegible] ہے جس کے تم مرتکب ہوئے اور یہی تمہارے کفر کا سبب ہے۔

حاصل : حال پر استکبار کرنے والے اپنے ضعیف پیروکاروں سے [illegible] ہیں۔ آخرت میں وہ کسی کے جرم کا بوجھ اپنے سر پر لینے سے انکار کریں گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾

اور جو لوگ ضعیف سمجھے جاتے تھے وہ استکبار کرنے والوں سے کہیں گے [illegible] رات دن کا داؤ تھا جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اللہ کا انکار کریں اور اس کے برابر والے ٹھہرائیں [illegible] وہی بدلہ پائیں گے [illegible] کرتے تھے۔

استکبار کرنے والوں [illegible]

fat.com

تحیں۔ ان گردنوں میں طوق ہوں گے۔ جزا تو لوگوں کو ان کے اعمال کی ہی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کسی پر ظلم ہوا ہے نہ کسی پر ظلم ہو گا۔

حاصل : دبے ہوئے لوگ خسارے کو دیکھ لیں تو استکبار کرنے والوں سے وہ سب کچھ کہہ دیتے ہیں۔ جو کہنا انہیں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عذاب سامنے ہو گا تو پھر اندر سے ندامت کا احساس ابھرے گا۔ کافروں کی گردنوں میں طوق ان کے اعمال کی بدولت ہی ہوں گے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ کٰفِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾

اور ہم نے جب بھی کسی قریئے میں ڈر سنانے والے کو بھیجا۔ وہاں کے آسودہ لوگوں نے یہی کہا۔ جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

آسودگی کو اللہ کی عطا نہ جاننے والے۔ ناشکرے ہوتے ہیں۔ ناشکرے لوگوں کو اپنا امتیاز وسعتِ مال کی صورت میں نظر آتا ہے اور وہ مال کو حق کے مطابق خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ جب بھی کسی قریئے میں اللہ نے ڈر سنانے والوں کو بھیجا تو آسودہ لوگوں نے ان کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا۔ دوسرے لوگوں نے حق کو ماننے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ کم مایہ ہونے کی وجہ سے مال کو حق کے مطابق استعمال کرنا انہیں مشکل نہیں لگا۔

حاصل : آسودگی کو اللہ کا فضل نہ مانا جائے تو یہ ناشکری کا سبب بنتی ہے۔ اور باعثِ عذاب ہو جاتی ہے۔ مال کو حق کے مطابق استعمال کرنا آسودہ لوگوں کو قبول نہیں ہوتا اسی لئے وہ ہمیشہ ڈر سنانے والوں کا انکار کرتے رہے ہیں۔

وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۳۵﴾

اور کہنے لگے ہمیں اموال و اولاد میں کثرت ہے اور ہمیں عذاب نہیں ہو گا۔

آسودہ لوگ ڈر سنانے والوں کو یہ جواب دیتے رہے ہیں۔ کہ ہمارا مال دیکھ لو۔ اموال و اولاد کی کثرت ہمارے مرتبے کو ثابت کرتی ہے۔ حال اچھا ہے تو مستقبل کے اچھا نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے عذاب کا ڈراوا درست نہیں لگتا۔

حاصل : اموال و اولاد کی کثرت کسی کی پاکیزگی کا ثبوت نہیں ہوتی اور فلاح پاکیزگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جسے جو دیا گیا ہے۔ اسی کی اس سے پوچھ بھی ہو گی۔

قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ

فرما دیجئے۔ میرا رب رزق کو کشادہ کرتا

at.com

وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ ع

ہے جس کے لئے چاہے اور تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہے اور اکثر لوگ لاعلم ہیں۔

آسودہ لوگوں کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ رزق میں کشادگی ہو یا تنگی رب کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کی مشیت کے تحت ہوتی ہے۔ سب لوگوں کو ایک ہی کیفیت سے واسطہ ہو تو معاشرے میں [illegible] بے حقیقت ہو جائے۔ جن کو رزق میں کشادگی دی گئی ہے وہ اگر تنگی والوں کے ساتھ حق کے مطابق معاملہ [illegible] بھی ادا کریں کہ قبول کرنے والوں کی بدولت اللہ کی عطا صحیح مقام پر استعمال ہو رہی ہے تو ان سے [illegible] دیکھیں کہ جن حالات سے اللہ تعالیٰ گزار رہا ہے ان حالات سے گزار کر کون سا [illegible] ہے تو تنگی کا بوجھ بہت کم ہو جاتا ہے۔ رخ درست ہو تو اصل [illegible] بجائے جب اور حوالوں سے دیکھا جائے گا تو اندھیرا بڑھتے [illegible]۔

حاصل : بسط کا شکر یہ ہے کہ اللہ کی عطا و حق کے مطابق تنگی والوں پر خرچ کیا جائے۔ [illegible] کیفیت میں درست رویہ یہ ہے کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] ہو۔ بھلائی رب العالمین کے علم سے ہی ہو سکتی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ
اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے رزق [illegible] دیتا تو وہ زمین میں [illegible]۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾

اور تمہارے اموال و اولاد [illegible] تمہیں ہمارے [illegible] ہو [illegible] ان کے لئے [illegible] اور وہ بالاخانوں میں [illegible] ہوں گے۔

اموال و اولاد کی کثرت [illegible] ہونے کی علامت نہیں ہے۔ [illegible] یہ حیات دنیا کی زینت ہے اور یہ [illegible] استعمال کرتا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اپنے [illegible] ایمان [illegible] صالح اعمال [illegible]

کے لئے ان کے کیے کی جزا بہت بڑھ کر ہوگی۔ اللہ چاہے تو سات سو گنا سے بھی بڑھ کر ہوگی۔ حال پر ان لوگوں کی بلندئ کردار صرف انہی کو نظر آتی ہے جن کا رخ درست ہو. آخرت میں ان کا بلند مقام پر ہونا سب کو نظر آئے گا۔

حاصل : اموال و اولاد کو قرب الٰہی کی سند کہنا درست نہیں ہوتا. ایمان اور صالح اعمال صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ جو لوگ اموال و اولاد کو حق کے مطابق تصرف میں لائیں انہیں بڑے اجر سے نوازا جاتا ہے۔ ان کے کردار کی بلندی کو حال پر بھی دیکھنا چاہئے. آخرت میں تو بلند مقام پر ہوں گے ہی۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾

اور جو لوگ ہماری آیات میں عاجز کرنے کی سعی کرتے ہیں. انہیں عذاب میں پکڑا جائے گا۔

اموال و اولاد کو اللہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے استعمال کرنے والے. اللہ کی نشانیوں کو عاجز کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ان کو بھی وہ سب کچھ دیا جاتا ہے جو اتمام حجت کے لئے اللہ کے ہاں ضروری ہوتا ہے۔ پھر یہ عذاب میں پکڑ لئے جاتے ہیں اور بحیثیت مجرم. اللہ کے حضور حاضر کیے جاتے ہیں۔

حاصل : مقام کوئی ہو طبعی طور پر اپنے رخ کو درست رکھنا حق ہے۔ اللہ سے مقابلہ کرنے کا انجام عذاب الٰہی میں پکڑے جانا ہی ہوتا ہے۔ قادرِ مطلق کے سامنے اپنی حیثیت کو نہ دیکھنا بڑی جہالت ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ
الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

فرما دیجئے بے شک میرا رب اپنے بندوں کے رزق میں بسط فرماتا ہے جس کے لئے چاہے اور کم کرتا ہے جس کے لئے چاہے. اور جو تم خرچ کرو اس کی جگہ اور دے گا اور خیر الرّازقین وہی ہے۔

حق کے ماننے والوں پر واضح فرمایا گیا ہے. کہ اپنے بندوں کے رزق میں کشادگی کرنا یا کمی کرنا رب العالمین کی مشیت ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے. اپنے علم سے کرتا ہے اور اس کے کرنے میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی حق کے حوالے سے خرچ کیا جائے. اس میں اللہ کی رضا مقصود ہوگی. خرچ کرنے کی طریقت اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوگی اور

at.com

نتائج کو باذن اللہ مانا جائے گا۔ ایسی صورت میں اللہ کا وعدہ ہے کہ جو کچھ بھی خرچ کیا جائے گا اس کے بدلے [illegible] رزق دینے والوں میں سب سے بڑی شان والے کے لئے خرچ کیا جائے تو وہ اپنی شان کے حوالے سے نوازے گا۔

حاصل : رزق میں کشادگی یا کمی اللہ کی مشیت سے ہوتی ہے۔ جہاں اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے گا، عطاء الٰہی جاری رہے گی۔ خیر الرازقین کی عطا علم مطلق سے ہوتی ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾

اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا پھر ملائکہ سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری بندگی کرتے تھے۔

مشرکین فرشتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ فرشتے [illegible] پہنچاتے ہیں۔ آخرت میں اپنی پوجا کرنے والوں کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا [illegible] پوچھے گا۔ کیا یہ لوگ تمہاری پوجا کرتے تھے۔ معبود کی شان یہ ہے کہ وہ ایک ہے [illegible]

حاصل : مشرکین ہمیشہ بے سند باتیں کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ محض [illegible] شان یہ ہے کہ وہ ایک ہے۔ توفیق بھی وہی دیتا ہے۔ پوچھتا بھی ہے۔ [illegible] نہیں ہو سکتا۔

قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾

وہ عرض کریں گے [illegible] سے متعلق تو ہمارا [illegible] جنوں کی بندگی [illegible] ایمان رکھتے تھے۔

فرشتے اللہ سے [illegible] عرض کریں گے [illegible] ہی کارساز ہے۔ یہ مشرک لوگ جنوں کی بندگی کرتے تھے اور ان کی اکثریت انہی پر ایمان رکھتی تھی۔

حاصل : اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے فرشتوں کا حال [illegible] ہے۔ مشرک اپنی خواہشات کی پیروی کے لئے جنوں کا نام لیتے ہیں۔

فَٱلْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا

تو آج تم ایک دوسرے کے [illegible]

وَلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا
عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

مالک نہیں۔ اور ہم ظالموں سے فرمائیں گے. چکھو اس آگ کا عذاب جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

یوم الدّین کا مالک ربّ العالمین ہے۔ وہی سب کو جزا دینے والا ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ اس دن حقائق کا انکار کرنا ممکن نہ ہو گا۔ ظالموں سے فرمایا جائے گا. تم جہنّم کی آگ کو جھلایا کرتے تھے. اور جس انجام سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا. اس انجام کو تم ناممکن قرار دیتے تھے. آج وہ انجام تمہارے سامنے ہے. تو چکھو اس عذاب کو جس کو تم جھلایا کرتے تھے۔

حاصل : یوم الدّین کا مالک اللہ ہے۔ وہی ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔ خلاف حق کرنے والے جس عذاب کو ناممکن قرار دیتے ہوئے ڈر سنانے والے کا انکار کرتے ہیں. اس عذاب کو سامنے پا کر وہ ڈر سنانے والوں کی صداقت کو مان لیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا
مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَن يَصُدَّكُمْ
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا مَا هَٰذَا
إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٣﴾

اور جب ان پر ہماری روشن آیات تلاوت کی جاتی ہیں. تو کہتے ہیں. کچھ نہیں یہ تو محض ایک شخص ہے جو تمہیں ان سے جن کی تمہارے آباء بندگی کرتے رہے روک دینا چاہتا ہے. اور کہتے ہیں یہ تو افترٰی ہے جوڑا ہوا۔ اور ان کافروں نے حق کے متعلق جب وہ ان کے پاس پہنچ چکا یہ کہا یہ تو صریحاً جادو ہی ہے۔

حق اللہ کا فرمان ہے اور امرِ الٰہی کے حوالے سے لوگوں تک پہنچایا گیا ہے۔ طلبِ ہدایت رکھنے والے اس سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں. کافر حق کو سن کر اپنے پیرو کاروں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ صاحب جو تمہیں ایک راہ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ یقیناً تمہیں تمہارے آباء کے راستے سے روکنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی باتیں اثر تو رکھتی ہیں مگر ہیں محض افترٰی ۔ کافروں نے حق کو سن کر اس کے بارے میں یہ کہا کہ یہ تو محض جادو ہے۔ اس کا اثر اگر ہو رہا ہے تو جادو بھی محیر العقول کرشمے دکھا دیتا ہے۔

at.com

حاصل : حق کو اپنے گمان کے حوالے سے دیکھنے والے کبھی صحیح نتائج پر نہیں پہنچ سکتے۔ اپنے آباء کی بات کو تبھی سند ماننا چاہئے جب وہ ہدایت یافتہ ہوں۔ افتریٰ کے ساتھ کبھی سند نہیں ہوتی اور حق ہمیشہ سند کے ساتھ ہوتا ہے۔ حق کو جادو کہہ کر اس سے اعراض کرنا جاہلوں کا طریق زندگی ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے انھیں کوئی کتاب نہیں عطا فرمائیں جن کو وہ پڑھتے ہوں، اور نہ آپ سے قبل ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھیجا گیا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں شمار نہیں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد [illegible] بھی سامنے نہیں پاتے تھے۔ اور وہ نمونہ بھی ان کے سامنے نہیں تھا جس کی پیروی میں [illegible] سنانے والا یقیناً مطلوب تھے۔ اس طرح قرآن پاک کے نزول کے بعد انھیں کتاب [illegible] پر آخری سند قرآن پاک کو ہی ماننا چاہئے تھا۔ انھیں حق سے محبت رکھنی چاہئے تھی [illegible] سکتا۔ مگر یہ لوگ شکرگزاری کی بجائے ناشکری کی روش اختیار کرتے ہیں۔

حاصل : حال پر کتاب اللہ کو ماننا اور اللہ کے محبوب کے حوالے سے ماننا [illegible] ہونا چاہئے۔

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

اور ان سے قبل والوں نے بھی تکذیب کی [illegible] اور یہ [illegible] کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا تو انھوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی تو کیسا رہا میرا انکار کرنا۔

حال پر جو لوگ حق کا انکار کرتے ہوں، انھیں ماضی میں حق کا انکار کرنے والوں کے انجام [illegible] جسمانی قوت، مال و منال اور دنیاوی آسائشیں جو ماضی میں ہلاک کیے گئے لوگوں کو حاصل تھیں وہ حال [illegible] بہت زیادہ تھیں۔ وہ خلاف حق کرنے کے انجام کو پہنچے۔ اس انجام کو پہنچنے میں حال پر خلاف حق کرنے والوں [illegible]

لگے گا۔ اللہ کے رسولوں کا انکار ہی اللہ کا انکار ہوتا رہا ہے. اور اللہ کے انکار کا انجام خسارے کے علاوہ کچھ ہوا ہی نہیں۔

حاصل : حق کی تکذیب کا انجام ہلاکت و بربادی ہی ہو سکتا ہے۔ بڑی توفیق والے حق کے انکار کی وجہ سے جس انجام کو پہنچ چکے ہیں اس انجام تک پہنچنے میں تھوڑی توفیق والوں کو دیر نہیں لگے گی۔ حق کا انکار ہمیشہ باعث عذاب الٰہی ہوتا ہے۔ ماضی سے سبق سیکھنا عقل مندی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں فرمایا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ۝٥

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے. تو تمہیں حیاتِ دنیا دھوکہ نہ دے. اور نہ تمہیں اللہ سے دھوکہ دے وہ بڑا فریبی۔

قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا۟ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا۟ ۚ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝٤٦

فرمایئے۔ میں تمہیں ایک وعظ کرتا ہوں، کہ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ. دو. دو اور ایک. ایک پھر تفکّر کرو، کہ تمہارے صاحب کو کچھ جنون نہیں. یہ تو تمہیں آنے والے شدید عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

وعظ وہ ارشاد ہے. جو صاحب حال کی زبان سے ہو. سامعین کی فلاح کے لئے ہو اور اس میں دعوتِ فکر موجود ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی سے وعظ فرمایا. کہ لوگو تم عرفانِ حق کے لئے ایک طریقہ اختیار کرو. اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ موجودہ روش کو چھوڑ دو. مجمع اور بھیڑ بھاڑ میں تفکّر ممکن نہیں ہوتا. اس لئے دو. دو اور ایک. ایک کر کے غور کرو۔ دو، دو میں تفکّر کرنے کی صورت یہ ہوگی. کہ صحیح نتیجے پر پہنچنے کی نیت کے ساتھ موزوں سوال کیے جائیں گے. اور ان کے جواب دئے جائیں گے۔ مثلاً انبیاء سابقین کی تعلیمات ایسی ہی تھیں یا ایسی نہ تھیں۔ جواب یہ ہوگا. ایسی ہی تھیں۔ بیان کرنے کا طریقہ ایسا ہی تھا یا ایسا نہیں تھا۔ جواب یہ ہوگا. ایسا ہی تھا۔ عام لوگوں نے ان کے وعظ کو سن کر کیا جواب دیا۔ جواب یہ ہوگا، عام لوگ ان کے وعظ کو سن کر یہی کہتے رہے. آپ جادوگر ہیں یا آپ مجنون ہیں۔ لوگوں نے آپ کو یا انبیاء سابقین کو مجنون کیوں کہا. جواب یہ ہوگا. کہ اپنی خواہش کے دائرے سے باہر ہو کر جو لوگوں کی بھلائی کرتا ہو. خواہش کی پیروی کرنے والے اس کو عقل مند نہیں مانتے۔ اللہ نے جس کو شاہد بنا کر بھیجا ہو. وہ بھلائی کا رخ اختیار کرنے والوں کو ان کے بھلے انجام کی بشارت دیتا ہے. اور خلافِ حق کرنے والوں کو اس کے بُرے انجام سے آگاہ کرتا ہے. تاکہ حال پر ملی ہوئی مہلت میں اتمامِ حجت ہو جائے۔ دو. دو غور و فکر کر چکیں تو پھر اکیلے ان نتائج کو دیکھنا چاہئے جو پہلے اخذ کیے جا چکے ہوں. یقیناً اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

حاصل : وعظ صاحب حال کی زبان سے ہو. سامعین کی بھلائی کے لئے ہو اور دعوتِ فکر پر مشتمل

at.com

ہو، تو اس سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ تفکر بھیڑ میں نہیں ہو سکتا۔ [illegible] میں [illegible] ہونا چاہیے [illegible]
میں ہونا چاہیے۔ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد [illegible]
کے بلند مرتبے کا علم ہو جائے تو پھر اس کا ساتھ رکھنا فلاح چاہنے والے کی [illegible]
ہو جاتی ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾

فرما دیجئے اگر میں نے تم سے کچھ [illegible] سوال کیا ہو تو وہ تمہارے [illegible] اللہ پر ہے اور وہ ہر شے [illegible]

راہ حق کو اس قدر روشن کرنا کہ ظلمات سے نور کی طرف چلنے میں [illegible]
سے بڑی کوئی خدمت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس خدمت کا اجر تو اللہ ہی دے سکتا ہے [illegible]
نہیں ہوتی۔ کوئی اگر اپنے رب کی راہ کو اختیار کرتا ہے تو راہ حق روشن کرنے والے [illegible]
ہوتی ہے اس ذات بابرکات کو کہ لوگ فلاح پائیں۔ [illegible]
ہوئے میں [illegible]
کا بھلا ہے۔ تبلیغ حق کا اجر اللہ ہی دے سکتا ہے کہ وہ ہر حال [illegible]

حاصل : تبلیغ حق ذاتی غرض و غایت سے ہمیشہ بلند ہوتی ہے۔ [illegible]
ان کی بھلائی ملحوظ ہوتی ہے۔ تبلیغ حق کا اجر اللہ ہی دے سکتا ہے [illegible]
شے کو دیکھنے والا ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾

فرما دیجئے [illegible] غیوب [illegible] علم رکھنے والا ہے۔

اتمام حجت اللہ کی شان ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] باطل [illegible]
[illegible] حق [illegible] باطل [illegible]

حاصل : منکرین حق کے لئے اتمام حجت اللہ کی سنت ہے۔ باطل [illegible]

لوگ یہ کہتے ہیں. کب آئے گی اللہ کی مدد۔ اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ باطل کو مٹا کر رکھ دینا اس کے لئے کبھی مشکل نہیں ہوا. مگر اللہ کا کام اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾

فرما دیجئے حق آگیا۔ اور باطل نہ آغاز کرتا ہے. نہ اعادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ اس نے ہر شے کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ کے علم کی شان ہے۔ اس کائنات کے آغاز میں باطل کا کوئی مقام نہیں ہے۔ جب آغاز میں باطل کا کوئی مقام نہیں ہے تو اعادے اور آخرت میں باطل کا مقام کیسے ہو سکتا ہے۔ باطل پر ایمان لانے والوں کو اپنے انجام پر نظر رکھنی چاہئے۔

حاصل : حق کے مقابل باطل کبھی ٹک نہیں سکتا۔ نہ آغاز سے باطل کا کوئی تعلق ہے نہ انتہا سے اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔

قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٥٠﴾

فرما دیجئے میں اگر بھکا ہوا ہوں تو میرا بھکنا مجھ ہی پر ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی بدولت جو میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا ہے، قریب ہے۔

منکرین حق سے بات کو پورا کرنے کی طریقت بیان فرمائی گئی ہے. کہ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ تمہارا راستہ مجھ سے الگ ہے۔ تمہیں اس بات پر اصرار ہے کہ تم صحیح راہ پر ہو. اگر ایسا ہے تو پھر میں اس صحیح راہ پر نہیں ہوں۔ ایسی صورت میں میرا حال بھی خلاف حق ہے. میرا مستقبل بھی وہی ہو گا جو خلاف حق کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ دوسرے امکان کو بھی دیکھ لیا جائے. کہ میں ہدایت پر ہوں۔ اگر ایسا ہے تو میں اس وحی کی بدولت اس راہ پر ہوں جو وحی میری طرف میرا رب بھیجتا ہے۔ میں اپنی خواہش کے تحت بولتا بھی نہیں ہوں. عمل بھی نہیں کرتا۔ بے شک میرا رب سننے والا بھی ہے قریب بھی ہے۔ حال کوئی ہو میرا رب میری مدد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جس کا حکم میں مان رہا ہوں. وہی احکم الحاکمین ہے۔ اس لئے میں حال پر بھی مطمئن ہوں، آخرت میں بھی مجھے اطمینان ہو گا۔

حاصل : منکرین حق سے بات کرنے کا طریقہ وہی ہونا چاہئے. جس کی تعلیم دی گئی ہے۔ منکرین حق کو صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد دینا بہت بڑا کام ہے۔

Marfat

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ (٥١)

اور کبھی تم دیکھو جب وہ گھبرائیں گے، پھر کہیں بچ کر نہ جا سکیں گے اور قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔

منکرین حق آخرت کے انکار میں بہت زور لگاتے ہیں۔ اور جب اس کا وقت پہنچے گا تو گھبرائیں گے۔ [illegible] ناممکن کہتے ہوئے وہ من مانی کرتے رہے ہوں گے اس کا سامنا [illegible] قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔ ان کے پکڑنے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

حاصل : خلاف حق کرنے والے گھبراہٹ کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ جب گھبراہٹ کا وقت آتا ہے تو اس سے بھاگ جانا ممکن نہیں ہوتا اور پکڑے جانے میں دیر نہیں لگتی۔

وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۚ (٥٢)

اور وہ کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، اور اب کہاں اتنی دور سے ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اعتراف [illegible] ہے۔ آخرت میں آپ کی صداقت [illegible] ہو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہے۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] وقت [illegible] ممکن تھا۔

حاصل : آخرت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت [illegible] کا اعتراف [illegible] اس اعتراف کے ساتھ تمہارا اپنے آپ [illegible] معاملات سے [illegible] نافرمانی [illegible] والوں کی [illegible] ہے۔

وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (٥٣)

اور اس سے پہلے تو اس کا انکار کرتے رہے اور بن دیکھے دور سے [illegible] پھینکتے رہے۔

قیامت سے [illegible]

rfat.com

اس سے پہلے تو تم اس کا انکار کرتے رہے. تم حق کا انکار کرتے ہوئے محض اٹکل کے تیر چلاتے رہے. تم نے کبھی سند کے ساتھ بات نہیں کی. تم نے کبھی حق کو پانے کی طلب نہیں رکھی. جس انجام سے تم کو ڈرایا جاتا تھا. تم اس کا انکار کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھتے تھے کہ تمہارے نہ ماننے سے وہ انجام ٹل نہیں جائے گا۔

حاصل : جب حق کا انکار ممکن نہ رہے اس وقت حق کو ماننا فائدہ نہیں دیتا۔ حق کا انکار کرنے والے ہمیشہ بے سند باتیں کرتے ہیں۔

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾ ع

اور رکاوٹ ہو گئی ان میں اور ان کی اشتہا میں. جیسے اس سے قبل ایسے گروہوں سے معاملہ ہوا۔ بےشک وہ اس سے دھوکا ڈالنے والے شک میں رہے۔

منکرین حق کو اس وقت بڑی طلب ہوگی کہ وہ بھی فلاح پانے والوں کے ساتھ ہوں۔ انھیں بھی اللہ کے رسول کی معیت نصیب ہو۔ مگر اس وقت ان کے اور ان کی طلب کے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی اور یہ اپنی طلب کو پا نہیں سکیں گے۔ ان سے قبل حق کا انکار کرنے والے گروہوں سے بھی یہی معاملہ ہوتا رہا ہے۔ جب عذاب الٰہی کو دیکھ کر انھوں نے حق کو ماننے کا اعلان کیا تو ان کے ماننے کے اعلان کو کوئی وقعت نہیں دی گئی۔ من مانی کرنے والوں کو یہی شک رہا کہ انھیں ان کے اعمال کی جزا نہیں دی جائے گی. اور اسی شک کی بنا پر وہ پاکیزگی کی طرف نہیں آئے۔

حاصل : اس سے بڑا تکلیف دہ منظر کوئی نہیں ہو سکتا کہ بندے کو فلاح کی بڑی طلب ہو اور بندے اور فلاح کے درمیان دیوار حائل ہو جائے۔ جزا کا انکار کرنے والے دھوکا ڈالنے والے شک میں پڑے رہتے ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر (59) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

اے ایمان والو. اللہ پر تقویٰ کرو اور نظر کرو کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ پر تقویٰ کرو۔ بے شک اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔

at.com

آیاتہا ۴۵ — سُوْرَۃُ فَاطِرٍ — رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

حمد اللہ ہی کی ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا۔ جس نے ملائکہ کو پیغام پہنچانے والے بنایا۔ جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ وہ خلق میں جو چاہے اضافہ کرتا ہے۔ بے شک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی خلقت [illegible]

حاصل : آسمانوں اور زمین کی تخلیق، نظام کائنات کی تشکیل اللہ [illegible] قدرت سے ہوئی ہے۔ اللہ کی قدرت [illegible] بیان کرنے والے اپنی حیثیت [illegible] اللہ کی قدرت [illegible]

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

جو رحمت اللہ لوگوں کے لئے کھول دے تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو روک دے تو اس کے بعد اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

rfat.com

حمد والے لاشریک کی شان ہے. کہ وہ لوگوں کے لئے رحمت کو کھول دے تو کوئی اس رحمت کو روک نہیں سکتا. اور وہ رحمت کو روک دے تو کوئی اس کو کھول نہیں سکتا۔ ملائکہ کو معبود ٹھہرانے والے غور کریں کہ وہ تو نفع و ضرر کے مالک ہی نہیں. ان کا مقام تو امرِ الٰہی کی تعمیل ہے۔ عزت والا اور حکمت والا جانتا ہے ان سے کیا کام لینا ہے. وہی ان سے کام لیتا ہے۔

حاصل : رحمت کا لوگوں کے لئے کھولنا بھی اللہ کا کام ہے. جس کا کوئی شریک نہیں۔ رحمت کو روک دینا بھی اللہ کا کام ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ اللہ عزت والا. حکمت والا ہے۔ اس کو ماننے والے حق کی ادائیگی میں لگے رہتے ہیں. اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٣﴾

اے لوگو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے. جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں. تو تم کہاں الٹے جاتے ہو۔

شانِ معبود پر غور کرنے کے لئے لوگوں کو یہ رخ دکھایا گیا ہے. کہ تمہارا اپنے مقام پر ہونا بھی تمہاری تجویز سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ اللہ ہی خالق کل ہے۔ وہی آسمان سے رزق دیتا ہے وہی زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس کے سوا کسی کو معبود ٹھہرانا قطعاً خلافِ حق ہے. اور اس کو معبود مان لینے سے یکسوئی کا حاصل ہونا بھی طبعی بات ہے۔ اگر یکسوئی حاصل نہیں تو پھر رخ سیدھا نہیں. الٹا ہے۔ اپنے اعمال کا نام جو بھی رکھ لیا جائے. حقیقت اس کی اللہ سے دوری ہی ہوگی۔

حاصل : ہمارا حال ہماری کسی تجویز سے تعلق نہیں رکھتا۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرنا بندگی کا حصہ ہے۔ خالق کل ہی معبود ہے. وہ آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ جو سیدھے رخ کو قبول نہ کرے الٹے رخ سے بچ جانا اس کے لئے ممکن نہیں رہتا۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤﴾

اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے قبل رسل کی بھی تکذیب ہوئی. اور سب امور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

منکرین حق. اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ جو کچھ اب ہو رہا ہے. وہی ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے توفیق دی جاتی ہے۔ مہلت دی جاتی ہے۔ اتمامِ حجت کے لئے وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو [illegible]
سارے امور اللہ کی طرف ہی لوٹتے ہیں۔ دوسرا کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔ جو لوگ خلافِ حق کرتے ہیں [illegible]
اللہ ہی کی طرف ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کو اللہ کی طرف لوٹتے وقت بڑی ندامت ہوگی۔

حاصل : تکذیبِ حق منکرین کا طریقِ زندگی ہے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ [illegible]
انجام کبھی اچھا نہیں ہوا۔ سب امور لوٹتے اللہ ہی کی طرف ہیں۔ [illegible]
ہو، اس کا انجام ندامت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٥﴾

[illegible]

[illegible]

حاصل : [illegible]
[illegible] اور شیطان [illegible]

إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا۟ حِزْبَهُۥ لِيَكُونُوا۟ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴿٦﴾

[illegible]

شیطان نے انسان دشمنی [illegible]
[illegible] شیطان [illegible]
[illegible] شیطان [illegible]
[illegible]

rfat.com

حاصل : شیطان ہمارا دشمن ہے. اسے دشمن نہ جاننا انتہائی غفلت کا ثبوت ہو گا۔ شیطان اپنے گروہ کو جہنم رسید کر کے راضی ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۬ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۠ ﴿۷﴾

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے شدید عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور صالح اعمال کیے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

حزب الشیطان میں شامل ہونے والے کفر کے مرتکب ہوتے ہیں. ان کے لئے شدید عذاب ہے۔ حق کو ماننے والے شیطان کو اپنا دشمن جانتے ہیں. صالح اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کو سچا ثابت کرتے ہیں. ان کی کوتاہیوں کو بخش دیا جاتا ہے اور انہیں بڑے اجر سے نوازا جاتا ہے۔

حاصل : حق کا انکار بندے کو شدید عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حق کو ماننا دعویٰ ہے جو صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ سچے کو مغفرت اور بڑے اجر سے نوازا جاتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم (14) میں ارشاد فرمایا ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ۫ وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾

اللہ ایمان والوں کو قول ثابت سے ثبات دیتا ہے. حیات دنیا میں اور آخرت میں۔ اور اللہ ظالمین کو گمراہ کرتا ہے۔ اور اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

تو کیا وہ جس کے لئے اس کے عمل کی بُرائی و زینت دی گئی پھر وہ اسے بھلائی جانتا ہے۔ تو اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔ تو آپ کا نفس ان پر حسرات میں نہ جائے۔ بے شک اللہ کو علم ہے جو وہ گھڑتے ہیں۔

جو شیطان کی پیروی کرتا ہے. وہ اپنی خواہش کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔ شیطان اس کے عمل کی بُرائی کو زینت دے کر اس کے سامنے رکھتا ہے. اور وہ اسے اپنی پسند کے حوالے سے خوبی جاننے لگتا ہے۔ اس کے اندر ایمان لانے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے۔ وہ نور جو اس کو موجود اور مقصود کا فرق بتا سکتا ہے باقی نہیں رہتا۔ جو شیطان کو دشمن جاننے کی بجائے اسے اپنا بہی خواہ جانتا ہے. اسے اللہ گمراہ کر دیتا ہے۔ جو ناصحین سے محبت رکھتا ہے. اللہ اسے ہدایت دیتا ہے۔ جو لوگ طلب ہدایت نہ رکھتے ہوں

Marfat

انہیں ہدایت نہیں ملتی۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائیں انہیں ہدایت ملتی ہے۔ اللہ کے پاک بندوں کی شان یہی ہے کہ وہ لوگوں کو خسارے کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں تو انہیں بڑا دکھ ہوتا ہے۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ لوگ ان سے فیض پائیں اور بخشش کی راہ کو اختیار کریں۔ مخلوقِ خدا کے ساتھ یہ تعلق، مخلوقِ خدا کی یہ پرواہ اللہ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ [illegible] فرمایا گیا ہے کہ جو حق کو ماننے کے لئے دی گئی استعداد کو ہی ضائع کر چکا ہو اس پر افسوس نہ کیجئے۔ اللہ [illegible] جلوت کا علم ہے۔ جو باتیں یہ بناتے ہیں، جو کام یہ کرتے ہیں، سب اللہ کے سامنے ہیں۔ ان [illegible] جائے گا۔

حاصل : جو اپنے عمل کی برائی کو بھلائی کہنے لگے وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔ جسے اللہ [illegible] کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ [illegible] رکھتا ہو وہ پاک لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ [illegible] چاہئے کہ اللہ کو اس کا علم ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩

اور اللہ ہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے [illegible] بادل اٹھاتی ہیں پھر ہم انہیں [illegible] مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں [illegible] اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد [illegible] دیتے ہیں۔ [illegible]

بعث بعد الموت کی وضاحت کے لئے یہ فرمایا [illegible] بھیجتا ہے۔ وہ بادل اٹھاتی ہیں۔ اللہ کے حکم سے انہیں [illegible] ہے اور زمین بالکل مرچکی ہوتی ہے۔ وہاں بارش ہوتی ہے تو زمین اپنی موت [illegible] ہو جاتی ہے۔ بعث بعد الموت بھی اسی طرح ہوگی۔ اللہ کی قدرت [illegible] پھر بھی وہی پیدا کرے گا۔

حاصل : ہواؤں کا بھیجنا، بادل کا لانا، اسے مردہ زمین کی طرف لے جانا [illegible] اس سے مردہ زمین کو زندہ کرنا یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اسی طرح بعث بعد الموت بھی اللہ کا کام ہے۔ اور اللہ کے کام میں کسی کا دخل ہوتا ہی نہیں۔

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ

جو عزت چاہے تو عزت سب اللہ [illegible]

اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡـكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَمۡكُرُوۡنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَمَكۡرُ اُولٰٓـئِكَ هُوَ يَبُوۡرُ ﴿۱۰﴾

ہے۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے طیّب کلام اور عمل صالح اسے رفعت دیتا ہے۔ اور جو لوگ بُرے مکر کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے اور انہی کا مکر برباد ہو گا۔

عزت وہ شان ہے جو بندے کو اشیاء کا مطلوب بنا دیتی ہے۔ جسے عزت کی طلب ہو وہ اللہ کا ساتھ اختیار کرے۔ اشیاء سب اس کی طالب ہو جائیں گی۔ حصول عزت کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ ایمان لائے۔ اس کی بات پاک ہو جائے گی اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہو جائے گی۔ صالح عمل سے اس کی تصدیق ہوگی تو پھر اسے رفعت ملے گی۔ جو لوگ حصول عزت کے لئے وہ راستے اختیار کرتے ہیں اور وہ طریقے اپناتے ہیں جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے تو وہ بُرے مکر کرتے ہیں۔ ان کے لئے شدید عذاب ہے۔ ان لوگوں کا مکر انہی کی بربادی کا باعث بنے گا۔ عزت انہیں کبھی حاصل نہ ہوگی۔ ذلت کی راہ اختیار کرنے والوں کو عزت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل : عزت وہ شان ہے کہ اشیاء بندے کی طالب ہو جاتی ہیں۔ پاک لوگوں سے میل جول ہو تو بات پاک ہو جاتی ہے۔ ان سے محبت ہو تو اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ یہ قرب الٰہی کی طریقت ہے۔ خلاف حق کرتے ہوئے حصول عزت کی کوشش کی جائے تو اس بُرے مکر سے شدید عذاب اور بربادی ہی حاصل ہوا کرتی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ اَزۡوَاجًا ؕ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۱۱﴾

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے خلق فرمایا۔ پھر نطفے سے۔ پھر تمہارے جوڑے ٹھہرائے۔ اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ وضع کرتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور جس معمر کو عمر دی جائے اور جس کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

شرک سے بچنے کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق فرمایا ہے۔ اس

at.com

لئے تمہاری پیدائش ابتداء مٹی سے ہوئی ہے۔ پھر بقاء نسل کی صورت بھی اللہ نے ٹھہرائی ہے کہ مرد و عورت سے جوڑے سے نسل بڑھتی ہے۔ مادہ کے حاملہ ہونے سے لے کر وضع حمل تک ضروریات جنین کا اہتمام کرنے والا بھی اللہ ہی ہے جو رب العالمین ہے۔ اسی ذات اقدس کا علم تمام مقامات پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کو ان مقامات اور ان سے وابستہ لوازمات حیات کا علم ہی نہیں۔ پھر کوئی اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔ جس کو جو عمر دی گئی ہے وہ زیادہ ہے یا کم ہے اللہ کے حکم سے ہے۔ اور یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ اللہ خالق کل ہے۔ اس کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے مقابل یہ بڑا کام بھی نہیں ہے۔

حاصل : مٹی سے انسان کی تخلیق، پھر جوڑے سے بقاء نسل کی صورت، استقرار حمل سے لے وضع حمل تک کے مراحل میں جنین کی ربوبیت، عمر کا زیادہ یا کم ہونا، یہ سب اللہ کی شان ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ
سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِن
كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً
تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ
لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾

اور دونوں دریا مساوی نہیں ہیں یہ میٹھا ہے خوش گوار پیاس بجھانے والا اور یہ کھارا ہے تلخ اور تم دونوں سے [illegible] تازہ گوشت اور [illegible] زیور جسے پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نظر کرنی چاہئے۔ میٹھے اور کھاری پانی [illegible] غالب نہیں آنے دیتا میٹھے پر کھاری کو غالب نہیں آنے دیتا۔ دونوں [illegible] تازہ گوشت مچھلی وغیرہ کی صورت میں ملتا ہے۔ اور موتی [illegible] دیکھتے ہو۔ اور یہ تو افق بھی تم دیکھتے ہو کہ یہ اللہ کی قدرت ہے [illegible] ہیں۔ یہ تمہارے [illegible] تاکہ تم اس سے اللہ کا فضل تلاش [illegible] فضل تلاش کرنے والے کا معاملہ [illegible] فضل کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کیا جائے تو شکر ادا ہوتا ہے۔

حاصل : میٹھا، خوش گوار پانی پیاس بجھاتا ہے۔ کھارا اور تلخ پانی اس کے مساوی نہیں [illegible] کے ملاپ سے بھی اللہ ہماری خوراک اور زینت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ کشتیوں کا [illegible]

Marfat.c

کا فضل تلاش کرنا اور اللہ کا شکر کرنا ہے۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ؕ ⑬

ملاتا ہے رات کو دن میں اور ملاتا ہے دن کو رات میں اور اس نے شمس و قمر کو مسخر کیا ہے کہ ہر ایک اجلِ مسمّٰی تک جاری ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب. بادشاہی اسی کی ہے. اور جنہیں تم اس کے مقابل پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

رات اور دن کا جوڑا بنانے والے کی قدرت کو دیکھو. رات کو دن میں ملانا اور دن کو رات میں ملانا اللہ ہی کی قدرت ہے۔ رات اور دن کی اہمیت کائنات میں اتنی ہے کہ کسی ایک کے بغیر یہ نظام چل نہیں سکتا. شمس و قمر کا جوڑا بھی اللہ نے بنایا ہے۔ انہیں اس طرح خدمت پر لگایا گیا ہے. کہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں اجل مسمّٰی تک لگا ہوا ہے اور لگا رہے گا. منشاء الٰہی سے ذرہ برابر انحراف ناقابل تصور ہے۔ یہ اللہ کی شان ہے. جو ہمارا رب ہے. ماضی. حال اور مستقبل سب پر اسی کی بادشاہی ہے۔ وہی مالکِ کل ہے۔ جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے. جن کو اللہ کے مقابل معبود کی حیثیت سے پکارا جاتا ہے وہ تو کسی بھی شے کے مالک نہیں. کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

حاصل : رات اور دن. شمس و قمر. یہ جوڑے اللہ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اللہ مالکِ کل ہے. اس کے ساتھ جن کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے. وہ کسی بھی شے کے مالک نہیں ہوتے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ⑭

تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں گے۔ اور اگر سنیں بھی تو تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکیں گے۔ اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ اور خبیر کی مثل تمہیں کوئی بتا نہیں سکتا۔

اللہ کے مقابل جن کو معبود کی حیثیت سے پکارا جاتا ہے. ان کے متعلق فرمایا گیا ہے. کہ وہ اگر بت ہوں تو تمہاری پکار کو نہ سنیں گے. عبد اور معبود کا تعلق تو بعد کی بات ہے۔ اور اگر وہ شعور رکھتے ہوں تو اللہ کی دی ہوئی توفیق سے سن تو لیں گے مگر فریاد

Marfat

رسی نہیں کر سکیں گے۔ کہ اللہ نے یہ مقام رکھا ہی نہیں۔ پھر فائدہ کیا ہوا انہیں پکارنے کا۔ اور قیامت کے دن وہ [illegible] کسی تعلق کو نہیں مانیں گے۔ مشرکین پر واضح ہو جائے گا کہ وہ اپنی خواہش کی پیروی میں ہی لگے رہے [illegible] ٹھہرایا انہیں تو معبود ہونے کا دعویٰ ہی نہیں تھا۔ اللہ سب سے بڑا خبر رکھنے والا ہے۔ اسی کی شان ہے کہ وہ ماضی کے متعلق بھی بتاتا ہے۔ حال کے متعلق بھی بتاتا ہے۔ مستقبل کے متعلق بھی بتاتا ہے۔ یہ سب جاننا یقیناً انسان کی ضرورت ہے۔ [illegible] اللہ کے مقابل اس ضرورت کو پورا کر سکے۔ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع حق ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اپنی خواہش کے اتباع سے منع فرمایا گیا ہے۔ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اس کا حکم دیا گیا۔ اور اس کی اطاعت سے منع فرمایا گیا ہے جس کا قلب اللہ کے ذکر سے غافل ہے۔ جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور [illegible] سے تجاوز کر گیا ہے۔ مومن اور فاسق مساوی نہیں ہیں۔ مسلم اور مجرم مساوی نہیں ہیں۔ [illegible] دوسروں کو بہکا سکتا ہے۔ پھر وہ کیسے مساوی ہو سکتے ہیں۔

حاصل : عبد کی پکار کو سننا اور اپنے علم سے اس کی فریاد رسی کرنا معبود حقیقی کی شان ہے۔ [illegible] اپنی خواہشات کی پیروی میں ہی لگے رہتے ہیں کسی کو مانتے نہیں۔ معبود کی شان ہے کہ وہ [illegible] جو کچھ اس نے بتایا ہے وہ کوئی اور بتا ہی نہیں سکتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں فرمایا ہے۔

إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

تمہارا ڈرانا انہیں کام دیتا ہے جو اللہ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں [illegible] ہوا اپنے ہی بھلے کو پاک ہوا۔ اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾

اے لوگو تم فقیر [illegible]
اللہ ہی غنی ہے [illegible]

مخلوق ہمیشہ خالق کی محتاج ہوتی ہے۔ اللہ کے حضور [illegible] دیکھنا ضروری ہے۔ اللہ غنی ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اس نے [illegible] کی احتیاج نہیں ہے۔ اور ہر شے اپنے اپنے دائرے میں اللہ کی حمد بیان [illegible] پورا کرنے میں پورے انہماک سے لگی ہوئی ہے۔

حاصل : ہم اللہ کے حضور فقیر [illegible] ہیں۔ ہم لینے والے ہیں۔ اپنی احتیاج [illegible] اللہ غنی ہے وہ کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ شان یہ ہے کہ وہ مالک کل ہے اور ہر شے ہمہ وقت اس کی [illegible] تحمید میں لگی ہوئی ہے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍۚ(۱۶)

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی خلق لے آئے۔

علیم مطلق سب سے بڑا علم والا ہے۔ وہ جب اتمام حجت کر لیتا ہے تو پھر ناقابلِ اصلاح لوگوں کو مٹا دیتا ہے۔ ان کی جگہ دوسروں کو لے آتا ہے اور پھر دیکھتا ہے۔ کہ وہ اللہ کی عطا کردہ توفیق کو کیسے استعمال کرتے ہیں۔ جیسے آلِ فرعون کی تباہی کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو ان مقامات کا وارث بنا دیا جن پر آل فرعون اتراتے تھے۔ لوگوں کے ناقابلِ اصلاح ہونے پر مٹانے کا فیصلہ کرنا اور ان کی جگہ نئی خلق کو لانے کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔ اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔

حاصل : ہم اللہ کے حضور فقیر آئے ہیں۔ وہ ہمارے متعلق جو فیصلہ کرے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ وہ ہم پر عنایات کرے تو اس کی مہربانی ہے۔

وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ(۱۷)

اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔

قادر مطلق کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ وہ اتمام حجت کے بعد کسی قوم کے خاتمے کا فیصلہ کرے۔ اور اس کی جگہ کسی اور کو لے آئے۔ جو حق کو ماننے میں غافل نہ ہو۔ اس کی قدرت کا احاطہ تو ہر مقام پر ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے اللہ کو تبدیلی لاتے وقت کبھی مشکل پیش نہیں آئی نہ کبھی آ سکتی ہے۔

حاصل : توفیق بھی اللہ دیتا ہے۔ مہلت بھی اللہ دیتا ہے۔ کسی کے ناقابلِ اصلاح ہونے کو بھی وہ جانتا ہے۔ اس کا فیصلہ ہمیشہ علم سے ہوتا ہے۔ اللہ جو عنوان رکھ دے اسی کا تصرف شروع ہو جاتا ہے۔

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰىؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ(۱۸)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی بوجھ والا دوسرے کو اپنا بوجھ بٹانے کو پکارے، کوئی بھی اس میں سے نہ اٹھائے گا اگرچہ قریبی ہو۔ آپ تو انہیں ڈر سناتے ہیں، جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی پاک ہو گا اپنے ہی بھلے کو پاک ہو گا۔ اور اللہ ہی کی طرف

at.com

پھرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ روشن فرمایا ہے کہ جزا کے دن خلاف حق کرنے والے اپنے اپنے اعمال کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ اور اگر کوئی کسی کو اپنا بوجھ [illegible] بٹانے کے لئے پکارے گا بھی تو کوئی اس کی مدد کو نہ آئے گا۔ اس انجام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حال پر اپنے تعلقات [illegible] حق ہے۔ ورنہ خسارے سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ ڈر سنانا ان لوگوں کو فائدہ دیتا ہے جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔ [illegible] کا یقین رکھتے ہیں۔ اس لئے کبھی اصلاح حال سے غافل نہیں ہوتے۔ یہ لوگ نماز قائم رکھتے ہیں۔ نماز کا قائم رکھنا پاک ہونے کی نشانی ہے۔ جو پاک ہوگا وہ اپنے ہی بھلے کو پاک ہوگا۔ یہ اس کا کسی پر احسان نہ ہوگا۔ واپسی [illegible] ہوگی۔ اور اللہ کی عطا کردہ توفیق کے حوالے سے پوچھ بھی ہوگی۔

حاصل : ہر ایک کو اپنا بوجھ اٹھانا ہے اس لئے دیکھنا چاہئے [illegible] چاہئے۔ ڈر سنانا ان لوگوں کو فائدہ دیتا ہے جو جزا کا یقین رکھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ [illegible] قائم رکھنا پاک ہونے کی نشانی ہے۔ پاک ہونے والا اپنے ہی بھلے کو پاک ہوتا ہے۔ واپسی سے غفلت بڑے خسارے کا سبب ہوگی۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾

اور اندھا اور بصارت والا [illegible] نہیں ہوں گے۔

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔ [illegible] ان لوگوں کو طلب ہدایت ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے یہ بے حقیقت [illegible] لوگ وہ ہوتے ہیں جو دیکھتے ہیں کہ ان کا مقصد حیات کیا ہے۔ [illegible] حضور جواب دہ ہوں گے۔ اندھے اور آنکھوں والے بھی مساوی نہیں ہوتے۔ [illegible] کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

حاصل : حق کا انکار کرنے والوں کے پاس اپنی پسند [illegible] والوں کے سامنے وہ معیار ہوتا ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہوا ہے۔ اس لئے [illegible] والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾

اور نہ ظلمات و نور۔

اندھیرا اور روشنی بھی مساوی نہیں ہوتے۔ اندھیرے میں آنکھیں [illegible]

افراد کے مابین تعلق پر اثر انداز ہونا طاغوت کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لئے شیطان اپنے ساتھیوں کو نور سے ظلمات کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ جو لوگ حق کو مان لیتے ہیں وہ اصلاحِ حال کے لئے اللہ کے محبوب سے رشتۂ محبت استوار کر لیتے ہیں۔ انہیں اللہ ظلمات سے نور کی طرف لے آتا ہے۔ انہیں پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور انہیں کہاں ہونا چاہئے۔

حاصل: یہ مان لیا جائے کہ ظلمات اور نور مساوی نہیں ہیں تو ہمارا رخ ہر مقام پر اپنی خواہش کی پیروی کے مقابل نورِ ہدایت کی طرف ہونا چاہئے۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾ اور نہ سایہ اور دھوپ۔

سایہ اور دھوپ بھی مساوی نہیں ہوتے۔ دھوپ کی تیزی کے اوقات میں سایہ بڑی رحمت ہوتا ہے۔ سیکھنے والے کو سکھانے والے کا سایہ نصیب ہو تو سیکھنا آسان ہوتا ہے۔ اور جب جسم اپنی سلامتی کی فکر میں ہو تو سیکھنے کی استعداد بھی ساکن ہو جاتی ہے۔

حاصل: سیکھنے والے کو آسانی اور آرام مہیا کرنا سکھانے کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جس کو ذاتی سلامتی کی فکر ہو وہ کب سیکھ سکتا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾

اور جیتے اور مُردے مساوی نہیں ہوں گے۔ بے شک اللہ جسے چاہے سناتا ہے۔ اور قبروں میں پڑوں کو سنانا آپ کا کام نہیں۔

فلاح کی طلب کے حوالے سے سعی کرنا زندگی ہے۔ اور فلاح سے غافل ہو جانا موت ہے۔ زندہ اور مردہ کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ باحقیقت زندہ ہے بے حقیقت مردہ ہے۔ جو طلب خیر رکھتا ہو۔ اللہ اسے سنا دیتا ہے۔ جو طالب ہدایت نہ ہو اسے ہدایت کیسے ہو سکتی ہے۔ جن کے لئے ان کی ذات کے علاوہ کوئی حوالہ ہی نہ ہو۔ وہ بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اللہ ان کو سنانا نہیں چاہتا۔ اس لئے ان کو سنانا ممکن ہی نہیں رہتا۔ سعی جس قدر بھی کی جائے۔

حاصل: باحقیقت زندہ ہے۔ بے حقیقت مردہ ہے۔ زندہ اور مردہ مساوی نہیں ہوتے۔ جو طالب ہدایت ہو اسے اللہ ضرور سناتا ہے۔ جو طالبِ ہدایت نہ ہو اس کو سنانا ممکن ہی نہیں سعی جس قدر بھی کی جائے۔

إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ آپ تو ڈر سنانے والے ہیں۔

Marfat

جس ذات بابرکات کو یہ حرص تھی کہ لوگ فلاح پائیں، تبلیغ حق سے بڑا انہیں کوئی کام نہ تھا۔ اور اس کام میں انہوں نے کبھی ذاتی سہولت کو مدنظر نہیں رکھا۔ ہمیشہ فلاح پانے والوں کی بھلائی کو عزیز رکھا ہے۔ نتائج پر قدرت اللہ ہی کے اختیار میں رہے گی۔ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن عمل کی سند نازل فرمائی ہے۔ آپ کا کام بھی واضح فرما دیا ہے اور آپ کی طریقت کو بھی احسن مان لیا گیا ہے۔

حاصل : کام سپرد کرنے والا ہی حسن کارکردگی کی سند بھی دے تو اس سے بڑی شان اور کیا ہو سکتی ہے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾

بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت نہیں ہوئی جس میں نذیر نہ آیا ہو۔

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد بنا کر بھیجا۔ جو حق کو مان لیں اور آپ سے اپنی وفاداری ثابت کریں۔ ان کے لئے فلاح دارین کی بشارت ہے۔ جو آپ سے انکار پر اڑ جائیں اور مخالفت کریں ان پر ان کے برے انجام کو واضح کر دیا جاتا ہے۔ اتمام حجت کے بغیر کسی امت کو اللہ نے ہلاک نہیں کیا۔ رسالت کا بلند ترین مقام نذیر کا ہی ہوتا ہے۔ اللہ کی قدرت ہر زمانے میں ہر شے پر محیط ہے اور اللہ کی قدرت جو چاہے کر سکتی ہے ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

حاصل : بشارت و انذار شاہد کا مرتبہ ہے۔ ماننے والے کو محبوب بنا دیتا ہے اور وہ محبوب ہوتا ہے۔ اس کے قرب سے دوری رکھنی چاہئے کہ یہی راہ راست سے ہٹانے والا ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔

وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿۲۵﴾

اور اگر وہ تمہاری تکذیب کریں تو بے شک ان سے پہلے والے بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ، صحیفوں اور کتاب منیر کے ساتھ آئے تھے۔

حق کا انکار کرنے والوں کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ حق کو پانے والوں کو ستاتے رہے ہیں ...

rfat.com

رہا ہے جو ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ پہلے لوگوں کے پاس بھی ان کے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ کہیں آسمانی صحیفے ان کی صداقت کو ثابت کرتے تھے. کہیں روشن کتاب اللہ کے رسول کے پاس اس کی صداقت کی سند کے طور پر موجود تھی۔ حق پہنچانے والوں کی تکذیب ہوتی ہی رہی ہے. اور حق پہنچانے والے اسناد صداقت کے بغیر کبھی نہیں ہوئے۔

حاصل : حق پہنچانے والوں کی تکذیب ہوتی چلی آرہی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حق پہنچانے والوں کے پاس ان کی صداقت کا ثبوت موجود نہ ہو۔

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾

پھر میں نے کفر کرنے والوں کو پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

حق کو جھٹلانے والے جب اللہ کی طرف سے دی گئی مہلت کو غفلت میں ضائع کر چکے تو ان پر گرفت کا مقام آیا۔ پھر وہ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکے. کہیں وہ پناہ نہیں پا سکے۔ کوئی ان کی نصرت کو نہ آسکا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے کا انکار اللہ کا انکار تھا. اس کی سزا بھی ہمیشہ عبرتناک تھی۔

حاصل : حق کا انکار کرنے والے پہلے جس انجام کو پہنچتے رہے ہیں اس میں حال پر موجود لوگوں کے لئے درسِ عبرت موجود ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ (20) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿١٢٨﴾

تو کیا انہیں اس سے ہدایت نہ ملی. کہ ہم نے ان سے قبل کتنے ہی قرنوں کو ہلاک کر دیا کہ یہ ان کے مساکن میں پھرتے ہیں۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۗ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے ثمرات پیدا کیے، اور پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں کی دھاریاں ہیں سفید اور سرخ اور کالی بھجنگ۔

بندے کو اس کے مشاہدے کے حوالے سے اللہ کی قدرت پر نظر کرنے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ آسمان سے برسنے والی بارش ایک ہے۔ وہ برکت والا پانی ہے. مگر اس بابرکت پانی کے اثرات ہر جگہ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ طیب زمین پر اس کے اثرات

at.com

اور ہوتے ہیں۔ خبیث پر اس کے اثرات اور ہوتے ہیں۔ یہ تجلی اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible]
والوں پر اور طرح کے ہیں، نہ ماننے والوں پر اور طرح سے ہیں۔ اور [illegible]
کے ہیں۔ پہاڑوں کو دیکھا جائے تو وہاں بھی رنگوں کا اختلاف مشاہدے میں آتا ہے۔ کہیں [illegible]
آتی ہے اور کہیں سیاہی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible]
یکساں نہیں تھیں۔ مقامی استعداد سے رنگوں کا اختلاف وجود میں آیا۔

حاصل: عطاء الٰہی سے ہر مقام پر یکساں اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ [illegible]
کیفیت ہوگی اسی کے مطابق وہاں رنگ ظاہر ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۗ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝٢٨

اور اسی طرح [illegible]

[illegible]

حاصل: اللہ کی قدرت کا مشاہدہ [illegible]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا

[illegible]

Marfat.c

الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۙ﴿۲۹﴾

ہمارے دیئے ہوئے رزق سے چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں. وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان نہ ہو۔

اللہ سے ڈرنے والے ہی علم والے ہوتے ہیں۔ ان علم والوں کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے. کہ وہ اللہ کی کتاب کو ادب سے پڑھتے ہیں. اور یہ سب سے بڑے علم والے کا فرمان ان کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ حضرات نماز قائم رکھتے ہیں. اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کا دیا ہوا رزق وہ رزق ہے جو بندہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے حاصل کرے۔ چھپے خرچ کرنا وہاں ہوتا ہے جہاں کسی محروم کو مدد دیتے وقت دوسروں کو اس کام کی ترغیب نہیں دینی ہوتی. ظاہر خرچ کرنا وہاں ہوتا ہے. جہاں کسی سائل کی مدد کرتے وقت دوسروں کو بھی اس کار خیر میں شامل ہونے کی ترغیب دینی ہوتی ہے۔ یہ لوگ اللہ کے ساتھ ایسی تجارت کر رہے ہوتے ہیں. کہ فانی اشیاء کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کر کے حیات دنیا میں خوف وحزن سے نجات پا جاتے ہیں. آخرت میں تو یہ خدائی مہمان ہوں گے ہی۔ اس تجارت میں ہرگز نقصان نہیں ہوتا۔

حاصل : قرآن پاک کی تلاوت. نماز کا قائم رکھنا. اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو اس کی رضا کے تحت چھپے اور ظاہر خرچ کرتے رہنا علم والے لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ اس تجارت میں انہیں ہرگز نقصان نہ ہو گا۔

لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۳۰﴾

تاکہ انہیں ان کے اجر پورے دے، اور اپنے فضل سے زیادہ دے. بے شک وہ بخشنے والا. قدردان ہے۔

ان حضرات کا انفاق صرف اللہ کی رضا کے تحت ہوتا ہے. اس لئے اس کا اجر بھی پورا ہوتا ہے۔ اللہ اپنے فضل سے زیادہ ہی دیتا ہے. اور کوتاہیوں کو بخش دینے کے ساتھ ساتھ. مخلص لوگوں کی قدر بھی کرتا ہے۔

حاصل : جو لوگ اللہ کی رضا کے حوالے سے چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں. ان کو پورا اجر دینا. انہیں اپنے فضل سے زیادہ دینا. ان کی کوتاہیوں کو معاف کرنا اور ان کی قدر کرنا اللہ کی شان ہے۔ اگر ہمیں عبداللہ ہونے کا دعویٰ ہو تو اس ارشاد میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔

وَالَّذِيۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ

اور جو کتاب ہم نے تمہاری طرف وحی فرمائی وہی حق ہے. اپنے سے اگلی کتابوں

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

کی مصدق ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا ہے، دیکھنے والا ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ یہ کتاب حال سے تعلق رکھتی ہے۔ [illegible] پہلی آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کرتی ہے۔ پہلی کتابوں میں قرآن پاک سے متعلق پیش [illegible] اسرائیل کے وہ لوگ جو ان پیش گوئیوں کو جانتے ہیں، اللہ کو ان کی خبر ہے۔ اور اللہ انہیں دیکھ رہا ہے [illegible] سے حال کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ حق ہی نازل فرمایا گیا ہے۔ جو قرآن پاک [illegible] یہ دعویٰ کہ وہ پہلی آسمانی کتابوں کو مانتا ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ [illegible] کیا حق عائد ہوتا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کون حق ادا کر رہا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے [illegible] کتاب کا وارث [illegible] اپنے آپ پر ظلم [illegible] ہے کوئی میانہ روی پر ہے [illegible] ہے کوئی وہ ہے جو اللہ [illegible] خیرات میں سبقت لے [illegible] ہے۔

بنی اسرائیل [illegible]

حاصل : بنی اسرائیل کتاب اللہ کے وارث بنائے گئے ہیں۔ [illegible]

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمۡ فِیۡهَا حَرِیۡرٌ ﴿۳۳﴾

وہ ہمیشہ کے باغوں میں داخل ہوں گے۔ ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس حریر کا ہو گا۔

نفس پاک والوں کو جس اجر سے نوازا جائے گا۔ یہ اس کا ذکر ہے۔ ہمیشہ کے باغ ہوں گے اور یہ ان کی دائمی آسائش کا مقام ہے۔ انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ یہ جسمانی طور پر حیات دنیا میں اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے مطابق [illegible] وہ لوگ ہر حال پر فاخرہ لباس نہیں پہنتے اور لباس میں بھی اسوہ رسول کے معیار کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کو [illegible] ریشمی لباس کی صورت میں ملے گا کہ وہ ان کے لئے سکھ کا باعث ہو گا۔

حاصل : پاک لوگوں کی قدر و منزلت اللہ کی سنت ہے۔ ہمیں اللہ کی رضا کو بہرحال مقصود جاننا چاہئے۔

وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَکُوۡرُ ﴿۳۴﴾

اور عرض کریں گے حمد اللہ ہی کی ہے، جس نے ہمارا حزن دور کیا۔ بے شک ہمارا رب بخشنے والا، قدر کرنے والا ہے۔

جنتی لوگ اللہ کی حمد کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کریں گے، اور فلاح عطا کرنے والے کی شان بیان کریں گے۔ ان لوگوں کو حیات دنیا میں یہ ڈر مسلسل رہا کہ اللہ کے فرمان کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہو جائے، اللہ کے رسول کی سنت اللہ کے نزدیک پسندیدہ معیار ہے۔ اس معیار کو بہرحال پیش نظر رکھنے میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ فلاح پانے کے بعد یہ عرض کریں گے۔ بے شک ہمارے رب نے ہمیں بخش دیا ہے، اس نے ہماری قدر کی ہے، اور ہمارا رب سب سے بڑی شان والا ہے۔

حاصل : حیات دنیا میں، اللہ کا ڈر رکھنا پاکیزگی کی نشانی ہے۔ فلاح پانے والے شہادت دیتے ہیں، کہ حمد اللہ ہی کی ہے جس نے ان کا حزن دور کیا، انہیں بخشش سے نوازا اور ان کی قدر کی۔

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾

وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے اقامت کے گھر میں اتارا، اس میں ہمیں نہ کوئی مشقت پہنچے گی اور نہ کوئی تھکان لاحق ہو گی۔

at.com

جنتی حضرات اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی بخشش اور قدر و منزلت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس مقام کا ذکر کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا۔ یہ ایسی اقامت ہے جس میں مشقت بھی نہیں تھکان بھی نہیں۔ وہ اسے بس اللہ کا فضل جانتے ہیں۔ اللہ کا فضل ان کے شامل حال ہو جاتا ہے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہو جائے تو پھر مشقت اور تھکان کا سوال ہی نہیں رہتا۔

حاصل : اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔ جنت میں مشقت اور تھکان نہیں ہوں گی۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے نار جہنم ہے۔ نہ ان پر قضا آئے گی کہ مر جائیں اور نہ ان پر عذاب میں تخفیف ہوگی۔ ہم ایسے ہی ہر کفر کرنے والے کو بدلا دیتے ہیں۔

جو لوگ فرمان الٰہی کے خلاف کرتے ہیں اور اس خلاف ورزی والے اعمال پر [illegible] عمر خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کی جزا جلانے کے سامان کی صورت میں تیار کرتے ہیں [illegible] اپنے جلانے کا سامان ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ قیامت کے دن یہی ان کے لئے نار جہنم ہے [illegible] سے نجات دے گی نہ ان پر ہونے والے عذاب میں تخفیف کا موقع آئے گا [illegible] ہے۔ اللہ ہی ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے سکتے ہیں [illegible] صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔

حاصل : خلاف حق کرنے والے اپنے لئے نار جہنم کا سامان [illegible] دن نہ موت سے ان کی سزا ختم ہوگی نہ ان پر [illegible] سزا دینے کا حق صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے [illegible] ہم نیک عمل کریں [illegible] کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہ دی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل [illegible]

rfat.com

النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿۳۷﴾

ہوتا۔ اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا بھی آیا۔ تو چکھو کہ ظالمین کو کوئی نصرت دینے والا نہیں۔

دوزخ چلائیں گے۔ اور عرض کریں گے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس عذاب سے نکال دے۔ کہ ہم صالح عمل کریں جو ہم اس سے پہلے ملی ہوئی مہلت میں نہیں کرتے رہے۔ جواب یہ دیا جائے گا۔ ہم نے تم کو وقت دیا تھا کہ جس میں نصیحت ماننا تھے ہدایت کی طلب ہوتی۔ تمہیں حکم الٰہی بھی معلوم تھا۔ اور ڈر سنانے والا بھی تمہارے پاس آیا تھا۔ اس نے تمہیں اس انجام سے آگاہ بھی کیا تھا۔ جس سے اب تم نکلنے کے لئے واویلا کر رہے ہو۔ تو تم نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ اب اپنے کیے کی جزا پاؤ۔ جن کا تمہیں زعم تھا کہ وہ تمہارے مددگار ہوں گے اور وہ تمہیں برے انجام سے بچالیں گے۔ اس زعم کی کوئی حقیقت نہیں۔ اب کوئی تمہیں مدد نہیں دے سکتا۔

حاصل : اصلاح حال کے لئے دیا گیا وقت خلاف حق کرنے میں ضائع ہو جائے۔ تو آخرت میں بڑا پچھتاوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے وقت بھی دیا ہے۔ حق کو روشن بھی کیا ہے۔ اور ڈر سنانے والے کے ذریعے خلاف حق کرنے کے انجام کو بھی واضح کر دیا ہے۔ ظالموں کو ان کے کیے کی جزا دی جائے گی اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿۴۰﴾

اور جو شکر کرے تو اپنے ہی بھلے کو شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرے تو میرا رب غنی ہے، کریم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۳۸﴾

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھنے والا ہے۔ بے شک وہ سینوں کے بھیدوں کا بھی علم رکھنے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے۔ اس لئے وہ ہر غیب کا علم رکھنے والا ہے۔ مقام کوئی ہو وہ اللہ سے مخفی نہیں۔ اللہ سینوں کے بھیدوں کا بھی علم رکھنے والا ہے۔ کسی کی نیت بھی اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی۔ جب جزا دینے والا باطن کو بھی جانتا ہے، ظاہر کو بھی جانتا ہے۔ تو پھر خلافِ حق کرنے والا جزا سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ سے چھپ جانا تو ممکن نہیں اور اللہ کے سامنے خلافِ حق کرنے سے بڑی بے حیائی کوئی نہیں۔ نیت درست ہو تو عقیدہ درست ہوتا ہے۔ اور عقیدہ درست ہو تو رخ درست ہوتا ہے۔ اور بندے سے اس کے رخ کے بارے میں ہی پوچھ ہو گی۔ مہلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے۔ متاعِ حیات اللہ تعالیٰ کی طرف

Marfat

سے دی جاتی ہے۔ حالات کار بھی اللہ کی مشیت کے تحت ہوتے ہیں۔ [illegible]
اختیار کرے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ وہ سینوں کی باتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ [illegible]
ہو تو اللہ تعالیٰ کو ماننے کا ثبوت ملے گا۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾

وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب ٹھہرایا۔ تو جو کفر کرے اس کا کفر اس پر پڑے گا۔ اور کافروں کا کفر ان کے رب کے نزدیک ان سے بیزاری ہی بڑھائے گا۔ اور کافروں کا کفر ان کا خسارہ ہی بڑھائے گا۔

[illegible]

حاصل : ماضی میں خلاف حق کرنے والے [illegible]
بچنا چاہتے ہیں تو اسلام حال میں نجات نہیں [illegible]
دینا حق ہے، ورنہ خسارے سے بچنا ممکن نہیں [illegible]

قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَٰوَٰتِ ۚ أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِنْهُ ۚ

فرما دیجئے [illegible] انہیں کتاب دی ہے [illegible]

rfat.com

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

دلیل پر ہیں۔ بلکہ ظالم ایک دوسرے کو فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں۔

کافروں کو ان کے عقائد کے حوالے سے دعوتِ فکر و نظر دی گئی ہے۔ کہ جن کو تم اللہ کا شریک بتا رہے ہو۔ انہیں دیکھو تو سہی۔ دیکھنے کے بعد یہ دکھاؤ کہ زمین میں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ آسمان میں ان کا کیا حصہ ہے۔ اگر یہ خالق نہیں تو پھر معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ کافروں کے عقائد کی بنیاد کتاب اللہ پر نہیں ہے۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ اور ایک دوسرے کو پر فریب وعدے دے کر الجھا رہے ہیں۔ اپنی خواہشات کی پیروی ان کو اتنی عزیز ہوتی ہے۔ کہ ان کے معبود بھی ان کی پسند سے بنتے ہیں۔

حاصل : خود دیکھنے کے بعد دوسروں کو دکھانے کا مقام آتا ہے۔ جو خالق نہیں ہے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں کے عقائد کی بنیاد کتاب اللہ پر نہیں ہے۔ وہ بے حقیقت ہیں۔ ظالم ایک دوسرے کو فریب ہی دیا کرتے ہیں۔ فریب اسی کو دیا جا سکتا ہے جو ظالم ہو۔ فریب دینے والا تو ظالم ہوتا ہی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے۔ کہ وہ ٹل نہ جائیں۔ اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے بعد کوئی ان کو روکنے والا نہیں بن سکتا۔ بے شک وہ حلیم و غفور ہے۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہے۔ اور اللہ نے ایک نظام قائم کر رکھا ہے۔ اس نظام کے تحت آسمان اور زمین اپنے اپنے منشاء تخلیق کے مطابق کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے ہی ان کو تھام رکھا ہے۔ اگر وہ محور و مدار سے ہٹ جائیں تو اللہ کے مقابل ان کو تھام رکھنے والی قوت کوئی نہیں ہے۔ جس نے ہمیں اس نظامِ کائنات سے نوازا ہے۔ اس سے اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے۔ اللہ اصلاح کے امکان کی حد تک لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔ کہ وہ حلیم ہے۔ اور اصلاح کو قبول کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔ کہ وہ غفور ہے۔

حاصل : اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے۔ جن سے ہمارے مفادات کا تعلق ہے۔ کائنات کے نظام کو ٹھیک رکھنا بندوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ لوگوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ حلیم ہے اور غفور ہے۔

Marfat

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ
اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ
مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾

اور انھوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس ڈر سنانے والا آیا تو ہر امت سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔ پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا آیا تو انھیں ان سے نفرت ہی بڑھی۔

بنی اسرائیل اہل کتاب تھے اور بنی اسمٰعیل امی تھے۔ بنی اسرائیل [illegible] سے ایک نبی آئے گا جس کی اطاعت ان پر لازم ہوگی۔ بنی اسمٰعیل جب انبیاء [illegible] سنتے تھے تو کہتے تھے کہ بنی اسرائیل بڑے ناشکرے [illegible] کی امت سے زیادہ ہدایت کی طلب رکھتے ہیں۔ پھر جب [illegible] وہ اپنا عہد یاد نہیں رہا۔ جب انھوں نے حق [illegible] طرح حق سنانے والے سے ان کی دوری ہی بڑھی۔ نفرت ہی بڑھی۔

حاصل : اپنی قسموں کو حق کے حوالے سے پورا کرنا چاہئے۔ [illegible] آنی چاہئے۔ ڈر سنانے والے سے نفرت ہو تو یہ طلب ہدایت کی [illegible] گمراہی کی نشانی ہے۔

اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ
وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ
فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ
فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ
تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

زمین میں اپنے کو بڑا [illegible]

[illegible]

واقع ہونے کے انتظار میں ہے. جو پہلے خلاف حق کرنے والوں کو گھیر چکا ہے۔ اتمامِ حجت کے بعد لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دینا. اللہ کی سنت ہے۔ یہ سنت کبھی بدلتی نہیں. اور اللہ کا عذاب آجائے تو پھر کوئی قوت اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔

حاصل : زمین میں استکبار کرنا اور بُرا مکر کرنا. اللہ کے رسول کی مخالفت کرنا ہے۔ اس کا انجام خسارہ ہی ہو سکتا ہے۔ اتمامِ حجت کے بعد عذابِ الٰہی آتا ہے. اور جب آتا ہے تو پھر ٹلتا نہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾

اور کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ نظر کرتے ان سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی. اور وہ ان سے قوت میں اشد تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ اسے کوئی شے آسمانوں اور زمین میں عاجز کر سکے۔ بے شک وہ علم والا. قدرت والا ہے۔

ماضی سے سبق لینا عاقبت اندیشی ہے. اور عقل مندی ہے۔ بڑی قوت والے لوگ خلافِ حق کرتے ہوئے. عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں. تو ان کی پیروی کرنے والے کیسے بڑے انجام سے بچ جائیں گے۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے ایسی نہیں ہے. جو مشیتِ الٰہی کے خلاف کوئی نتیجہ پیدا کر سکتی ہو۔ اللہ علیم مطلق ہے. اللہ قادرِ مطلق ہے. اس لئے خلافِ حق کرنے والا عبرتناک انجام کو ہی پہنچتا ہے۔ اللہ سے مقابلہ کرنا. خسارے کو اپنے لئے مقدر کرنا ہے۔

حاصل : ماضی سے سبق لینا چاہئے۔ یہ سیر کا منشاء ہو تو سیر بھی عبادت ہے۔ خلافِ حق کرتے ہوئے بڑی قوت والے اگر عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں تو پھر ان کے راستے کو چھوڑ دینا ہی عقل مندی ہے۔ اللہ کے ساتھ سے جو فائدہ پہنچتا ہے. وہ کسی دوسری صورت میں پہنچ ہی نہیں سکتا. کہ وہی سب سے بڑے علم والا ہے. وہی سب سے بڑی قدرت والا ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ
اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ ع ٨

اور اگر اللہ لوگوں سے ان کے کسبوں پر مواخذہ کرتا. زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ اجل مسمّٰی تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کی اجل آئے گی تو اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

جن امور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ناپسندیدگی کی سند نازل فرمائی ہے۔ ان کو کرنے سے مستحق اللہ سے عذاب ہو سکتا ہے۔ مثلاً اللہ دغابازی کو پسند نہیں کرتا۔ حدود اللہ سے تجاوز کو پسند نہیں کرتا۔ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ فخر کو پسند نہیں کرتا۔ ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ اسراف کو پسند نہیں کرتا۔ خیانت کو پسند نہیں کرتا۔ استکبار کو پسند نہیں کرتا۔ اترانے کو پسند نہیں کرتا۔ فاسقین کو پسند نہیں کرتا۔ یہ کام کرنے والے لوگ فوراً عذاب الٰہی میں نہیں پکڑے جاتے۔ اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک وقت تک لوگوں کو اصلاحِ حال کے لئے وقت دیتا ہے۔ جو اس وقت میں بھلائی کی راہ کو اپنا لے اس کا بھلا ہو جاتا ہے۔ جو اس وقت کو ضائع کرتے ہوئے کھو دے وہ خسارے میں جا پڑتا ہے۔ جب وقت ختم ہو جائے گا تو سب بندے اس ہستی کی طرف لوٹائے جائیں گے جس کی طرف سے وہ بھیجے گئے ہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔

حاصل : مواخذے میں جلدی کرنا اللہ کی سنت نہیں ہے۔ اتمام حجت اللہ کا طریقہ ہے۔ ہر ایک کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾

بھلا دیکھو تو اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں، پھر آئے ان پر جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے، تو کیا کام آئے گا جو وہ برتتے تھے۔

Marfat.c

سُوْرَۃُ یٰسٓ

آیاتہا ۸۳ — رکوعاتہا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰسٓ ۞1 حروف مقطعات

ان حروف کو الگ الگ کر کے پڑھا جاتا ہے. اس لئے حروف مقطعات کہلاتے ہیں۔ حروف مقطعات سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں۔ 28 سورتوں کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوئی ہے. جن میں سے ایک سورۃ یٰسین ہے۔ ان حروف کی وضاحت میں خاموشی اختیار فرمائی گئی ہے. اس لئے ان کے بارے میں کلام کرنا. اللہ کے رسول سے آگے قدم بڑھانے والی بات ہوگی. اور یہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

حاصل : اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش رہنے کے مقامات کو بھی عملاً واضح کیا ہے. بولنے کے مقامات کو بھی واضح کیا ہے۔ خاموشی کے مقام پر بولنا بے جا ہوتا ہے. بولنے کے مقام پر خاموشی بے جا ہوتی ہے۔

وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۞2 اور قرآنِ حکیم کی قسم۔

قرآن پاک اللہ کا نازل فرمایا ہوا حق ہے۔ یہ کتابِ حکیم بھی ہے. کتاب مبین بھی ہے۔ یہاں اس کی حکمت کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے۔ طالب ہدایت رکھنے والوں کو اس قسم سے بڑا سہارا ملتا ہے. کہ قسم اٹھانے والا کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ وہ لوگوں پر کس قدر رافت و رحمت فرمانا چاہتا ہے. اور یہ روشن کرنا چاہتا ہے. کہ کسی بھی مقام پر حق کی سند. دانائی کی سند قرآنِ پاک سے ہی لی جائے تو اس میں فرد کا بھی بھلا ہو گا. جماعت کا بھی بھلا ہو گا. قوم کا بھی بھلا ہو گا اور اقوامِ عالم کا بھی بھلا ہو گا۔

حاصل : قرآن پاک کی قسم کھانے کا حق پاک کو ہوتا ہے۔ حکمت و دانائی کی سند قرآن پاک سے لینی چاہئے۔

اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۞3 بے شک آپ مرسلین سے ہیں۔

منکرینِ حق نے جب یہ کہا کہ آپ رسول نہیں ہیں. تو قرآنِ حکیم کی قسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ شہادت دی ہے. کہ

آپ مرسلین سے ہیں۔ آپ ان پاک حضرات گرامی میں شمار ہیں جن کو اللہ نے معیار ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی [illegible]
اللہ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

حاصل : طلب ہدایت میں سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ جس جانب سے ہم [illegible]
اصلاح حال چاہتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں سند نازل فرمائی ہے۔

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۴ — صراط مستقیم پر۔

مذکورہ قسم اس بات سے بھی تعلق رکھتی ہے کہ مرسلین کی راہ ہی صراط مستقیم ہوتی ہے۔ [illegible]
صراط مستقیم کو رضاء الٰہی کے حصول کا طبعی راستہ جانتے ہیں۔ مرسلین سے انکار کے علاوہ [illegible]
مرسلین کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ مرسلین کی قدر و منزلت کی [illegible]
مخلصین کی بدولت صراط مستقیم کو روشن کر دیا ہے۔

حاصل : مرسلین کا راستہ ایک ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔ [illegible]
راستہ ہے۔

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝۵ — نازل کردہ ہے عزت والے [illegible]
والے کا۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ [illegible]
ہے۔ ایک عزیز دوسرے رحیم۔ دونوں [illegible]
[illegible]

حاصل : وہ فرمان ہمارے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے [illegible]
اور جس کا اقرار ہمارے لئے باعث فلاح ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ — تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں [illegible]
[illegible] تو وہ غافل ہیں۔

[illegible]

نہیں ہوتا۔ آباء کے عقائد درست نہ ہوں تو ذریت برائی کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔ دعوتِ خیر ہمیشہ حال پر دی جاتی ہے اور صاحب حال کی طرف سے دی جاتی ہے۔ جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں، وہ اپنی اولاد کو ان کی پسند کے دائروں میں الجھاتے رہتے ہیں۔ اس طرح ان پر غفلت کے پردے دبیز ہوتے رہتے ہیں۔

حاصل : آباء کے عقائد ان کی اولاد میں نظر آتے ہیں۔ غافل لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ اللہ کے رسول کو یہ کام عطا ہوا۔ اللہ کے رسول کی طریقت سے ہی اس کو کیا جا سکتا ہے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷

بے شک ان میں اکثر پر قولِ حق ہو چکا ہے۔ تو وہ مانیں گے نہیں۔

حق کے بعد تو بس گمراہی۔ جو حق کو نہ مانے ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ پھر شیطان اس کو اس کے اعمال مزین کر کے دکھاتا ہے اور وہ شیطان کی پیروی کو قبول کرتے ہوئے جہنم کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کی جزا پہلے نہیں لکھ رکھی، اصول جزا کو ضرور پہلے لکھ رکھا ہے۔ جو شیطان کو صریح دشمن جاننے کی بجائے، اس سے دوستی کا رشتہ استوار کرے، وہ حق کو ماننے سے رہا۔

حاصل : جزا کا اصول پہلے سے لکھا ہوا ہے۔ جزا کا فیصلہ اتمامِ حجت کے بعد ہوتا ہے۔ جو نفس کے شح سے بچے فلاح اسے ہی نصیب ہوتی ہے۔ خواہشات کی پیروی کرنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِىْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِىَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ٹھہرا دیئے ہیں، جو ٹھوڑیوں تک ہیں، تو یہ منہ اوپر کو اٹھائے رہ گئے۔

حق کو نہ ماننے والوں کی گردنوں میں حال پر خفی طوق ٹھہرا دیئے جاتے ہیں، جو ٹھوڑیوں تک ہوتے ہیں۔ یہ طوق متکبرین کو عملاً ایک خاص زاویہ نگاہ سے دیکھنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اس زاویۂ نگاہ سے ایک حد تک ہی نظر آتا ہے۔ جو لوگ اپنے حال کی اصلاح سے غافل ہوں، ان کی انا ان کے ماحول کو دوسروں کے لئے بہت تکلیف دہ بنا دیتی ہے۔ ایسے لوگوں سے واسطہ ہو تو ان کے ماضی کو بھی دیکھنا چاہئے۔ ان کے حال کو بھی دیکھنا چاہئے۔ وہ اعمال جن کی بدولت ان کی اہلیتِ مشاہدہ گرفت میں آ گئی ہے، ان سے بچنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

حاصل : حق کا انکار کرتے کرتے استکبار میں مبتلا ہو جانا خفی عذاب میں پڑ جانا ہوتا ہے۔ ایسے

at.com

لوگوں کو دیکھ کر ان کے حال سے عبرت لینی چاہئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾

اور ہم نے ان کے آگے [illegible]
اور ان کے پیچھے [illegible] پھر انہیں
ڈھانپ دیا تو وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

اتمام حجت کا جو عمل اللہ کو ہے، وہ [illegible] ہوں، وہ اگر اپنے ناقص مشاہدے [illegible] ہے اور اس دیوار کے آگے وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ [illegible] بن جاتی ہیں۔ ان دو رکاوٹوں کے درمیان [illegible] کی بات کو مشاہدے سے تعلق نہیں رکھتی۔ [illegible]

حاصل : اپنی خواہشات کے حوالے سے بات [illegible] میں پھنسا ہوا، مشاہدے کی اہمیت کو ضائع کر لیتا ہے۔ [illegible] وہ دیکھ نہیں سکتا۔

وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾

اور ان پر [illegible]
[illegible] وہ ایمان نہیں [illegible]

[illegible]

حاصل : قبول حق کے لئے [illegible]

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾

آپ تو [illegible]
[illegible]
[illegible]
بشارت دیجئے۔

rfat.com

ڈر سنانا اسے فائدہ دیتا ہے۔ جو ناصح سے محبت رکھتا ہو کہ وہی نصیحت کو مانتا ہے اور ہدایت کی راہ کو اپناتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ نے اسے جو توفیق دی ہے۔ اس کے حوالے سے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔ اور اللہ خلوت و جلوت کے ہر مقام کو دیکھ رہا ہے۔ دانستہ طور پر اور نادانستہ طور پر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے۔ یہ ڈر کہ اللہ کسی بات سے ناراض نہ ہو جائے۔ مغفرت اور اجرِ کریم سے نوازے جانے والوں کی نشانی ہے۔ انھیں مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

حاصل : طلب ہدایت کی نشانیاں ہم میں پائی جانی چاہئیں۔ ناصح سے محبت اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنا۔ یہ صفات جہاں موجود ہوں۔ انھیں بخشش بھی نصیب ہوتی ہے اور اچھا اجر بھی ملتا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾

بے شک ہم مُردوں کو حیات دیں گے اور لکھ رہے ہیں جو انھوں نے آگے بھیجا اور جو نشان چھوڑ گئے۔ اور ہر شے ہم نے گن رکھی ہے۔ ایک بتانے والی کتاب میں۔

بعث بعد الموت یقیناً ہوگی اور بندوں کو ان کے کیے کی جزا دی جائے گی۔ اعمال پہلے سے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ حال پر لکھے جا رہے ہیں۔ ان کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ وہ ہے۔ جس میں توفیقِ ایزدی سے ایک راستہ اختیار کیا جاتا ہے اور شعور کے ساتھ مقاصد کے حصول کے لئے سعی کی جاتی ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے۔ جس میں پیچھے آنے والوں کے لئے نقوش چھوڑے جاتے ہیں۔ ان دونوں کی جزا بندوں کو دی جائے گی۔ خالق کل کے لئے ہر شے کا حساب کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اعمال نامے میں کچھ مخفی نہیں رہے گا۔

حاصل : بعث بعد الموت یقیناً ہوگی۔ ہمارے اعمال لکھے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان نقوش کو بھی دیکھنا چاہئے جن پر ہم چلتے ہیں۔ اور ان نقوش کو بھی دیکھنا چاہئے جن کو ہم پیچھے چھوڑتے ہیں۔ جزا کے یقین کے ساتھ حُسنِ عمل کے تعلق کو بھی دیکھنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ جن (72) میں فرمایا ہے۔

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾

جنھوں نے مان لیا انھوں نے بھلائی سوچی۔ اور رہے ظالم تو وہ جہنم کا ایندھن ہوئے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾

اور ان سے اصحابِ قریہ کی مثال بیان کیجئے۔ جب ان کے پاس بھیجے ہوئے آئے۔

at.com

وہ مثال جو سننے والوں کے ماحول سے تعلق رکھتی ہو، اور جس کے بارے میں انہیں پہلے بتایا گیا ہو، اگر حقیقی طور پر ان کے سامنے بیان ہو جائے تو یہ ان کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آدم علیہ السلام کی زمین پر تشریف آوری کے وقت ان کو بتایا گیا تھا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گی اور جو اس ہدایت کا اتباع کرے گا اسے خوف و حزن سے نجات ملے گی۔ مثال کو سن کر اس میں اپنے مقام کا تعین کرنا سبق سیکھنے کا طریقہ ہے۔ اسے غیر متعلق سمجھنا سننے والوں کی غفلت کی صورت ہے۔

حاصل: مثال کو بڑے علم سے سننے والوں کے سامنے بیان کرنا چاہئے کہ وہ حق کو قبول کر لیں اور ہدایت کی راہ کو اپنا لیں۔

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں ایک تیسرے سے تقویت دی تب انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کی طرف اور اس کی قوم کی طرف [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات حضرت ہارون علیہ السلام [illegible] حضرات فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے پیغام حق پہنچاتے ہوئے ان کو [illegible] فرمائے گئے تھے۔ فرعون نے ان حضرات سے اللہ کی صداقت طلب کی [illegible] کر دیا اور ان سے مقابلے کی راہ اختیار کی۔ جب جادوگر [illegible] حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا [illegible] کے خلاف ایک سازش قرار دیا اور جادوگروں کو حق ماننے کا اعلان [illegible] درباریوں سے کہا کہ تم مجھے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر لینے دو [illegible] کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ اس وقت فرعون کے خاندان کے ایک آدمی نے [illegible] اس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے [illegible] کے مطابق ہم پر عذاب الٰہی آ جائے تو اس عذاب سے ہم کو [illegible] طرح سے حق کی اور حق والوں کی [illegible] فلاں کی طرف بلانا۔ ان سب کا بیان حق ایک تھا [illegible]

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ حق کرنے والوں کی مدد کی جاتی ہے [illegible]

میں حجت پوری ہو جاتی ہے۔ مخلصین کا وجود واحد ہوتا ہے، کہ ان کا مقصود واحد ہوتا ہے۔ اور ان کا مقصود ہوتا ہے لوگوں کو فلاح کی طرف بلانا۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾

کہنے لگے تم تو ہماری مثل بشر ہی ہو۔ اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں فرمایا۔ تم سب جھوٹ کہتے ہو۔

ان تینوں حضرات نے حق کو واضح کیا۔ فرمان الٰہی کے سامنے۔ انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم کو۔ درست تناظر میں دیکھنے کی راہ دکھائی۔ تو لوگوں نے کہا تم ہماری مثل بشر ہی ہو۔ رحمٰن نے کچھ نازل نہیں فرمایا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ حق کو جھٹلاتے ہوئے منکرین نے اپنے دعوے کے ساتھ کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔

حاصل : منکرین حق کو بشر کا راہ نما ہونا اچھا نہیں لگتا۔ جب کہ علیم مطلق کے علم کی رو سے بشر ہی اس مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔ عالمین کی بھلائی اللہ کے بھیجے ہوئے علم سے ہی ہو سکتی ہے۔ دوسرے تمام علوم اس مقام پر ناکام رہے ہیں۔ اور ناکام رہیں گے۔

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

انہوں نے کہا ہمارے رب کو علم ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

منکرین حق نے جب مرسلین کی تکذیب کی اور یہ کہا کہ رحمٰن نے کچھ نازل نہیں فرمایا۔ تو اللہ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے یہ شہادت دی: کہ ہمارا بھیجنے والا اللہ ہے۔ جو سب سے بڑے علم والا ہے۔ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے کہ یہ اللہ کے نزدیک ضروری ہے اور حجت پوری کرنا اللہ کی شان ہے۔

حاصل : جس کی بات اللہ کی بات ہو۔ اس کی اپنی کوئی بات نہیں ہوتی۔ وہ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کے حوالے سے معاملات کو درست رکھتا ہے۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾

اور ہم پر تو صاف پہنچا دینا ہی ہے۔

مرسلین نے شہادت دی، کہ ہم وہی کر رہے ہیں۔ جو اللہ کے حکم کے مطابق ہمیں کرنا ہے۔ سننے والے جو بھی کریں گے۔ اپنے شعور کے ساتھ کریں گے اور اپنے کیے کی جزا پائیں گے۔ اور ان کے اعمال کے بارے میں تبلیغ حق کرنے والے جواب دہ نہ ہوں گے۔

at.com

حاصل : تبلیغ حق کرنے والے اس قدر نیک ہوتے ہیں کہ وہ صرف نیکی دیکھتے ہیں [illegible] حوالے سے انہیں کیا کرنا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾

کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم تمہیں [illegible] گے اور تمہیں المناک سزا دی جائے گی۔

منکرین حق نے مرسلین سے یہ کہا کہ ہم تم لوگوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ تمہارے آنے سے پہلے [illegible] تمہارے عقائد کی اشاعت ہمارے لئے قحط اور بدحالی کا سبب بنی ہے۔ تم اس کام سے باز آجاؤ [illegible] کرنے کا طریقہ یہی ہوگا کہ تمہیں ہمارے ہاتھوں سخت سزا ملے گی اور تم [illegible]

حاصل : قحط اور تنگی باذن اللہ ہوتی ہے۔ منکرین حق جب جہالت [illegible] اختیار کرتے ہیں تو یہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ ہوتا ہے۔ [illegible] ہوتا ہے۔

قَالُوْا طَاۗىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾

مرسلین نے فرمایا [illegible] تمہارے ساتھ ہے [illegible] تمہیں نصیحت کی [illegible]

اللہ کے برگزیدہ بندوں نے منکرین حق سے یہ کہا کہ تمہاری [illegible] ہے۔ تم اس کو چھوڑتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو [illegible] حاصل ہوتے [illegible] اللہ تعالیٰ کی قدرت سے [illegible] آتے ہیں۔ تم [illegible] کرتے ہیں۔ بلکہ تم اسراف کرنے والے [illegible]

حاصل : نحوست ناپاکی سے تعلق رکھتی ہے [illegible] والے کو محسن جاننا چاہئے۔ اسراف کرنے والے [illegible] ہمیشہ بدترین انجام کو پہنچتے ہیں۔

وَجَاۗءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا اے میری قوم

قَالَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ﴿۲۰﴾

مرسلین کا اتباع کرو۔

آلِ فرعون نے مرسلین کے متعلق جب بُری سوچ سوچی تو خبر اپنی اہمیت کے حوالے سے جلد ہی سارے شہر میں پھیل گئی۔ یہ مردِ حق جو آلِ فرعون سے تھا، دوڑتا ہوا، امراء کے پاس آیا، اور اپنے احساس کو بہت واضح الفاظ میں اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے رکھا۔ اس نے جس عنوان کے تحت گفتگو کی وہ پہلے بیان کیا، اور وہ عنوان یہ تھا کہ مرسلین کی پیروی کی جائے، یہی سلامتی کی راہ ہے۔

حاصل : مردِ حق کی یہ نشانی ہے کہ جب وہ اپنی قوم کی کسی بُری تجویز سے آگاہ ہوتا ہے تو دوڑتا ہوا اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ حق والوں کا اتباع کرو۔

اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا يَسۡـَٔـلُكُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ان کا اتباع کرو جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتے، اور وہ ہدایت والے ہیں۔

مردِ حق نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ کہا۔ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ قطعاً درست نہیں ہے۔ پیروی ان کی ہونی چاہیے جو اللہ کے بھیجے ہوئے پاک بندے ہیں۔ ان کی شان ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ذاتی غرض و غایت سے پاک ہوتے ہیں اور حق پہنچانے کا اجر نہیں مانگا کرتے۔ دوسری صفت ان کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہدایت والے ہوتے ہیں اور ہدایت والے ہی خوف و حزن سے نجات کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ پڑھی ہوئی اور سنی ہوئی بات بتا دینا، اور عملاً حق پر پورا رہتے ہوئے حاصل ہونے والے علم کو مفادِ عامہ کے لئے پیش کرنا، کبھی مساوی نہیں ہوتا۔

حاصل : جس کا اتباع کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والا ہو، حق پہنچانے کا اجر نہ مانگے اور جو ہدایت یافتہ تو دنیا میں بھی بھلا ہو جاتا ہے، آخرت میں بھی بھلا ہو گا۔

وَمَا لِىَ لَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۲﴾

اور مجھے کیا ہے کہ اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا، اور اسی کی طرف تمہاری مراجعت ہو گی۔

جزو الثالث والعشرون ۲۳

مردِ حق نے اپنی قوم کے اعتراضات کے جواب میں یہ فرمایا: کہ بندگی اسی کی حق ہے، جو خالقِ کل ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے، وہی میرے مقصدِ حیات کا تعین کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اس کے مقابل کسی کی بندگی کیسے درست ہو سکتی ہے۔ میرا رب، تمہارا رب ہے اور سارے عالمین کا رب ہے۔ اسی کی طرف سے سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کی واپسی ہو گی۔ مشرکین کے ساتھ اپنے حال کے حوالے سے بات کی جائے اور ان سے اپنے معاشرتی تعلق کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو ان تک حق کو بہتر انداز

Marfat

میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ یہی پاک لوگوں کی طریقت رہی ہے اور یہی رب کی۔

حاصل : لوگوں کے اعتراضات کے جواب میں اپنا حال بیان کرنا چاہئے۔ اپنے رب سے [illegible] ہونے کا ثبوت دینا چاہئے۔ اور جزا دینے والے کے حضور پیش لوگوں کو یاد دلانی چاہئے۔

ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ يُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـئًا وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ (۲۳)

کیا میں اللہ کے مقابل اور معبود ٹھہراؤں کہ اگر رحمٰن میرے ضرر کا ارادہ کرے تو ان کی شفاعت میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔

مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے مردِ حق نے یہ کہا کہ تم لوگ جن والوں سے متقابل معبود ٹھہراتے ہو [illegible] موجود نہیں ہے۔ الرحمٰن خالق کل ہے، قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر ان معبودوں سے [illegible] ایک تعلق بناؤں، اور معبود حقیقی میرے ضرر کا ارادہ کر لے تو یہ معبود میری کیا مدد کر سکیں [illegible] سکیں گے، اور نہ وہ مجھے اس مذکورہ دکھ سے بچانے کی قدرت رکھتے ہوں گے۔

حاصل : شرک سے متعلق امکانی صورتوں کو واضح کرنا بھی تبلیغ حق کا حصہ ہے [illegible] ہوں تو اللہ کی عطا کردہ توفیق صحیح محل پر استعمال ہوتی ہے۔

اِنِّىۡۤ اِذًا لَّفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (۲۴)

بے شک تب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔

سامعین سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ تم یقیناً کھلی گمراہی میں ہو [illegible] کو بیان کرنا سننے والوں کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ تبلیغ حق میں اپنی ذات [illegible] ہے کہ مخاطب کو مطلوب ہوتا ہے۔

حاصل : تبلیغ حق میں لوگوں کو مشکل مقام سے [illegible]

اِنِّىۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ (۲۵)

بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں تو میری سنو۔

سامعین میں سے شرک کرنے والوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ مردِ حق نے ان سے یہی کہا کہ میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں۔ ایک تو یہ واضح کر دیا گیا، کہ تمہارا رب ایک ہے، جو تمہارا خالق ہے، اور جو تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا، باقی جن کو تم نے اس رب کا شریک بنا رکھا ہے، وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ دوسرے یہ واضح کر دیا گیا، کہ میں بھی اسی رب پر ایمان لایا ہوں، جس کا کوئی شریک نہیں۔ تیسرے یہ واضح کر دیا گیا کہ میری بات سننے میں اور اسے ماننے میں تمہارا بھلا ہو گا، جو لوگ ذاتی مفادات میں الجھے ہوئے ہیں انہیں تمہاری بھلائی عزیز نہیں ہے۔

حاصل : سامعین سے اپنے تعلق کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔ بات اسی کی سننی چاہئے جو ہمارے رب کو مانتا ہے۔

قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيۡتَ قَوۡمِىۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۲۶﴾

اس سے فرمایا گیا۔ جنّت میں داخل ہو جا۔ عرض کرنے لگا، کسی طرح میری قوم کو علم ہوتا۔

فرعون اور آلِ فرعون کے سامنے حق کو اس طرح واضح کرنے والے مردِ مومن کے ساتھ قوم کا رویہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ اس مردِ مومن نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو آگ کی طرف بلاتے ہو، قوم نے اس کے ساتھ بڑا مکر کیا۔ اللہ نے اسے ان کے بڑے مکر سے بچایا۔ اس کو دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی۔ (40:41) اس بشارت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بھی اس مردِ مومن نے یہی کہا کہ کسی طرح میری قوم کو علم ہوتا کہ مجھے میرے رب نے کس طرح نوازا۔ اس وقت تک قوم کے بھلائی کی طرف آنے کا امکان تھا، اور عمل کے لئے دی گئی مہلت عنقریب پوری ہونے والی تھی۔

حاصل : حق کی احسن ادائیگی کا انعام دنیا میں بھی ملتا ہے آخرت میں بھی ملے گا۔ جنّتی یہی چاہتا ہے کہ اس کی قوم بھلائی کی راہ اختیار کرے، اور شرک و کفر کی راہ کو چھوڑ دے۔

بِمَا غَفَرَ لِىۡ رَبِّىۡ وَجَعَلَنِىۡ مِنَ الۡمُكۡرَمِيۡنَ‏ ﴿۲۷﴾

کہ مجھے میرے ربّ نے بخش دیا اور مجھے عزّت والوں میں ٹھہرایا۔

مردِ مومن کو جس انعام سے نوازا گیا وہ اس کے نزدیک بڑا قابلِ ذکر تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ قوم کو حق پر رہنے کا انجام معلوم ہو جائے۔ بخشش مومن کو ہمیشہ مطلوب ہوتی ہے، اور بخشش کے بعد عزّت کا مقام ملتا ہے۔ یہ عزّت، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ وہ شان ہے، جس میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔

حاصل : بخشش و اکرام اللہ کی ایسی نوازشات ہیں، جن کے سامنے دنیاوی آسائشیں اور جاہ و حشمت

بیچ معلوم ہوتی ہے۔

وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ۞۲۸

اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنا ہی تھا۔

مرد مومن کی اپنی کوئی بات تو تھی نہیں۔ اس کی بات مرسلین کی بات تھی۔ اس کی بات حق تھی۔ اس لیے اتمام حجت میں اس کا مقام بھی وہی تھا جو اس حال پر مرسلین کی بات کا تھا۔ اتمام حجت کے بعد منکرین حق پر عذاب الٰہی آتا ہے [illegible] عذاب بھیجنے کے لئے کسی لشکر کشی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب اس کی طرف سے کسی قوم کی بربادی کا فیصلہ ہو جائے تو اسے بیخ و بن سے اکھڑتے دیر نہیں لگتی۔

حاصل : اتمام حجت کے بعد اللہ کے عذاب کا آنا لازم ہے۔ اللہ کو کسی قوم کی بربادی کے لئے فوج کشی نہیں کرنی ہوتی۔

اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ۞۲۹

وہ تو ایک ڈانٹ تھی تو جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

فرعون اور آل فرعون کے غرق ہونے کے ساتھ ہی ان کی تہذیب و ثقافت بھی ایک دم سے [illegible] اللہ کی سنت رہی ہے۔ جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے بنایا تھا اس کو برباد کر دیا گیا۔ (7:137) [illegible] دیکھنے والوں کے لئے اپنے اندر درس عبرت رکھتی تھیں۔

حاصل : مکین مبتلائے عذاب ہوں تو ان کی بناوٹیں بھی برباد ہوتی ہیں۔ [illegible] قوم اور اس کی تہذیب و ثقافت کے خاتمے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

يٰحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ ۚ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۞۳۰

وقف غفران ۱۲

کیا افسوس ہے بندوں پر، جو رسول بھی ان کے پاس آئے وہ ان سے مذاق ہی کرتے رہے۔

رسول اللہ تعالیٰ بھیجتا رہا ہے کہ لوگ حق کو پہچانیں اور [illegible] طرح دنیا و آخرت میں انہیں فلاح حاصل ہو۔ مگر افسوس ہے کہ حق کی تکذیب کرنے والے مرسلین کا مذاق ہی اڑاتے رہے ہیں۔ مرسلین کا مذاق اڑانا وہ قدر مشترک ہے جو منکرین حق کی نشانی رہی ہے اور انہوں نے [illegible]

رہے ہیں۔ اس راستے پر آگے جانے والوں کا انجام بُرا ہو چکا ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والوں کے ساتھ مذاق کرنا بڑی افسوس ناک بات ہے۔ اس کا انجام خسارہ ہی ہوتا ہے۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ان سے قبل ہم نے کتنے قرون کو ہلاک کیا کہ اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

شعور کی موجودگی میں ماضی سے سبق سیکھنا اور اپنے حال کو بہتر بنانا عقل مندی کا تقاضا ہے۔ کتنے ہی قرون جانتے بوجھتے ہلاکت کی وادی میں اتر گئے ہیں۔ اللہ نے پہلوں کے ساتھ پچھلوں کو ملا دیا ہے۔ اب وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اللہ نے جو مہلت ان کو دی تھی، مکذبین حق نے اس مہلت کو غفلت میں پڑ کر ضائع کر دیا۔ اب اگر کوئی ان کے انجام سے سبق نہ سیکھتے ہوئے ہلاکت کی راہ کو اختیار کرے گا تو وہ اپنا ہی برا کرے گا۔

حاصل : اللہ کی قدرت ماضی، حال اور مستقبل، ہر زمانے پر محیط ہے۔ جو قادرِ مطلق پہلے مکذبین حق کو ہلاک کر چکا ہے۔ وہی قادرِ مطلق حال پر مکذبین حق کو ہلاک کر سکتا ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت میں ہی اپنی صداقت کا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

ع وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

اور وہ سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے۔

مکذبین حق کو جزا کے لئے مالک یوم الدین کے حضور حاضر کیا جائے گا۔ اس وقت نہ ان کو کوئی جزا سے بچا سکے گا، اور نہ ان کی کوئی مدد ہی ہو گی۔ جزا کا انکار کرنے والے، جزا کو ناقابل تردید صورت میں دیکھ لیں گے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہو گی۔ تب مجرم نادم ہوں گے۔ جب ان سے یہ پوچھا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ وہ عرض کریں گے۔ یقیناً ہے۔ فرمایا جائے گا چکھو عذاب کہ تم حق کو جھلاتے تھے۔

حاصل : جزا دینے والے مالک یوم الدین کے حضور حاضری میں مکذبین حق کی مرضی کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہو گی۔ حق کو جھٹلانا مکذبین کے لئے ہی باعث خسارہ ہو گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ التغابن (64) میں ارشاد فرمایا ہے۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷﴾

کافر اپنے زعم سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے۔ فرما دیجئے یوں نہیں۔ [illegible]
قسم یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں بتایا جائے گا جو عمل تم کرتے تھے۔ [illegible]
آسان ہے۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۖۚ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ایک نشانی ان کے لئے مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو اس سے کھاتے ہیں۔

بعث بعد الموت و معاد حق کی تکذیب کرنے والوں کے لئے مشکل رہا ہے۔ [illegible] کی رو سے یہ بتایا گیا ہے کہ ایک نشانی ان کے لئے مردہ زمین ہے۔ [illegible] کے ساتھ زندہ کر دیتا ہے۔ پھر وہی زمین اناج پیدا کرنے لگتی ہے اور اناج انسانی [illegible] مقابل مُردوں کو قبروں سے اٹھانا اللہ کے لئے کیا مشکل ہے۔

حاصل : مردہ زمین کو باران رحمت سے زندہ کرنا اللہ کا طریقہ ہے۔ [illegible] ہے۔ اناج انسانی ضرورت ہے۔ بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی۔ [illegible] مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾

اور ہم نے اس میں [illegible] باغ [illegible] اور ہم نے اس میں [illegible]

مُردہ زمین کو زندہ کرنے والے قادر مطلق کی شان بیان [illegible] ہے۔ اور زندہ زمین سے انسانی ضروریات کی انواع و اقسام پیدا [illegible] کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ [illegible] بڑی سخت ہوتی ہے۔ اس گٹھلی سے [illegible] پیدا کرنے والا قادر مطلق ہے۔ [illegible] کھجور کی گٹھلی کے مقابل بہت نازک ہوتا ہے۔ [illegible] شان ہے۔

حاصل : کھجور اور انگور کو کھاتے وقت خالق کل کی قدرت پر بھی نظر کرنی چاہئے [illegible] دیکھ کر اللہ کی قدرت پر بھی نظر کرنی چاہئے۔ قادر مطلق کی قدرت کے مظاہر [illegible]

rfat.com

قدرت کی حدود کو موضوعِ گفتگو بنانا، بڑی جہالت ہے۔

لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٥﴾

کہ اس کے ثمر کھائیں۔ اور یہ ان کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر شکر کیوں نہیں کرتے۔

زمین کی پیداوار انسانوں کے کام آتی ہیں۔ جس زمین سے نباتات پیدا ہوں اسے بلدِ طیب کہا جاتا ہے۔ دوسری کو بلدِ خبیث کہا جاتا ہے۔ زمین پر بارانِ رحمت ایک جیسی ہو، تو بلدِ طیب پر اس کے اور اثرات مرتب ہوتے ہیں، بلدِ خبیث پر اور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ وہ نعمتیں جو حضرت انسان کے کام آتی ہیں، حضرت انسان کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی نہیں ہوتیں۔ ان سے انسان کو فائدہ تو پہنچتا ہی ہے۔ جس خالقِ کل نے ان نعمتوں کو بندوں کے لئے بنایا ہے، اس کا شکر ادا کرنا بندگی ہے، اور یہ شکر، شاکر کو ہی فائدہ دیتا ہے مشکور کو تو اس کی احتیاج ہی نہیں۔ کتنا بےہودہ ہے ناشکرا کہ فائدے کے مقابل خسارے کو اپنے لئے چن لیتا ہے۔

حاصل : نعمتوں کو استعمال کرتے وقت زبان سے اللہ کا شکر ادا کرنا اور عملاً ان نعمتوں کو اللہ کی رضا کے مطابق حق داروں تک پہنچانا شکر ادا کرنے والوں کی طریقت ہے۔ شکر سے شاکر کو فائدہ پہنچتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾

پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے بنائے، ان چیزوں کے بھی جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان کے بھی، اور ان چیزوں کے بھی جن سے وہ لاعلم ہیں۔

بعث بعد الموت کی حقیقت کی وضاحت فرمائی جا رہی ہے کہ اللہ نے تخلیق کے کام کو ایک مقصد کے ساتھ کیا ہے، بڑے علم سے کیا ہے، اور جوڑے بنا کر کیا ہے۔ نباتات میں تذکیر و تانیث انسان کے مشاہدے میں آتی ہے۔ کہیں مذکر و مؤنث پودے الگ الگ ہوتے ہیں، کہیں ایک ہی درخت پر مذکر و مؤنث پھول الگ الگ ہوتے ہیں، اور کہیں ایک ہی پھول میں مذکر و مؤنث حصے پائے جاتے ہیں۔ بیج سے پودا بنانے والا یقیناً مُردے زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ انسانوں کے جوڑے بنانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ اس نے بغیر ماں باپ کے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا ہے، اور ماں باپ کے ساتھ بھی وہی پیدا کرتا ہے۔ کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں، جن کے بارے میں بندوں کو علم نہیں ہے۔ ان چیزوں کی اہمیت تو ہوتی ہی ہے کہ اللہ نے انہیں علم و حکمت سے پیدا کیا ہوتا ہے۔ وہ چیزیں کس طرح انسانی خدمت میں لگی ہوئی ہیں، اور کس

طرح اپنی نوع اور مقدار کو انسانی بھلائی کے لئے مطلوبہ معیار پر رکھتی ہیں۔ بندوں کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ یہ [illegible]
زمانے میں رہی ہے اور رہے گی۔

حاصل : خالق کل کی قدرت کے مشاہدات کے حوالے سے جوڑے نظر آتے ہیں۔ نباتات میں بھی، حیوانات میں بھی انسانوں میں بھی اور ان چیزوں میں جوڑے ہیں جن کا انسان [illegible] نہیں ہے۔ دنیا کے ساتھ آخرت ملے تو جوڑا بنتا ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے [illegible] اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں [illegible] اندھیروں میں ہوتے ہیں۔

مظاہر قدرت، قادر مطلق کا پتہ دیتے ہیں۔ اس قادر مطلق کے بارے میں یقین ہو جائے [illegible] ہے، تو جزا کے انکار کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اور جزا کے انکار سے ہی سب [illegible] لیتے ہیں۔ [illegible] ہے۔ اللہ نے ہی بنائی ہے۔ جب اس پر سے دن کا غلاف اتار دیا جاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے [illegible] غلاف اس پر چڑھا دیا جاتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے۔ جس کی قدرت [illegible] کہ وہ مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا، عدم تدبر ہے۔

حاصل : رات کی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔ رات کا لانے والا اللہ ہی ہے۔ [illegible] دوسرے سے نکالنے والا وہ قدرت رکھتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ [illegible] مردوں کو زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾

[illegible]

خالق کل نے ہر شے کو ایک قدر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ [illegible] جاتی، جو حدود، اللہ نے اس شے کے لئے مقرر کی ہیں۔ سورج ایک [illegible] درمیان طلوع کے مقامات ہیں، اور مغارب میں اسی طرح غروب کے مقامات ہیں۔ [illegible] والے خالق کل نے یہ سب ایک منصوبے کے ساتھ کیا ہے۔ [illegible] تبدیلی لا سکے۔

حاصل : سورج کا اپنے معین مدار پر چلتے رہنا، اس کائنات میں اللہ کی مقرر کردہ ایسی بڑی تقدیر ہے کہ اس کی روشنی میں ہم آسانی سے اپنے مقام اور حیثیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾

اور قمر کے لئے منازل ٹھہرائیں حتی کہ قدیم شاخ کی طرح ہو گیا۔

سورج گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔ چاند گھٹتا بڑھتا ہے۔ اس کی اٹھائیس منازل ہیں۔ ہر شب ایک منزل میں ہوتا ہے۔ نہ اس سے زیادہ طے کرتا ہے نہ اس سے کم طے کرتا ہے۔ تاریخ طلوع پہلی منزل میں ہوتا ہے۔ اٹھائیسویں تاریخ کو آخری منزل میں ہوتا ہے۔ اگر مہینہ 29 دن کا ہو تو ایک دن چھپتا ہے۔ 30 دن کا ہو تو دو دن چھپتا ہے۔ آخری منزل میں کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ وقت کے تعین کے لئے تقویم کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے فراہم کی ہے، اور یہ بہترین بنیاد ہے۔ اقوام عالم کو باہمی معاملات کے لئے وقت کا تعین قمری حوالے سے کرنا چاہئے۔ اس سے بہت آسانیاں حاصل ہوں گی۔

حاصل : چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اس کی منازل مقرر ہیں۔ وقت کے تعین کی بنیاد قمری حوالے سے ہو تو لوگوں کو بڑا سکھ ملے گا۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾

نہ شمس، قمر کو پکڑ سکتا ہے، اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے۔ ہر ایک اپنے دائرے میں گردش کر رہا ہے۔

سورج اپنے مدار پر امر الٰہی کے مطابق اپنی حرکت کو جاری رکھتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ چاند کے مدار میں جا گھسے اور نظام کائنات کو درہم برہم کر دے۔ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا آنا بھی انسانی مشاہدے میں آتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ رات، دن پر سبقت کر جائے۔ ہر ایک کا اپنا دائرہ ہے۔ امر الٰہی کے مطابق اس دائرے میں اپنی حرکت کو جاری رکھنا اس کے ذمے ہے۔ اس خاص دائرے سے کسی حرکت کرنے والے کا بہت تھوڑا سا انحراف بھی اس کائنات کے نظام کو برباد کر سکتا ہے۔ اللہ کی قدرت نظام کائنات کے تحرک میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حاصل : اپنے مقصدِ حیات کو دیکھتے ہوئے، سلامتی کے راستے پر رہنا چاہئے جسے اللہ نے ہمارے لئے صراطِ مستقیم بنایا ہے، ورنہ خرابی سے بچنا ممکن ہی نہ ہو گا۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ

اور ان کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں

fat.com

الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱ — اٹھالیا۔

نسل آدم کے حوالے سے اللہ کی قدرت کی نشانی دیکھئے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق کشتی بنائی اور اس میں اپنے پاک ساتھیوں کو سوار کیا، اور ان چیزوں کو بھی محفوظ کیا جو انسانی زندگی کے لئے [illegible] تھیں۔ اس طرح زمین کو طوفان نوح کے بعد دوبارہ آباد کیا گیا۔ ایک کشتی میں محفوظ [illegible] کی شان کو اس نشانی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل : ماضی میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ صراط مستقیم سے انحراف [illegible] والے برباد ہوتے رہے ہیں، اور صراط مستقیم پر رہنے والے بچائے جاتے رہتے ہیں۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲ — اور ہم نے ان کے لئے اس کی مثل [illegible] ہیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔

بحری سفر کے لئے حضرت انسان نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو دیکھتے [illegible] سامان کی نقل و حمل جس قدر بحری جہازوں سے ہوتی ہے [illegible] نے اس کے ارکان کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس کی ضرورت کا احساس بھی پیدا کیا ہے [illegible] مشاہدہ، تحقیق کو ملحوظ رکھ کر ہر شے کو بنا سکتا ہے۔ اس طرح خالق حقیقی تو اللہ ہی ہے [illegible] ہے۔ یہ یقیناً عطاء الٰہی ہے، اور اللہ کی قدرت کی یہ نشانیاں ہمارے لئے باعث ہدایت ہونی چاہئیں۔

حاصل : بحری سفر کے تمام ذرائع کشتی کی مثل ہی ہیں۔ ہمیں [illegible] کرنا چاہئے۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝۴۳ — اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں [illegible] بچائے جائیں۔

بحری سفر کے لئے یا سامان کی نقل و حمل کے لئے ذرائع [illegible] اٹھاتے ہیں۔ اللہ ان کو غرق کرنا چاہے تو کوئی قوت [illegible] انہیں بچا سکتا ہے۔

حاصل : ہمیں مطلوبہ مقامات پر خیریت پہنچانے والا اللہ ہی ہے۔ [illegible]

ہم حکمِ الٰہی کے مطابق رہیں ہر مقام پر۔

اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۴۴﴾

مگر اپنی رحمت سے اور ایک وقت تک متاع دینے کے لئے۔

خلافِ حق کرنے والوں کو عذاب میں پکڑنا اللہ کے لئے ہمیشہ آسان ہوتا ہے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ اصلاحِ حال کے لئے وقت بھی دیتا ہے۔ متاع بھی دیتا ہے۔ اگر کوئی غفلت میں پڑا رہے تو وہ رحمتِ الٰہی سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے ختم ہونے کے بعد اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

حاصل : سزا دینے میں جلدی کرنا اللہ کی سنّت نہیں ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کو اصلاح کے لئے وقت بھی دینا چاہئے۔ اور ان کے ساتھ مہربانی کا رویّہ بھی رکھنا چاہئے۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّقُوۡا مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡكُمۡ وَمَا خَلۡفَكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۵﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے، ڈرو اس سے جو تمہارے سامنے ہے، اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم ہو۔

سمندر میں غرق کرنے کی قدرت رکھنے والا، خشکی پر بھی قادرِ مطلق ہے۔ اس کے لئے زمین پر خلافِ حق کرنے والوں کو عذاب میں پکڑنا کیا مشکل ہے۔ ان پر عذاب زمین سے بھی آسکتا ہے، آسمان سے بھی آسکتا ہے، کہ سب کچھ قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت میں ہے۔ جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔ اللہ کی گرفت سے ڈرنا بندے کے لئے باعثِ رحم ہوتا ہے۔ عذابِ الٰہی سے ڈرنے والا، اصلاح میں اپنی بھلائی دیکھتا ہے۔ اور اصلاح کو قبول کر لیتا ہے۔

حاصل : اللہ کی گرفت سے ڈرنے والے پر رحم کیا جاتا ہے۔ ایسا بندہ خلافِ حق کرنے سے رک جاتا ہے۔ پھر اصلاح کو قبول کرنے میں اسے اپنی بھلائی نظر آتی ہے۔

وَمَا تَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ اٰیَةٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۴۶﴾

اور ان کے ربّ کی نشانیوں سے ان کے پاس کوئی نشانی بھی آتی ہے تو اس سے اعراض ہی کرتے ہیں۔

منکرینِ حق کے پاس ان کے ربّ کی نشانیاں آتی ہیں۔ ان کے مشاہدے میں ایسے حقائق آتے ہیں، کہ طلبِ ہدایت رکھنے والے کو ان حقائق سے فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر منکرینِ حق کا رخ درست نہیں ہوتا، اس لئے یہ اپنے ربّ کی کوئی نشانی بھی دیکھ

لیں، یہ اس سے اعراض ہی کرتے ہیں۔

حاصل : اپنے رب کی نشانیوں کو دیکھ کر اصلاح حال سے غافل رہنا اور ان سے اعراض [illegible] منکرینِ حق کا طریق زندگی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ڰ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اس کے لئے خرچ کرو، تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں، کیا ہم اسے طعام دیں کہ اللہ چاہتا تو طعام دے دیتا، تم تو صریح گمراہی میں ہو۔

اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے تو یہ ایمان کے دعوے کی صداقت [illegible] سے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ منکرین حق کے اعمال کو شیطان مزین کر کے ان کے سامنے [illegible] جائے کہ محتاجوں کو طعام دیا کرو، تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں کرتے۔ [illegible] محتاج رہیں تو ہم ان کو طعام کیوں دیں۔ اور اگر اللہ ان کو ہماری طرح نوازے تو [illegible] نزدیک اللہ کی مشیت کے خلاف کرنا صریح گمراہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقام [illegible] لوگوں کو دیکھا جاتا ہے۔ نہ ہونے کے مقام پر صبر کیا جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] جس کے لئے ان حالات سے گزارا جا رہا ہے۔ اور ہونے کے مقام پر اللہ کی عطا [illegible] روشن ہو جاتی ہے۔ توفیق [illegible]

حاصل : اللہ کا دیا ہوا رزق ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔ [illegible] قابل ہوتا ہے۔ ناداروں کو آسانیاں مہیا کرنا [illegible] بہت پسندیدہ ہے۔ اللہ کی مشیت کو اپنے حال کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور وہ کہتے ہیں، یہ وعدہ کب آئے گا، اگر تم سچے ہو۔

منکرین حق ہر زمانے میں جہالت کا اظہار کرتے ہوئے پائے گئے۔ وہ کہتے ہیں [illegible] نہیں ڈراتے ہیں، بتائیے وہ کب آئے گا، ہم اس عذاب کو ہی آپ کی صداقت کی دلیل [illegible]

rfat.com

وقت حق کو مان لینا کسی کو نفع نہیں دیتا اور عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے ختم ہو جانے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

حاصل : جہالت کے ساتھ بات کرنا منکرین حق کا طریقہ رہا ہے اور رہے گا۔ حق کو ماننے والے لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾

راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چنگھاڑ کی جو ان کو آپکڑے گی جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔

عذاب الٰہی کے آنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ وہ تو ایک چنگھاڑ ہو گی، جو منکرین کو آپکڑے گی، اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اللہ کو اس کے لئے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ ماضی میں وہ منکرینِ حق کو ہلاک کر چکا ہے۔ اس کے لئے منکرینِ حق کو کسی بھی مقام پر کسی بھی حال میں پکڑنا مشکل نہیں ہے۔

حاصل : منکرینِ حق کو عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں اتمامِ حجت کے حوالے سے ان آسائشوں سے بھی نوازا جاتا ہے، جو اللہ کے نزدیک ضروری ہوتی ہیں۔ عذابِ الٰہی کو آتے دیر نہیں لگتی اس لئے اصلاحِ حال سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۱۸

پھر انہیں وصیت کرنے کی استطاعت بھی نہ ہو گی اور نہ وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔

اللہ کی ذات ایسی ہو گی کہ وہ اچانک پکڑ لئے جائیں گے اور بجھا دیئے جائیں گے۔ وہ اپنے پیچھے والوں کے لئے کوئی وصیت نہیں کر سکیں گے، اور نہ ان کی طرف لوٹ کر جانا ان کے بس میں ہو گا۔ جس حق کے انکار پر وہ سب کچھ لگاتے رہے، وہ حق ایسی صورت میں ان کو گھیرے گا کہ وہ اس کو مان تو لیں گے مگر خسارے سے نہ بچ سکیں گے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کو موضوعِ بحث بنانا بڑی حماقت ہے۔ عذابِ الٰہی لوگوں کو بجھانے کے لئے ہو، مٹانے کے لئے ہو تو وہ انہیں بات کرنے کی مہلت بھی نہیں دیتا، اپنے مقام سے ہٹنے کا موقع بھی نہیں دیتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (25) میں ارشاد فرمایا ہے۔

fat.com

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝

فرما دیجئے تمہاری کچھ قدر نہیں میرے رب کے نزدیک اگر تم اسے نہ پکارو، تو بے شک تم نے اس کی تکذیب کی، تو اب ہو گا وہ عذاب کہ لپٹ کر رہے گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾

اور صور پھونکا جائے گا، تو جبھی وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔

جس طرح عذاب الٰہی اچانک آجاتا ہے، اور ایک چنگھاڑ سے کسی قوم کو تباہ کیا جاتا ہے … اسی طرح قیامت کے برپا کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کو کسی تیاری کی ضرورت نہ ہوگی۔ بس ایک آواز سے ہی … بعث بعد الموت کا مقام آجائے گا۔ لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ اور ایسے … جائے گا جس کو حق کی تکذیب کرنے والے ناممکن کہا کرتے تھے۔

حاصل: قیامت، اللہ کے حکم سے آنے کی اور اس کے واقع ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾

کہیں گے ہائے خرابی ہماری! کس نے ہمیں ہمارے مرقد سے اٹھا دیا؟ یہ وہی ہے جس کا الرحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا اور رسول سچے تھے۔

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے قیامت کے دن جب اس … ختم ہوئی ہوگی۔ اس دن کو سامنے پا کر وہ انتہائی افسوس میں مبتلا ہو جائیں گے … (یہاں پر وقف لازم ہے)۔ ندائے حق سے جواب دے گا۔ یہی وہ دن ہے … وہ وقت ہے مرسلین جس سے آگاہ کرتے رہے۔

حاصل: بعث بعد الموت کے انکار کی حقیقت خرابی میں پڑنا ہے۔ اس کا پتہ قیامت … خرابی سے بچنے کا وقت حال پر اللہ کی طرف سے دی گئی مہلت ہے۔

إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾

بس وہ ایک چنگھاڑ ہوگی تو جبھی وہ سب ہمارے حضور حاضر کر دیئے جائیں گے۔

قیامت کا قائم ہونا وہ حقیقت ہے۔ جس کو مان لینے کے بعد خلافِ حق کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اللہ کے امر سے اس کو قائم ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی منکرینِ قیامت۔ اللہ کے حضور مجرموں کی طرح حاضر کر دیئے جائیں گے۔ نہ کوئی بھاگ سکے گا۔ نہ کوئی چھپ سکے گا۔

حاصل : مجرموں کو اللہ کے حضور۔ حاضر کئے جانے کے عمل میں دیر نہیں لگے گی۔ بس ایک ڈانٹ کے ساتھ ہی وہ سب کچھ ہو جائے گا۔ جس کو مجرم ناممکن جانتے رہے ہوں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾

تو آج کے دن کسی پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔ اور تمہیں اسی کی جزا دی جائے گی جو تم کرتے رہے ہو۔

قیامت کے دن جزا دینے والا۔ اللہ ہو گا۔ جو سب سے بڑے علم والا ہے۔ اس لئے عدل کی اکمل صورت قائم ہو گی۔ اس دن کسی پر ظلم نہ ہو گا۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے گی۔ کوئی اپنے کیے کا انکار کرے گا تو اس کے اعمال اس کے سامنے کر دیئے جائیں گے۔ اس کے اعضاء گواہی دیں گے کہ وہ عمل اس نے کئے تھے۔

حاصل : کسی پر ظلم کرنا اللہ کو نہ ماننے کا ثبوت ہے۔ بندے کو اس کے اعمال کے مطابق پوری پوری جزا دینا اللہ کی شان ہے۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿۵۵﴾

بے شک جنّت والے آج کے دن مسرتوں میں مشغول ہوں گے۔

جنّت والے لوگ قیامت کے دن مسرتوں میں مشغول ہوں گے۔ کہ وہ اس دن پر یقین رکھتے تھے۔ ان کے اعمال جزا کے یقین پر مبنی تھے۔ اس لئے جزا کا دن ان کے لئے مسرتوں میں مشغول ہونے کا دن ہو گا۔ اطمینان قلب اور انبساط اس قدر ہو گا کہ ماضی کے مصائب یاد نہیں آئیں گے۔

حاصل : اللہ کے ذکر سے قلوب کو اطمینان ملتا ہے۔ قیامت کے دن بھی جنّت والے مسرتوں میں مشغول ہوں گے۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿۵۶﴾

وہ اور ان کی ازواج سایوں میں ہیں، تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے۔

fat.com

اہل جنت کی مسرتوں کو واضح فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ اور ان کی پاک بیویاں سایہ دار باغوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے [illegible] حیاتِ دنیا میں پاکیزگی کے ساتھ وقت گزارنے والوں کو اور بحیثیت مسلمان اس دنیا سے رخصت ہونے والوں کو یہ راحتیں نصیب ہوں گی۔ یہ لوگ خدائی مہمان ہوں گے۔

حاصل : پاک لوگوں کی عزت افزائی کے لئے موزوں بندوبست کرنا چاہئے۔ یہ حق اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ ان کے لئے اس میں میوہ ہے اور ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں۔

اہل جنت کو ثمرات سے نوازا جائے گا۔ اور حیات دنیا میں اپنی پسند کو اللہ کی رضا کے مطابق رکھنے والوں کو [illegible] میں جو وہ چاہیں گے۔ اللہ انہیں وہی عطا فرمائے گا۔ پاک کی طلب ہمیشہ پاکیزگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے [illegible] ہوتی ہے۔

حاصل : پاک لوگوں کو سکھ دینا چاہئے۔ ان کی پسند اللہ کی رضا کے مطابق ہوتی ہے [illegible] کی پسند کی قدر کرنی چاہئے۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ رب رحیم کی طرف سے سلام [illegible] جائے گا۔

رضاءِ الٰہی کے حصول کی یہ سند پاک لوگوں کو نصیب ہوگی کہ انہیں رب رحیم کا سلام [illegible] اس سلام سے ہوگی۔ روح کے لئے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں ہے۔ یہ سلام مومنین [illegible] کی دائمی پاک دامنی کی تصدیق ہوگی۔ شاہدین کی معیت میں پورا اترنے کی [illegible] ثبوت ہوگا کہ بندے کو جس معصومیت کے ساتھ دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ اسی معصومیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے [illegible] آیا ہے۔ اس راحت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ راحت بیان میں نہیں آ سکتی ہے۔

حاصل : رب رحیم کی طرف سے سلام کا آنا مومنین کے لئے سب سے بڑی راحت ہوگی۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ اور اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ۔

حیاتِ دنیا میں کفر، فسق اور عصیان کی راہ اختیار کرنے والے مجرم ہیں۔ قیامت کے دن ان کو مومنین سے الگ [illegible]

Marfat.c

جانے کا حکم دیا جائے گا۔ یہ حیات دنیا میں مومنین سے اس لئے الگ نہیں کیے گئے کہ اصلاحِ حال کے لئے دیئے گئے وقت میں اللہ کو حجت پوری کرنی تھی۔ مجرموں کی جزا کے لئے ان کو پاک لوگوں سے الگ ہو جانے کا حکم دیا جائے گا، تو یہیں سے مجرموں کو ان کے کئے کی جزا ملنی شروع ہو جائے گی، کہ یہ ان کی تذلیل کی ابتدا ہو گی۔

حاصل : پاک لوگوں سے الگ ہو جانے کے حکم سے مجرموں کی تذلیل شروع ہو جاتی ہے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ ﴿٦٠﴾

اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کی تھی، کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

مجرموں کو الگ ہو جانے کا حکم دینے کے بعد ان سے فرمایا جائے گا، اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں یہ تاکید نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، اس کا اتباع نہ کرنا، کبھی من مانی نہ کرنا، کہ اس سے تم خسارے میں جا پڑو گے، اور شیطان تمہارے ساتھ دشمنی کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتے گا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حاصل : بنی آدم کو اس حقیقت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے، کہ شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ بُرائی اور بے حیائی کا امر کرتا ہے اور اس کا کہا ماننے والا ہمیشہ خسارے میں پڑتا ہے۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وقف غفران ١٢

اور یہ کہ میری بندگی کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ خالق کل ہے، مالکِ کل ہے، رب العالمین ہے، علیم مطلق ہے، قادرِ مطلق ہے۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دینے والا ہے۔ اس نے اپنی بندگی کی طریقت کو شاہدین کے حوالے سے روشن کر دیا ہے۔ اللہ کی بندگی ہو تو من مانی نہیں ہو سکتی۔ من مانی کی جائے تو اللہ کی بندگی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراطِ مستقیم کو روشن کر دیا گیا ہے۔ جو شعور کے ساتھ اس راستے کو اختیار کرے گا، وہی اس کی برکات سے فیض یاب ہو گا۔ راستے کی باتیں کرتے رہنے سے راستہ طے نہیں ہوتا۔

حاصل : بنی آدم کو صراطِ مستقیم کے جاننے میں کبھی مشکل پیش نہیں آ سکتی، کہ اللہ کی بندگی طبعی طور پر بندے کے لئے آسان ہوتی ہے۔ من مانی کرنے والا، شیطان کے ساتھ ہو جاتا ہے، اور صراطِ مستقیم سے دور ہوتا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾

اور اس نے تم میں سے کثیر خلقت کو بہکا لیا۔ تو کیا تمہیں عقل نہ تھی۔

fat.com

بنی آدم کو عقل کرنی چاہیے۔ دوست اور دشمن کے درمیان وقف کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ شیطان ان کے سامنے ان کی پسند کے والے سے ترغیبات کے جال پھیلاتا ہے۔ لوگ ان میں پھنس جاتے ہیں، اور یہ بھول جاتے ہیں۔ شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ جو ہمیں ہماری خواہش کے حوالے سے خلاف حق کرنے کی ترغیب دے اس کو ہم اپنا کھلا دشمن جانیں، اور جو ہمیں خلوت و جلوت میں حق کے مطابق رہنے کی تاکید کرے اور دائمی پائدار نعمتوں کی شان بتائے، وہ ہمارا بہی خواہ اور دوست ہے۔

حاصل : دوست اور دشمن کے درمیان وقف کو نظر انداز کرنا خلاف عقل ہے۔ خلاف حق کرنے کی ترغیب دینے والا ہمیشہ ہمارا دشمن ہوتا ہے، اور حق کے مطابق رہنے کی تاکید کرنے والا ہمارا دوست ہوتا ہے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۶۳ — یہ ہے جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا۔

مجرمین کو یاد دلایا جائے گا کہ شاہدین تمہیں خلاف حق کرنے کے انجام سے ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ خلاف حق کرنے کی جزا جہنم کی آگ ہے۔ تم جزا کو مانتے نہیں تھے اور خلاف حق کرنے سے رکتے نہیں تھے۔ آج یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا۔

حاصل : جو ہمارا بہی خواہ ہے، اس کی بات اللہ کی بات ہے۔ اس کا وعدہ ہمیشہ حق ہوتا ہے، اور اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۶۴ — آج اس میں جاؤ اس کے بدلے جو تم انکار کرتے تھے۔

جہنم کے سامنے مجرمین کو کھڑا کر کے پوچھا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے ہاں حق ہے۔ حکم ہوگا آج اس میں جاؤ کہ تم اس کا انکار کرتے تھے، اور خلاف حق کرتے تھے، تو اب تم اپنے کیے کی جزا پاؤ۔

حاصل : حق کو ماننا یا اس کا انکار کرنا بندے کے اختیار میں ہے۔ ماننے والا ماننے کی جزا پائے گا، انکار کرنے والا انکار کی جزا پائے گا۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۶۵ — آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کب

rfat.com

وہ کرتے تھے۔

قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں کو بند کر دیا جائے گا۔ ان پر مہر کر دی جائے گی۔ کہ ان سے کچھ پوچھا نہیں ہو گا۔ ان کے ہاتھ بتائیں گے وہ کیا کرتے رہے۔ ان کے پاؤں بتائیں گے وہ کدھر کو جاتے رہے۔ جب اعضاء کو گواہی دینے کا حکم ہو گا۔ تو وہ امرالٰہی سے نطق کریں گے۔ اور بتائیں گے جو کسب وہ کرتے تھے۔ اس گواہی کا انکار تو ممکن ہی نہ ہو گا۔

حاصل : جو مونہ خلافِ حق بولتا رہے۔ اس کی گواہی بے معنی ہو جاتی ہے۔ ایسے فرد کے خلاف اس کے اعضاء بھی امرِالٰہی کے مطابق گواہی دیں گے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں مٹا دیں، پھر رستہ پانے کو دوڑیں تو کہاں سے بصارت پائیں۔

آنکھیں اللہ کی عطا ہیں۔ ان سے بندے کو بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ماحول کے ساتھ اپنے تعلق کو درست رکھنے کے لئے بصارت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ سلامتی کے حصول میں بصارت کی اہمیت واضح ہے۔ زینتِ حیاتِ دنیا کو تصرف میں لانے کے لئے بصارت کی اہمیت مسلمہ ہے۔ اللہ کی عطا، اللہ کی مشیت سے مٹ بھی سکتی ہے۔ پھر کوئی ذریعہ اس کے حصول کا ہو ہی نہیں سکتا۔ آنکھوں کے روز مرہ استعمال سے ان کی قدر و منزلت کو دیکھتے ہوئے۔ عطا کرنے والے قادرِ مطلق سے اپنے تعلق کو بھی دیکھنا چاہئے۔ شکر گزار اور ناشکرے کبھی برابر نہیں ہوتے۔

حاصل : آنکھوں کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کا احترام سکھانا چاہئے۔ بصارت عطا کرنے والا اسے مٹانا چاہے تو وہ کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع

اور اگر ہم چاہیں تو ان کے مکانات پر ان کو مسخ کر دیں پھر نہ انہیں آگے جانے کی استطاعت ہو نہ مراجعت کی۔

بندے کو اعضاء کے حوالے سے جو قدرت حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کی مشیت کے سامنے بالکل ہیچ ہوتی ہے۔ اللہ چاہے تو جہاں کی تمام صورتوں کو مسخ کر دے پھر وہ اپنے مقام سے آگے بھی نہ جا سکیں۔ اپنے مقام سے پیچھے بھی نہ جا سکیں۔ اس سے روشن ہوا کہ خلافِ حق کرنے والوں کی صورتوں کو مسخ نہ کرنا۔ اللہ کی مہربانی کی بدولت ہے۔

حاصل : اللہ کسی صورت کو مسخ کرنا چاہے تو اس کو دیر نہیں لگتی۔ ہمیں اعضاء و قویٰ کے حوالے

سے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ ہم جو بھی کرتے ہیں، اللہ کی دی ہوئی استطاعت سے [illegible]
ہیں، اس لئے خلاف حق نہیں کرنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فصلت (حٰم سجدہ) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾

تو جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق استکبار کرنے لگے، اور کہنے لگے کون ہم سے قوت میں [illegible] دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے، ان سے قوت میں اشد ہے۔ وہ تھے ہماری [illegible] سے منکر۔

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۶۸﴾

اور جسے ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے [illegible] میں پیچھے لوٹا دیتے ہیں۔ [illegible] نہیں کرتے۔

انسانی زندگی کی ابتداء ضعف سے ہوتی ہے۔ پھر بتدریج اسے قوت دی جاتی ہے۔ قوت سے [illegible] اور بڑھاپے کا مقام آتا ہے۔ جن لوگوں کو ارذل عمر تک پہنچایا جاتا ہے وہ ایسے مقام پر [illegible] جاتے۔ جس قادر مطلق نے وہ قوتیں بندے کو عطا کی ہیں جن پر بندہ ناحق اتفاق [illegible] لوٹا دینے کا مشاہدہ بھی کرا دیتا ہے۔ عقل کرنے والے کو یہ فکر کرنا چاہئے کہ قوتیں [illegible] استعمال کی جائیں تو بھلا ہوتا ہے۔

حاصل : عقل کرنا بندگی کا حصہ ہے۔ عقل کرنے والے اللہ کی قدرت کا مشاہدہ [illegible] اپنی قوتوں کو حق کے مطابق استعمال کرنا چاہئے۔ اپنی قوتوں پر [illegible] نہیں ہوتا۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿۶۹﴾

اور ہم نے آپ کو شعر [illegible] اور یہ آپ کی شان کے لائق بھی نہیں [illegible] نصیحت اور روشن قرآن۔

قرآن پاک کی اعجازی فصاحت و بلاغت کو دیکھتے ہوئے [illegible] ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ [illegible] شان رسالت کے منافی ہے۔ قرآن پاک [illegible] لئے روشن بیان ہے۔ شعر کا تعلق انسانی جذبات سے ہوتا ہے [illegible]

ہوتا ہے۔ حقائق کو اگر شعروں میں بیان کیا جائے تو کچھ الفاظ ضرور شامل بیان ہو جاتے ہیں جو حق کو بیان کرنے کے لئے ضروری نہیں ہوتے۔ اور قرآن پاک قطعاً حقائق پر مشتمل ہے اس لئے اس میں شعر کا کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : نصیحت کو اور روشن بیان کو شعر کہہ کر اس سے اعراض کرنا، عقل مندی نہیں ہے۔ حقائق کو شاہد کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو نورِ ہدایت عطا ہوتا ہے۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾

تاکہ ڈر سنائے اس کو جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت پوری ہو جائے۔

مقصدِ تخلیق کو ماننے والا زندہ ہوتا ہے۔ اصلاحِ حال کی ضرورت اس پر بالکل واضح ہوتی ہے۔ اس لئے وہ انذار سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں وہ معنوں کے اعتبار سے مُردہ ہوتے ہیں۔ ان کو انذار سنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت پوری کی جا رہی ہوتی ہے۔

حاصل : باحقیقت زندہ ہے۔ بےحقیقت مُردہ ہے، عمل کی کوئی صورت ہو۔ باحقیقت طلبِ ہدایت رکھتا ہے۔ اس لئے ہدایت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ بےحقیقت پر انذار کا بیان حجت پوری کر دیتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾

کیا دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے ان کے لئے چوپائے پیدا کئے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔

انسانی ضروریات میں چوپائے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ خوراک کے طور پر کام آتے ہیں، کچھ زراعت میں کام آتے ہیں۔ کچھ باربرداری کے کام آتے ہیں، کچھ سواری کے طور پر کام آتے ہیں۔ اور پھر انسانوں کے مابین ان کا لین دین بصورت تجارت بھی ہوتا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے استفادہ کرتے ہوئے معطیٔ مطلق کی طرف بھی دیکھنا چاہئے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے، کہ اس نے ہمارے لئے کتنی آسانیاں رکھی ہیں۔

حاصل : ہمارے لئے چوپائے اللہ کی بنائی ہوئی نعمت ہیں۔ ان کو حق کے مطابق پالنا، سنبھالنا اور ان سے خدمت لینا درست ہے۔ ہمیں اللہ نے ان کا مالک بنایا ہے تو ہمیں اللہ کا شکر گزار بھی ہونا چاہئے۔

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا

اور انہیں ان کے آگے عاجز کر دیا، تو ان

Marfat.

يَأْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾

میں سے کوئی ان کی سواری ہے اور کسی کو کھاتے ہیں۔

چوپایوں کو انسانوں کے سامنے عاجز کر دینا، انھیں انسانوں کا مطیع بنا دینا، اللہ کی قدرت ہے۔ ان میں سے چند انسانوں کو سواری کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً اونٹ، گھوڑے، گدھے وغیرہ۔ ان میں سے ہر سواری اپنے اپنے محل پر بڑی [illegible] ہوتی ہے۔ بعض چوپائے انسانی خوراک میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً گائے، بھینس، اونٹ، بھیڑ، بکری وغیرہ۔ اللہ نے انسانوں پر جو عنایات کی ہیں، ان سے استفادے کو اپنا حق جاننا اور عطا کرنے والے کی ناشکری کرنا جہالت کی علامت ہے۔

حاصل : سواری میں کام آنے والے چوپائے، خوراک کے طور پر کام آنے والے چوپائے اللہ کی عطا ہیں۔ ہمیں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو ادب سے ماننا چاہئے۔

وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

اور ان کے لئے ان میں منافع اور پینے کی چیزیں ہیں، تو کیوں شکر نہیں کرتے۔

چوپائے انسانوں کے لئے بہت سے منافع رکھتے ہیں۔ ان کے جسموں سے حاصل ہونے والی [illegible] ہے۔ دودھ دینے والے چوپایوں سے دودھ حاصل ہوتا ہے۔ دودھ سے دہی اور [illegible] پینے کی [illegible] شے اپنی افادیت کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ منافع اور مشارب عطا کرنے والے کا شکر [illegible] یہ ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کیا جائے۔

حاصل : چوپایوں سے حاصل ہونے والے فوائد ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والی [illegible] میں شکر گزاری کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ ؕ

اور اللہ کے مقابل اور معبود ٹھہراتے ہیں کہ انھیں نصرت ملے۔

حق کا انکار کرنے والے اللہ کے مقابل اور معبود ٹھہراتے ہیں [illegible] ان کی قوت سے [illegible] کریں گے اور اس طرح جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا رہے گا۔ دیکھنا چاہئے کہ [illegible] کے مقابل [illegible] قوت [illegible] تو خلاف حق مقاصد میں مددگار ہونے کا دعویٰ کرنے والا شیطان [illegible] ساتھی ہوگا۔

حاصل : اللہ کے مقابل اور معبود ٹھہرانے والے ہمیشہ نامراد ہی ہوتے ہیں [illegible]

اپنا مددگار سمجھتے رہتے ہیں، اور وہ کھلا دشمن انہیں خسارے تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾

وہ ان کی نصرت کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور وہ، ان کے لشکر، سب گرفتار ہو کر حاضر ہوں گے۔

اللہ کے مقابل اوروں کو معبود بنانے والے، اپنے معبودوں سے کوئی مدد نہیں حاصل کر سکیں گے، کہ انہیں مدد دینے کی استطاعت ہی نہیں ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہوگا، کہ خلافِ حق گٹھ جوڑ کرنے والے سب اللہ کے دربار میں مجرموں کی طرح پیش کیے جائیں گے۔ اور وہاں خلافِ حق مدد طلب کرنے والوں اور خلافِ حق مدد دینے کا وعدہ کرنے والوں کو اپنی حیثیت معلوم ہو جائے گی۔

حاصل : خلافِ حق مدد طلب کرنا اور خلافِ حق مدد دینے کا وعدہ کرنا مجرموں کا طریقِ زندگی ہے۔ یہ سب نامراد ہو کر، اللہ کے دربار میں مجرموں کی صورت سے پیش ہوں گے۔

وقف لازم

فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

تو آپ کو ان کے قول پر حزن نہ ہو۔ بے شک ہمیں علم ہے، جو وہ چھپاتے ہیں اور جس کا اعلان کرتے ہیں۔

منکرینِ حق اپنے انجام سے غافل ہوتے ہیں، اس لئے حق کے انکار کو سب سے اہم کام جانتے ہوئے اس پر اپنی قوت، اپنا وقت اور اپنی توفیق ضائع کرتے رہتے ہیں۔ تبلیغِ حق کرنے والے کے ساتھ استہزاء کرنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ ان کا احساس دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہوتا ہے۔ جزا کے امکان سے متعلق احساس کو وہ لوگ چھپاتے ہیں، اور جزا کے امکان کی نفی پر بڑا زور لگاتے ہیں۔ اللہ کو ان کے چھپے اور ظاہر کا علم ہوتا ہے۔ وہ انہیں ان کے کیے کی پوری جزا دے گا۔ ان کے رویئے پر صبر کرنے کا حکم ہے۔ ان کے بارے میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ حق کو پانا مجرموں کو کبھی مطلوب نہیں ہوتا۔ ثبوت یہ ہے کہ ان کے ظاہر و باطن میں ہمیشہ تضاد ہوتا ہے۔

حاصل : حق کو پانے کی طلب مجرموں کے اندر نہیں ہوتی، اس لئے ان کی بات پر غمگین ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ

اور کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اسے

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾

نطفے سے خلق فرمایا، تو تبھی وہ صریح جھگڑالو ہو گیا۔

انسان کو اپنے مشاہدے کے حوالے سے تخلیق کے عمل پر دھیان کرنے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ انسان اپنی پیدائش میں نطفے کے مقام کو جانتا ہے۔ اس نطفے کی حقیقت کو یاد رکھنا بھی حق ہے۔ اس نطفے میں جن تبدیلیوں سے بعد ازاں انسان وجود پاتے ہیں، وہ تبدیلیاں اللہ کے علم سے آتی ہیں، اللہ کے حکم سے آتی ہیں، اور حضرت انسان ہیں کہ اپنے خالق سے جھگڑتے ہوئے بھی شرماتے نہیں۔

حاصل : اپنی حقیقت پر نظر رکھنی چاہئے۔ ہمارا خالق علیم مطلق ہے۔ اس سے جھگڑنا بندے کی شان ہے۔ اپنے ظن کا اتباع کرنے والا صریحا جھگڑالو ہوتا ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾

اور ہمارے لئے مثل بتاتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے۔ کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے جب وہ گل چکی ہوں گی۔

جھگڑنے والے انسان کا یہ کلام ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور یہ بھی بھول گیا کہ اللہ نے اسے کس سے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ ہی خالق کل ہے۔ نہ ہونے کو ہونا بنانا اللہ ہی کی شان ہے۔ بحث برائے بحث کا عادی [illegible] سڑی ہڈیوں کو زندہ کرنا ناممکن نہیں ہو سکتا۔ جھگڑنے والے کا استدلال بہت عام اور سطحی [illegible] اسے ناممکن نظر آتا ہے۔ وہ بوسیدہ ہڈیاں ہی لیے تحسین [illegible] دیکھتا ہے۔

حاصل : حق کے ساتھ ناحق جھگڑنے والا اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔ بحث برائے بحث کا ارادہ کرتے ہوئے، اللہ کی قدرت پر بحث کرتا ہے۔ اور اللہ کی قدرت کا اندازہ اس سے ممکن ہی نہیں ہوتا۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

فرما دیجئے انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔ اور اسے ہر خلق کا علم ہے۔

بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ ہونے کو ناممکن جاننے والے کو یہ جواب دیا گیا ہے، کہ جس نے ان ہڈیوں کو پہلے خلق کیا ہے، وہی ان کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق کا پورا علم رکھتا ہے۔ نطفے سے ہڈیوں کا پیدا کرنا بھی اللہ کی قدرت ہے۔ اور ہڈیوں کے منتشر اجزاء کو اکٹھا کر کے انہیں دوبارہ زندہ کر دینے کے مقابل پہلی بار پیدا کرنا یقیناً بڑا کام ہے۔

حاصل : نطفے سے ہڈیوں کی پیدائش حضرتِ انسان کے مشاہدے میں آچکی ہے۔ ہڈیوں کے منتشر اجزاء کو جمع کر کے انہیں زندہ کر دینا اللہ کے لئے آسان ہے۔ اللہ کی قدرت کو موضوعِ بحث بنانا ناحق جھگڑنے والے لوگوں کا کام ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ ٹھہرا دی، تو جبھی تم اس سے جلاتے ہو۔

سر پھرا جھگڑنے والے انسان کو اللہ کی قدرت، اس کے مشاہدے میں آنے والے حقائق کے حوالے سے دیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ سبز درخت کے اندر آگ کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے، تو جبھی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ انسانی ضرورت کا جاننے والا ہی یہ بندوبست کرتا ہے۔ اس کی قدرت کے بارے میں یہ قیاس کرنا کہ وہ مُردوں کو زندہ نہیں کر سکے گا، بڑی جہالت کا ثبوت ہے۔

حاصل : سرسبز درخت کے اندر آگ کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھنے والا یقیناً ایسی قدرت رکھتا ہے کہ موت سے حیات کو پیدا کرتا ہے۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ط بَلٰی ق وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾

وقف غفران ۱۲

اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق کیا، ان کی مثل خلق کرنے پر قادر نہیں ہے۔ کیوں نہیں، وہی تو خلق فرمانے والا، علم والا ہے۔

انسان کو اپنی تخلیق کے مقابل، آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر نظر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ یقیناً بہت بڑی تخلیق ہے۔ خالق کل کے لئے انسان کی پیدائش کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ کسی شے کو بے مقصد نہیں بناتا، اور جو بناتا ہے، بڑے علم سے بناتا ہے۔ منشاء تخلیق کا علم رکھنے والا، تخلیق کے لئے لوازمات کا علم رکھنے والا، ربوبیت کا علم رکھنے والا، حفاظت کا علم رکھنے والا، اور کسی شے کو کائنات میں اس کے مقام پر درست رکھنے والا، اللہ ہی ہے۔ اس کی قدرتِ تخلیق پر بے علمی سے بات کرنا عقل مندی نہیں ہے۔

حاصل : آسمانوں اور زمین کی تخلیق، حضرت انسان کی تخلیق کے مقابل بڑا کام ہے۔ خالق کل کے لئے اور علیم مطلق کے لئے بعث بعد الموت بڑا کام نہیں ہے۔

إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾

اس کا امر تو یہی ہے کہ جب کسی شے کا ارادہ فرمائے تو کہتا ہے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

خالق کل اور علیم مطلق کو کسی شے کی تخلیق کے لئے صرف ارادہ فرمانا ہوتا ہے۔ اسباب اس سے متعلق ہو کر تشکیل کر لیتے ہیں اور وہ شے وجود پا جاتی ہے۔ علیم مطلق کا ارادہ ہی اس شے کا عنوان ہوتا ہے اور اس عنوان پر تصرف ہوتا ہے۔

حاصل : علیم مطلق کا ارادہ کسی شے کی ذہنی صورت ہوتی ہے۔ اللہ کا امر عنوان ہوتا ہے۔ تصرف اسی عنوان کے مطابق ہوتا ہے، اور اللہ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

فَسُبۡحَٰنَ ٱلَّذِي بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيۡءٖ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ﴿٨٣﴾

تو پاک ہے اسے جس کے ہاتھ میں ہر شے کا اختیار ہے، اور اسی کی طرف تم واپس کرو گے۔

اللہ کی شان ملاحظہ ہو کہ اس نے سب کچھ خلق فرمایا، اور اپنے لئے کچھ بھی نہیں لیا۔ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کا اختیار ماضی پر بھی ہے، حال پر بھی ہے اور مستقبل پر بھی ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کی مراجعت ہوگی۔ آج بھی امر اسی سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین ہو تو اسی پاک ذات کی حاصل ہوتی ہے۔

حاصل : مالک کل کے ہاتھ میں بڑی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے کا یقین ہر ایک کے عمل میں نظر آنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص (28) میں فرمایا ہے۔

مَن جَآءَ بِٱلۡحَسَنَةِ فَلَهُۥ خَيۡرٞ مِّنۡهَاۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزَى ٱلَّذِينَ عَمِلُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ إِلَّا مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴿٨٤﴾

جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر ہے، اور جو برائی لائے تو برے عمل کرنے والوں کو بدلہ نہیں ملے گا مگر وہی جو عمل وہ کرتے تھے۔

کیٹلاگ کارڈ نمبر ۱۲۲۹،۲۹۷

فضل شاہ حضرت

تفسیر فاضلی ۔ (الشعراء ــ یٰسٓ)

لاہور، فاضلی فاؤنڈیشن، پیکو روڈ کوٹ لکھپت لاہور، [illegible]

ج۔ ۵ (منزل پنجم)

ہر چند میں نے تفسیر فاضلی کی منزل پنجم (سورۃ الشعراء تا یٰسٓ) [illegible]
کیا ہے لہٰذا میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کی عربی عبارت میں کوئی غلطی یا اغلاط [illegible]
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[illegible]

rfat.com

Tafseer-e-Fazli

Al-Shuara to Ya Sin
Manzil V

COMMENTARY:
HAZRAT FAZAL SHAH

WRITTEN BY:
MUHAMMAD ASHRAF FAZLI

1417 A.H.

FAZLI FOUNDATION LAHORE

fat.com

تفسیرِ فاضلی

منزل پنجم

الشعراء — یٰس

حضرت فضل شاہؒ

محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۷ھ

فاضلی فاؤنڈیشن، لاہور

fat.com